دروس المعايير الشرعية

افادات

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ



مرتبین

شرکاءِ تخصص فی الافتاء (سالِ سوم 1436)

facebook.com/masimfarooq

فہرست دروس المعایير الشرع

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ تشکر

جامعہ دارالعلوم کراچی کے تخصص فی الافتاء سالِ سوم کے نصاب میں شامل غیر سودی بینکوں کیلئے شرعی معیارات پر مشتمل کتاب ''المعاییر الشرعیۃ'' کی اہمیت مسائلِ جدیدہ سے واقفیت رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ مگر یہ کتاب جتنی اہم اور مستند ہے، اتنی مشکل اور پیچیدہ صورتوں کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، جسے سمجھنے کیلئے ہمارے استاذِ محترم حضرت نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی حفظہ اللہ کے دروس کی کاپی انتہائی اہمیت کی حامل رہی ہے، حضرتِ استاذ نے جن دنوں ''المعاییر الشرعیۃ'' کا درس دیا تھا اس درس میں شریک ساتھیوں نے محنت و لگن کیساتھ استاذِ محترم کے گرانقدر دروس کو ضبط کیا، جزا اللہ عنا خیر الجزاء۔

یہ کاپی معاملات کی جدید صورتوں کے بیان سمیت، درآمدات و برآمدات میں غیر سودی بینکوں کے کردار، مضاربہ و مشارکۃ کی بنیاد پر تمویل کے اہم طریقوں، عالمی تجارت میں غیر سودی بینکوں کیلئے لائحہ عمل، مرابحہ اور اس کی جدید صورتوں، اجارہ و حوالہ کی نت نئی شکلوں، اور تہ در تہ الجھی ہوئی گتھیوں کو بحسن و خوبی سلجھا دیتی ہے، مطالعہ کے دوران یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا مطالعہ کرنے والا منڈی میں کھڑا سب معاملات دیکھ رہا ہے، چونکہ یہ افادات قلم سے بظاہر عجلت میں لکھے گئے تھے اور مسلسل فوٹو کاپی ہوتے ہوتے صفحات اس قدر دھندلے ہو چکے تھے کہ ہر ایک کیلئے آسانی سے استفادہ ممکن نہیں تھا، اس لئے ہمارے ایک مخلص ساتھی نے اس طرف توجہ دلائی کہ ہنگامی بنیادوں پر اس کاپی کو کمپوز کیا جائے، تاکہ ان موتیوں کو چننا ہر ایک کیلئے آسان ہو، مشورہ اخلاص سے دیا گیا تھا اور ضرورت بھی تھی لہذا ساتھیوں نے اس مشورے کو اہمیت دی اور اللہ تعالی کے نام سے اپنے فارغ اوقات میں کمپوزنگ شروع کردی، اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ایک ہفتے کے مختصر عرصہ میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا، فللہ الحمد

میں اپنے ان سب ساتھیوں کا تہ دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس کام میں اخلاص کیساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نہ صرف کمپوزنگ کی بلکہ حتی الامکان پروف ریڈنگ بھی کی، فجزاھم اللہ تعالي خیرالجزاء اس کے بعد ترتیب، تزئین اور ڈیزائننگ کا اہم مرحلہ ہمارے ہر دلعزیز، مخلص ساتھی، بھائی محمد عاصم نے جس حسن و خوبی سے انجام دیا وہ بلاشبہ قابل صد تحسین ہے۔ اللہ پاک انہیں اپنی شان کے مطابق اس کا بہتر صلہ عطا فرمائیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر دارالصدیق کی انتظامیہ کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنہوں نے کام کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے دارالاقامہ میں عشاء کے بعد کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اللہ پاک کے حضور یہ دعا ہے کہ وہ ہماری اس ادنی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے اساتذہ بالخصوص حضرت استاذِ محترم نائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم العالیہ کا سایۂ عاطفت، عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ قارئین سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنی نیک دعاؤں میں حضرت استاذِ محترم دامت برکاتہم العالیہ اور جملہ مرتبین کو ضرور یاد رکھیں۔

حسین احمد سیفؔ

خادم درسگاہ تخصص فی الافتاء سال سوم

۲۸/ذوالقعدہ/۱۴۳۵ھ

facebook.com/masimfarooq

شرکاءِ تخصص فی الافتاء (سالِ سوم، 1435و1436) کے اسماء

نمبر شمار	نام شرکاء	شہر
۱	جنید احمد	حیدر آباد
۲	محمد طارق	کراچی
۳	حسین احمد سیف	گلگت
۴	عبدالرحمن (رحمان علی)	صوابی
۵	محمد عاصم	کوٹ آدُّو
۶	کاشف جلیل	پشاور
۷	اظہار الحق	شانگلہ
۸	عرفان فاضل	راولپنڈی
۹	رحیم اللہ	کوہاٹ
۱۰	محمد حمزہ بیلی	کراچی
۱۱	شرف الدین	کوہستان
۱۲	احمد عظیم	ملتان
۱۳	محمد اویس	سرگودھا
۱۴	محمد زبیر	خاران
۱۵	عبداللہ	تاجکستان
۱۶	محمد	ہالہ
۱۷	محمد سالم	کراچی
۱۸	شاد محمد شاد	مانسہرہ

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم الله الرحمن الرحيم

التعريف بالهئية

وتهدف الهيئة الي تطويرالمحاسبة والمراجعة للموسسات المالية الاسلامية۔۔۔الخ

تھدف کا معنی ہے ''ھدف'' بنانا یعنی اس ''ھیئۃ'' کا مقصد اور مطلب کیا ہے۔

الی تطویرفکرالمحاسبة:

تطویر کا معنی ترقی دینا تطویر طور سے نکلا ہے طور کا معنی ہے طریقہ یعنی مختلف اور نئے نئے طریقے پیدا کرنا، جو کہ دراصل انگریزی لفظ ڈویلپمنٹ (develop) کا ترجمہ ہے، اسی طرح اس میں ترقی دینا اور نئے نئے راستے تلاش کرنا بھی شامل ہے، توھیئۃ کا مقصود یہ ہے کہ محاسبہ یعنی اکاؤنٹنٹ اور مراجعہ یعنی آڈیٹنگ کی فکر کو ترقی دی جائے اور اسلامی مالیاتی اداروں کیلئے نئے نئے راستے تلاش کیے جائیں، ایک طرف یہ نئے نئے راستے تلاش کیے جائیں۔

ونشرذلک الفکر (اور جو فکر پیدا ہوئی اس کو اور اس کی تطبیق کو) تطبیق کے معنی ''عملی جامہ پہنانا ہے'' یعنی جو فکر پیدا ہوئی جب اس کو عمل میں لایا جائے تو یہ اس کی تطبیق کہلاتا ہے، یعنی اس فکر کی اور اس کی تطبیق کی نشرواشاعت۔

عن طريق التدريب ''تدریب'' کا معنی ٹریننگ او تربیت ہے، یعنی جس میں لوگوں کو تربیت دی جائے۔

وعقدالنداوات: الندادات ندوہ کی جمع ہے، اس سے مراد مجلس، اجتماع اور سیمینار ہے۔ تاہم کانفرنس کو ''مؤتمر'' کہتے ہیں۔

واصدارالنشرات الدورية: 'دوریہ' کا معنی ہے وہ چیزیں جن کو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کیا جائے جیسے کتابوں کی بعض دوکانوں پر ایک حصّہ ''الدورات'' کے نام سے ہوتا ہے، اور اس میں وہ رسائل ہوتے ہیں جو متعین وقفوں سے نکلتے ہیں۔

النشرات یعنی مطبوعات (publications) جو شائع کی جائیں۔

واعدادالابحاث اور مقالے تیار کرنا، ابحاث بحث کی جمع ہے، آج کل بحث تحقیقی مقالے کو کہتے ہیں۔ واعداد و اصدار و تفسیر اس کا عطف نشر پر ہورہا ہے اور اس کا مضاف الیہ 'المعاییر' ہے، ویسے تو ابن حاجب کی نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ مضاف پر عطف نہیں ہوتا، اگر عطف کرنا ہو تو مضاف الیہ کی ضمیر لاتے ہیں اور پورے مرکبِ اضافی پر عطف کرتے ہیں، مثلاً اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

واعدادالمعاييرواصدارهاوتفسيرها مگر ابن مالک کی نحو میں اس کی اجازت ہے اور جدید عربی میں اس کی کثرت ہے، تعدیل یعنی ترمیم یا نظرثانی یا تفسیر کرنا۔

facebook.com/masimfarooq

و ذلک لما یتفق مع احکام ۔۔۔الخ اور یہ سب اس طریقہ سے ہو جو شریعت اسلامی کے مبادی یعنی اصول اور احکام سے متفق ہو جو در حقیقت زندگی کے تمام شعبوں کی ہمہ گیر تنظیم کا نام ہے یعنی جو کام ہو شریعت اسلامی کے مطابق ہو اور یہ اس ماحول کے مناسب ہو جس میں یہ مؤسسات پیدا ہوئے ہیں۔

البیئة ماحول، القوائم المالیة یعنی کسی بھی ادارے کی طرف سے جو مالی بیانات شائع ہوتے ہیں ان کو ''القوائم المالیۃ'' کہتے ہیں۔مالی بیانات سے مراد وہ اسٹیٹمنٹس (statements) ہیں جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ آمدنی اتنی ہوئی اور خرچہ اتنا ہوا، یا جس طرح بیلنس شیٹ ہوتی ہے کہ ہمارے اتنے موجودات ہیں وغیرہ اس طرح کے بیانات کسی بھی ادارے کی طرف سے شائع ہوتے ہیں ان کو ''القوائم المالیۃ'' کہتے ہیں، اور جو لوگ ان اداروں سے معاملات کرنا چاہتے ہوں انکی معلومات کیلئے یہ شائع کرتے ہیں تاکہ ان کو ان اداروں کی مالی حیثیت کا علم ہو جائے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ ان بیانات پر لوگوں کو اطمینان ہو کہ جو کچھ ان میں درج ہے وہ واقع کے مطابق ہے، کیونکہ اگر وہ بیانات قابل اعتماد نہ ہوں تو پھر ان کو صادر کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تو یہ ھیئت اس طرح ان معاییر میں تبدیلی کرنا چاہتی ہیں، تاکہ ان لوگوں کا اعتماد بڑھے جو ان لوگوں کی شائع شدہ معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

وتشجعهم علی الاستثمار والایداع لدیها اور ان کی ہمت افزائی کرے اس بات پر کہ وہ اس میں سرمایہ کاری کریں یعنی اپنے پیسے لگائیں اور اس میں پیسے رکھوائیں اور اس سے استفادہ کریں تو گویا اس میں تین باتیں ضرور ہیں:

(۱) شریعت کے مطابق ہوں۔(۲) جس ماحول کے اندر یہ قائم ہیں ان کا پورا ادراک ہو (۳) جو قوائم مالیہ قائم ہیں ان سے نفع اٹھانے والوں کے دل میں اس بات کا اعتماد بڑھائیں کہ واقعی یہ واقعہ کے مطابق ہیں اور یہ معلامات صحیح ہیں تاکہ وہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں، وقد سبق انشاء الهیئة جهود تحضیریة کبیرة کہ اس ھیئت کی تشکیل سے پہلے بہت کوششیں ہو چکی تھیں۔ تحضیر کہتے ہیں تیاری مثلاً کسی شخص کو تقریر کرنی ہے تو اس تقریر کے لئے جو مطالعہ کرتا ہے اور تیاری کرتا ہے اس کو تحضیر کہتے ہیں مثلاً انّہ مشغول بالتحضیر اسی طرح کوئی شخص اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ مذاکرہ منعقد کرنا ہے اجتماع منعقد کرنا ہے اس کے لیے تیاری کی جارہی ہے کہ کن کن لوگوں کو بلانا ہے کیا کچھ کرنا ہے اس کو 'تحضیریة' کہتے ہیں، وکانت البدایة بورقة العمل التی قدمها البنک الاسلامی للتنمیة سب سے پہلے آغاز اس کا ہوا ورقۃ العمل سے ورقۃ العمل ترجمہ ہے ورکنگ پیپر (working paper)، ورقۃ العمل کہا جاتا ہے کسی ایسے مضمون کو کہ جس میں کسی اہم موضوع کے نکات کی نشاندہی کی جائے مثال کے طور پر کسی موضوع پر ہم نے بحث کرنی ہے اس کے لیے کوئی اجتماع منعقد کرنا ہے اس اجتماع کے اندر جو ابتدائی ورقہ پیش کیا جائے اس غرض کے لیے کہ لوگ اس

facebook.com/masimfarooq

بحث کے تمام اغراض وابعاد کو سمجھیں کہ اس مسئلہ کے کیا کیا پہلو ہیں اور کن باتوں پر غور کرنا ہے کیا کیا اس کے ابعاد ہیں کیا کیا اس کے پہلو ہیں اور اگر اس میں مختلف نظریات ہیں تو ان نظریات کے کیا کیا دلائل ہیں پھر ان میں سے کسی ایک کو چُنا جائے اور اس پر بحث کی جائے اور اس کا فیصلہ کیا جائے، ہر کوئی قرارداد نہیں ہوتی ،بلکہ ایک تجویز ہوتی ہے جس میں لوگوں کو اس بات پر تیار کیا جاتا ہے کہ وہ اس موضوع پر غور کریں اس کو کہتے ہیں ورقۃ العمل یعنی ایسے ہوا میں آکر بیٹھ جائیں، پہلے سے کچھ سوچا نہیں موضوع سے متعلق تو کچھ نتیجہ خیز گفتگو نہیں ہوتی، لہٰذا ایسے موقع پر یہ کیا جاتا ہے کہ ورقۃ العمل تیار کیا جاتا ہے، جس کے اندر اس کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا جاتا ہے اس میں بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ لکھنے والا اپنی رائے بھی لکھ دیتا ہے کہ میری رائے یہ ہے لیکن اس میں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس پر غور وفکر کر کے اس پر بحث کریں تو پہلے سے وہ لوگوں کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ غور کر کے آتے ہیں کچھ تیاری کر کے آتے ہیں اس کو کہتے ہیں 'ورقۃ العمل'۔

توسب سے پہلا کام جو ہوا وہ ایک ورقۃ العمل تھا جو پیش کیا تھا بنک اسلامی نے جس کو انگریزی میں اسلامی ڈویلپمنٹ بینک عربی میں اس کا نام ہے البنک الاسلامی للتنمیۃ یہ جدہ میں قائم ہے یہ تمام مسلمان ملکوں کا مشترک بینک ہے آپ کو پتہ ہوگا کہ تمام مسلمان ملکوں کو تنظیم ہے المنظمۃ المؤتمر الاسلامی (اور گنائزیشن آف اسلامک کانفرنس) جس کا مخفّف نام ہے او آئی سی یہ ایک تمام مسلمان ملکوں کی تنظیم ہے یہ پہلے پاکستان ہی میں قائم ہوئی تھی اس موقع پر سربراہی کانفرنس پہلے ہوئی تھی بھٹو صاحب کے زمانے میں تو ہو کانفرنس یہیں پر قائم ہوئی تھی اور وہ تمام مسلمان ملکوں کی مشترک تنظیم ہے تو اس نے پہلے سارے ادارے قائم کیے ہوئے ہیں یہ مجمع الفقہ الاسلامی بھی اس کا ایک ذیلی ادارہ ہے تو اس نے جو ایک بڑا کام کیا تھا کہ ایک بینک قائم کیا تھا اس کا نام ہے 'البنک الاسلامی للتنمیۃ' اس کا مقصود یہ تھا کہ مسلمان ملک باہم ایک دوسرے کی مدد کے لئے سرمایہ فراہم کریں اس بینک کے ذریعہ اصل میں پیش نظر تو یہ تھا کہ کسی وقت یہ بینک عالمی اور انٹرنیشنل مونٹری فنڈ (INTERNATIONAL MONITARY FUND) ان کا احتیاط ہے کہ مسلمان آزاد ہوں اور اپنا بینک خود قائم کریں اصل مقصود تو یہ تھا اگرچہ وہ منزل ابھی بہت دور ہے لیکن کم از کم اتنا ضرور ہے کہ مسلمان ملکوں کی چھوٹی چھوٹی ضروریات ہیں تو ان کو پورا کرنے کے لئے یہ سرمایہ فراہم کرتا ہے اور یہ اللہ تعالی کا خاص فضل وکرم ہے کہ جس وقت یہ بینک قائم ہوا تو اس وقت (حالانکہ اس وقت سارے مسلمان ملکوں کے سربراہ موجود تھے) وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں اس کا چارٹر تیار ہوا لیکن اس بات پر اس اتفاق ہوا کہ یہ شرعی اصولوں پر کام کرے گا، یعنی سودی نہیں ہوگا غیر سودی ہوگا سود کے اوپر کام نہیں کرے گا، بلکہ اسلامی طریقہ پر کام کرے گا تو اس واسطے یہ بڑی خوش آئند بات تھی کہ تمام مسلمان ملکوں میں وہ ملک بھی شامل تھے جو اس طرح سودی وغیرہ کاروبار کرتے تھے لیکن اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا کہ

facebook.com/masimfarooq

اس کو اسلامی بنیادوں پر چلایا جائے اس واسطے اس کا نام البنک الاسلامی للتنمیۃ رکھا گیا اور انگیزی میں اس کا نام DEVELOPMENT BANKISLAMIC رکھا گیا اگرچہ اس میں بعض اوقات کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن بہر حال یہ بات کہ تنہا اس کے چارٹر میں یہ بات داخل ہے کہ اس میں سودی سرمایہ کاری نہیں ہوگی، اسلامی طریقہ پر سرمایہ کاری کرے گا تو وہ اس وقت پہلا بینک تھا یعنی بڑا بینک جو اسلامی اصولوں پر قائم ہوا اور اس کا مرکز جدہ میں ہے تو اس نے یہ ورقۃ العمل پیش کیا تھا۔قدمھاا البنک الاسلامی للتنمیة فی الاجتماع السنوی المحافظی البنک فی اسطنبول الخ: محافظی بینک کہتے ہیں اسٹیٹ بینک کے گورنر۔ مرکزی بینک کے سربراہ کو ہمارے یہاں گورنر اور عربی میں 'محافظ' کہتے ہیں جتنے اسلامی ملک ہیں ان کے مرکزی بینک کے گورنروں کا اجتماع سالانہ ہوا کرتا ہے تو وہ سالانہ اجتماع جو استنبول میں ہوا مارچ ۱۹۸۷ میں تو وہاں البنک الاسلامی للتنمیۃ اس کام کے لئے ایک WORKIN PAPER (ورقۃ العمل) کہ ایسی ایک تنظیم ہونی چاہیئے جو اکاؤنٹنگ اور آڈیٹنگ کے معاییر کو شرعی سانچے میں ڈھالے پھر بہت سی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

لجان جمع لجنۃ بمعنی کمیٹی چھوٹی سی جماعت جو کسی خاص کام کے لیے مقرر ہو کہ تم یہ کام کر واس کو لجنہ کہتے ہیں مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں غور کرنے کے لئے، بہتر طریقے کو تلاش کرنے کے لئے کہ اکاؤنٹنگ کے معاییر مؤسسات مالیہ کے لیے تیار کئے جائیں۔

ان کمیٹیوں سے صادر ہوئیں دراسات: دراسات جمع دراسۃ بمعنی اسٹڈی (study) یعنی مطالعہ اور تحقیق۔ تقاریر بمعنی رپورٹ یعنی بہت سی تحقیقی چیزیں شائع ہوئیں اور رپورٹیں شائع ہوئیں۔

جب ھیئت یعنی یہ تنظیم بن گئی تو ان کی ابتداء ہی سے یعنی ۱۹۹۱ سے ۱۹۹۵ تک ھیئت کا تنظیمی ڈھانچہ مشتمل تھا چار مختلف جماعتوں پر۔

(۱) لجنة الاشراف، یعنی سپروائزری کمیٹی (نگرانی کرنے والی)

(۲) مجلس معايير المحاسبة المالية

(۳) لجنة تنفيذية

(۴) لجنة شرعية

لجنۃ الاشراف نے یہ طے کیا کہ تقویم کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جس کو انگریزی میں (ریلویشن کمیٹی) کہتے ہیں تقویم کا معنی ہے قیمت لگانا یعنی یہ دیکھنا کہ کونسی چیز کی کیا قیمت ہے اور واقعتًہ یہ مفید ہے یا نہیں تو ایسی تشکیل دینے کا فیصلہ کیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ھیئت کا جو نظام اساسیہ ہے اس پر غور کریں (نظام اساسی دستور کو کہتے ہیں) یعنی کسی بھی ادارے کا جو دستور ہوتا ہے جس کے مطابق سارے ادارے کی تنظیم ہوتی ہے اس کو نظام اساسی کہا جاتا ہے تو اس کے دستور پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ اس

facebook.com/masimfarooq

کے تنظیمی ڈھانچے پر نظر ثانی کرنے کے لیے کہ آیا اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے کہ نہیں اور ان ترجیحات کے بموجب جو کے داخل کی گئی دستور کے اوپر اور جن پر لجنۃ الاشراف نے اعتماد کیا۔

مجلس المحاسبۃ و المراجعۃ:اوراب مجلس میں محاسبہ کے ساتھ مراجعہ کا بھی اضافہ کر لیا گیا ہے۔پہلے صرف محاسبہ تھا۔لجنۃ تنفیذیۃ اسی طرح رہی۔لجنۃ شرعیۃ اسی طرح رہی اور امانۃ عامۃ جنرل سیکٹریٹ جس کا سربراہ امین عام ہے یہ ڈھانچے میں تبدیلی ہوئی۔

المجلس الشرعی:

یتکون المجس الشرعی من اعضاء لایزید عددھم عن خمسۃ عشر عضواً:

یعنی اس کی تعیین کرتا ہے مجلس الافتاء یعنی بورڈ آف ٹرسٹیز اور اس کے اعضاء مقرر کئے جاتے ہیں چار سال کے لئے اور یہ ان فقہاء پر مشتمل ہوتے ہیں جو نمائندگی کرتے ہیں مختلف ہیئات الرقابۃ الشرعیۃ کی۔اسلامی مالیاتی اداروں کے یعنی میں نے بتایا تھا کہ ہر مالیاتی اسلامی ادارے کے اندر ایک شرعی آف بورڈ ہوتا ہے تو اس کو ھیئۃ الرقابۃ الشرعیۃ کہتے ہیں(شرعیہ سپروائزری بورڈ)تو ان نمائندوں میں سے ان فقہاء کو لیا جاتا ہے۔اسی طرح اگر کسی مرکزی بینک میں کوئی رقابہ شرعیہ ہے تو اس کے نمائندے یہاں سے لئے جائیں گے اور وہ مہم کام جن کو شامل ہیں مجلس شرعی کام وہ مندرجہ ذیل ہیں:

تحقیق التطابق او التقارب فی التصورات والتطبیقات الخ

تصورات و تطبیقات میں حتی الامکان تطابق یا تقارب پیدا کرنا یعنی وہ مسائل جن میں اختلاف ہو ان میں تقارب یا تطابق پیدا کرنا تاکہ باہمی اختلاف سے بچیں،باہمی ہم آہنگی نہ ہونے سے بچیں۔فتاوی اور تطبیقات کے درمیان مثلاً کسی چیز کو رقابہ شرعیہ نے جائز ہونے کا فتوی دیا اور دوسرے نے ناجائز ہونے کا فتوی دیا تو اب بینک کیا کرے اب بینک کا جو ادارہ ہے اس ناجائز کام کو کرے یہ خیال کر کے کہ دوسرے بینک نے اس کو جائز کہا ہے تو فتوی اور تطبیق میں ہم آہنگی نہ رہے گی بلکہ کچھ ہے اور تطبیق عملی اور تنفیذ اس کے خلاف ہو گی تو یہ عمل کے تقارب اور تطابق پیدا کرنا یہ پہنچائے گا ھیئۃ الرقابۃ الشرعیۃ کے کردار کو فعال بنانے کی طرف۔تفعیل کے معنی فعال بنانا اور دور کے معنی کردار اگر ان کے درمیان تطابق پیدا ہو گیا تو ان کے کردار کو فعال بنائے گا۔

السعی للایجاد المزید من الصیغ الشرعیۃ---الخ:

دوسرا کام اس کا یہ ہے کہ وہ شرعی صیغے(طریقے)مزید تیار کرے یعنی بعض طریقے تو وہ ہیں جو بینکوں کے اندر معروف ہیں مرابحہ ہے لیز نگ ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اب شرعی نئے طریقے بھی ایجاد کرے

facebook.com/masimfarooq

جو مؤسسات مالیہ اسلامیہ کو ارتقاء کے ساتھ دینے کے قابل بنائے، مراکبہ اصل میں مرکب سے نکلا ہے بمعنی جلوس کے ساتھ چلنا اور تطور کے معنی ارتقاء۔ تو ارتقاء کے جلوس کے ساتھ ہونے کے جملہ کا معنی یہ ہوا کہ یہ قدرت دے اسلامی مالیاتی اداروں کو کہ وہ ساتھ چلے ارتقاء کے صیغ اور اسالیب میں کیونکہ نئے نئے صیغے اور اسالیب سامنے آتے ہیں تو اس کے ساتھ یہ بھی چل سکے۔ لوگوں کو سرمایہ فراہم کرنے کے میدان میں اور لوگوں کے احوال کو سامایہ کاری لینے کے میدان میں اور دوسری بینکی خدمات کے سلسلے میں جو نئے نئے اسالیب سامنے آتے ہیں ان کے ساتھ چل سکے۔

النظر فيما يحال المجلس من المؤسسات المالية الاسلامية الخ

ان مسائل میں غور کرنا جو حوالے کیے جائیں مجلس کی طرف اسلامی مالیاتی اداروں کی طرف سے یا هیئۃ الرقابۃ الشرعیۃ کی طرف سے چاہے وہ سپردگی اس لئے ہو کہ رائے شرعی یہ ظاہر کرے ایسے مسائل جن میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے یا مختلف جو رائے ہیں ان میں فیصلہ کن موقف اختیار کرنا بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ دو مالیاتی اداروں کے درمیان تنازع پیدا ہو گیا اور وہ حکم بنانا چاہتے ہیں تو مجلس کو حکم بنا سکتے ہیں۔

دراسة المعايير التى تعمل الهيئة على اصدارها

چوتھا کام اس مجلس کا یہ ہے کہ یہ وہ معاییر جن کے صادر کرنے پر محاسبہ اور مراجعہ کے بارے میں ھیئۃ کام کر رہی ہے تو ان کے بارے میں غور کرنا کہ آیا یہ شرعی لحاظ سے درست ہے یا نہیں یا اخلاقیات کے بارے میں بھی کہ بینکوں کو کیا خلاق اپنانا چاہیئے تو یہ مجلس اس کو منظور کرے گی کہ آیا شرعی اعتبار سے یہ درست ہے یا نہیں تاکہ یہ ہر مختلف مرحلے پر جو بیانات صادر ہوں وہ شریعت اسلامی کے احکام اور مبادی کے مطابق ہوں۔

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (1)

المتاجرة في العملات

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا المعيار الى بيان احكام المتاجرة فى العملات وشروطها وضوابطها الشرعية۔۔۔الخ

پہلے تو اس تقدیم کے اندر بتایا کہ اس معیار میں کیا بیان کرنا مقصود ہے۔

معیار کے بارے میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی بھی معاملے کے بارے میں جو بنیادی اصول ہیں معیار کے اندر اس کا بیان ہوتا ہے، تو اس معیار میں بیان کرنا مقصود ہے احکام المتاجرۃ فی العملات۔

عملات جمع ہے عملۃ کی معنی ہے کہ کسی بھی ملک کی جو کرنسی بطور نقد استعمال ہوتی ہے اس کو عملہ کہتے ہیں (تو اس میں متاجرۃ یعنی اس کی تجارت) کرنسیوں کی تجارت، تو اس معیار میں کرنسیوں کی تجارت کے بارے میں بیان کرنا مقصود ہے اور بعض ایسی تطبیقات (عملی تنفیذ) جس کا اسلامی مالیاتی اداروں کے اندر رواج ہے، اور جب لکھتے لکھتے قوسین کے اندر کسی مختصر عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آئندہ اس معیار کے اندر مؤسسہ کا لفظ جب استعمال ہو گا تو اس سے مراد المؤسسات المالیۃ الاسلامیہ ہو گا، تو مطلب یہ ہے کہ اس معیار کے اندر عملات (کرنسیوں) کے باہمی متاجرہ کے احکام، ضوابط، اور شروط بیان کرنا مقصود ہے۔ اور اس میں جو بعض مختلف عملی صورتیں اسلامی مالیاتی ادروں کے اندر رائج ہیں ان کا بھی کچھ بیان مقصود ہوتا ہے۔

نص المعيار:

نطاق المعيار :يطبق هذا المعيار على قضايا القبض الحقيقى والقبض الحكمى ۔۔۔الخ

جب کوئی معیار مقرر کیا جاتا ہے تو پہلے، اس میں اس کے حدود بیان کی جاتی ہیں، کہ اس معیار میں کن کن باتوں کا ذکر ہو گا، اور کن کن باتوں کا ذکر نہیں ہو گا۔

نطاق: اصل میں کمر بند کو کہتے ہیں۔ کمر بند کسی چیز کو احاطے میں لیا ہوا ہوتا ہے، تو اس کیلئے نطاق کا لفظ استعمال ہوتا ہے آجکل کی اصطلاح میں کسی چیز کی حدود بیان کرنا، نطاق کہلاتا ہے۔

انگریزی میں اس کو SCOPE کہتے ہیں، کسی بھی چیز کا اسکوپ یہ ہے کہ یہ کس حد تک وسیع ہو گا اور کس حد تک وسیع نہیں ہو گا، جب بھی کسی چیز کا تعارف کرایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس کا اسکوپ کیا ہو گا، اسی کو عربی میں نطاق سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو نطاق المعیار کا معنی ہو گا کہ، اس معیار کا اسکوپ کیا ہو گا، اور یہ کس حد تک کن کن چیزوں کو شامل ہو گا، اور کن کن چیزوں کو شامل نہیں ہو گا۔

يطبق هذا المعيار۔۔۔الخ

یہ معیار منطبق ہو گا قبض حقیقی اور قبض حکمی کے مسائل پر کہ، عملات میں قبض حقیقی کس طرح متحقق ہو گا، اور قبض حکمی کس طرح متحقق ہو گا، اور عملات کے باہمی تعامل میں جو جدید آلات اتصال ہیں

facebook.com/masimfarooq

،(یعنی مواصلات کے جدید ذرائع مثلاً ٹیلی فون، فیکس اور ای میل وغیرہ)ان کو کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے؟اور اس کی وجہ سے ان کے احکام میں کس طرح سے فرق واقع ہو گا؟،اور جو دین پہلے سے کسی شخص کے ذمے عائد ہو،اس کے ذریعہ صرف کا عقد کرنا،وہ جو آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث پڑھی ہے کہ بقیع کے اندر ابل یعنی اونٹ دراہم سے بیچا کرتے تھے پھر دینار سے ثمن وصول کرتے تھے اور بعض اوقات دینار میں بیع ہوتی تھی اور وصول کرتے تھے دراہم سے،جب آنحضرت ﷺ سے پوچھا،تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس دن بیع ہوئی ہے،اسی دن کے اعتبار سے قیمت وصول کرنا،اس کو کہتے ہیں ،صرف مافی الذمۃ،یعنی جب بیع ہوئی تھی مثلاً دینار سے تو دینار ہی ذمہ میں واجب ہوئے تو وہ مافی الذمہ ہو گئے اب اگر اس کو دراہم سے بدلا یا جائیگا،،تو یہ درحقیقت صرف ہے مافی الذمہ کا،جو دین ذمہ میں واجب تھا اس کا صرف کر دیا، تو اس کے احکام بھی اس میں بیان ہونگے،اسی طرح مالیاتی بازاروں میں جہاں کرنسیوں کے تعاملات ہوتے ہیں،اس کا بھی اس میں ذکر ہو گا۔اسی طرح عملات کی بیع میں مواعدۃ (مواعدۃ کہتے ہیں کہ عقد ابھی تک بیع کا نہیں ہوا لیکن دونوں طرف سے بیع کا وعدہ ہو گیا کہ ہم فلاں وقت میں بیع کریں گے تو اس کا کیا حکم ہو گا)اس کا بھی ذکر آئیگا،اور اگر کرنسیوں کی بیع میں اجل کو شرط قرار دیا جائے یعنی بیع نسیئۃً ہو تو اس کا کیا حکم ہو گا، یا احد البدلین کی حوالگی کو مؤخر کرنا کہ مؤخر کر دیا جائے کہ بیع تو ابھی ہو گئی لیکن اس کی جو قیمت ہے ایک طرف سے وہ ہم کل، یا شام کو دیدیں گے،اس کے احکام کا بیان ہو گا،اور بعض ایسی صورتوں کا بیان ہو گا، کہ جن کی اسلامی مؤسسات میں تطبیق ہوتی ہے،یعنی اس پر عمل ہوتا ہے۔

عملات کی متاجرت کے بغیر (یعنی تمام احکام صرف کا بیان مقصود نہیں)اسی طرح سونا چاندی کی بیع میں صیاغت کا کوئی اثر ہوتا ہے یا نہیں؟اس پر بھی اس معیار میں کوئی بحث نہیں ہو گی،یعنی مسئلہ یہ ہے کہ سونا چاندی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ڈلیوں کی صورت میں ہو،تو اس میں تفاضل ہے ہی حرام، لیکن اگر سونا چاندی کو ڈھالدیا گیا ہو اور اس سے کوئی زیور بنالیا گیا ہو تو اس میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ صیاغت کے مقابلے میں قیمت رکھی جاسکتی ہے،لہذا فرض کرو کہ سونے کا ایک زیور ہے،سونے کی ہار بنی ہوئی ہے،تو وہ اگر سونے سے بیچا جارہا ہے (یعنی اس کی ڈھلی سے)تو یہ عین ممکن ہے کہ جو ہار ہے،وہ تو مثلاً دس تولہ کا ہے،اور اس کو بیچا جائیگا بارہ تولہ میں تو اس صورت میں دس تولہ دس تولہ کے برابر ہو جائیگا اور ایک تولہ صیاغت کے مقابلے میں ہو گا،یہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے،اور جمہور کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں،تو اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ذہب اور فضہ کی بیع میں صیاغت کا اثر ہوتا ہے یا نہیں،اس مسئلہ سے یہ معیار تعارض نہیں کرے گا،اسی طرح وہ حوالے جو صرف سے خالی ہوں،یعنی جس کے درمیان صرف نہ آتی ہو، صرف حوالہ کرنا ہو، مثلاً میرا دین کسی کے ذمہ واجب ہے تو میں اپنے دائن کو حوالہ کرتا ہوں ،کہ بجائے اس کے کہ کہ آپ مجھ سے وصول کریں، میرے مدیون سے وصول کریں،تو اگر یہ حوالہ محضہ ہے

facebook.com/masimfarooq

اس میں صرف درمیان میں نہیں ہوتا،اس کا بھی یہاں پر ذکر نہیں ہو گا، لیکن ایسے حوالے کا ذکر ہو گا جس میں صرف بیچ میں آرہی ہو، جیساکہ سعودی کوئی سعودی عرب سے پاکستان پیسے بھیجنا چاہ رہا ہے تو وہاں وہ ریال دے گا،اور پاکستان میں وہ ریال روپے میں پہنچے گا، تو یہ حوالہ بھی ہے ،اوراس کیساتھ ساتھ صرف بھی ہے۔ کیونکہ ریال کو پاکستانی روپے میں تبدیل کیا گیا ہے،اس معیار میں اس سے بحث ہو گی، لیکن وہ حوالہ جس میں صرف نہ ہو،اس سے بحث نہیں ہو گی۔

اسی طرح اس معیار میں کمبیالات یعنی بل آف ایکسچینج(BILL OF EXCHANGE) کی کٹوتی سے بھی بحث نہیں ہو گی ،اور بل آف ایکسچینج یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص سامان خریدتا ہے، تو خریدار بعض اوقات یہ لکھ کر دیتا ہے، کہ میرے ذمہ اشیاء کی اتنی قیمت واجب ہے اور میں وہ قیمت تین مہینے بعد ادا کروں گا،اس کو انگریزی میں بل آف ایکسچینج اور عربی میں کمبیالہ کہتے ہیں،اور ان میں آج کل عموماً سودی طریقہ رائج ہے، کہ بائع جس کے پاس کمبیالہ ہے،اسے اس کی رقم تین مہینے بعد ملنی ہے، تو وہ چاہتا ہے، کہ تین مہینے بعد کے بجائے جلد وہ رقم مل جائے، تو اس غرض سے وہ بینک کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کمبیالہ دس ہزار روپے کا ہے تم مجھ سے نو ہزار نو سو میں خرید لو،اور وہ اس طرح بینک کو کم قیمت میں بیچ دیتا ہے،اور اس کو فوراً نو ہزار نو سو روپے مل جاتے ہیں اور بینک مقررہ وقت پر دس ہزار وصول کر لیتا ہے اور اس طرح بینک کو کمیشن بھی مل جاتا ہے ،اور یہ عمل کہ کمبیالہ کو پیش کر کے اس سے فوری رقم حاصل کرنا اور بینک کا اس میں سے کمیشن وضع کر لینا ''خصم الكمبيالہ '' کہلاتا ہے ،یعنی کمبیالہ کے اندر کٹوتی کرنا، تو اس معیار میں اس سے بھی بحث نہیں ہو گی ، یہ تو بتایا گیا کہ اس معیار میں کون کونسے موضوعات سے بحث ہو گی اور کون کونسے موضوعات سے نہیں ہو گی۔

الحکم الشرعی لمتاجرۃ فی العملات :

یہ دوسرا فقرہ ہے اس کا کہ کرنسیوں کی تجارت جائز ہے بشرطیکہ مندرجہ ذیل احکام واضوابط کی پابندی کیا جائے یہ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض افراد ہیں آجکل بھی جو یہ کہتے ہیں کہ عملات کا متاجرہ جائز نہیں ،یعنی صرف کو تو جائز کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ متاجرہ جائز نہیں، متاجرہ اور صرف میں وہ فرق یوں کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو ضرورت ہے کسی کرنسی کی اور اس کرنسی کی ضرورت کے ماتحت وہ صرف کا عقد کرتا ہے مثال کے طور پر مجھے سعودی عرب جانا ہے اور ریال کی ضرورت ہے تو میں اپنی اس ضروروت کے ماتحت اگر جاکر پاکستانی روپے سے ریال خریدو، تو یہ میرا صرف ہے، صرف کا عقد ہے لیکن متاجرۃ کا مطلب یہ ہے کہ میں ریال اس غرض سے خریدو کہ مجھے ابھی ضرورت نہیں اس کی لیکن میں اس غرض سے خرید رہا ہوں کہ اس ریال کو خرید کر رکھوں گا اور ریال خریدنے کئے بعد کسی وقت اگر ریال کی قیمت بڑھ گئی تو اس کو بازار مین فروخت کروں گا یا مختلف کرنسیاں میں اس غرض کے تحت خرید کر رکھی ہوئی

facebook.com/masimfarooq

ہے کہ جس کرنسی کی قیمت بڑھے گی اس کو بیچ دونگا اور کس کی کم ہو گی اس کو خرید لوں گا تو یہ متاجرہ ہے تو بعض حضرات کا خیال یہ کہ صرف تو جائز ہے لیکن متاجرہ جائز نہیں اس واسطے کہ متاجرہ میں ہوتا یہ ہے کہ اس وقت جو کرنسیوں کے بازار میں اس کے اندر سٹا چلتا ہے لوگ کرنسیوں کا کاروبار اس غرض سے نہیں کرتے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے بلکہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ خود اسی کو نفع اندوزی کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے اس کے اندر بسا اوقات یہ ہوتا کہ افواہیں پھلا دیتے ہیں کہ فلاں کرنسی کی قیمت گرنے والی ہے تو لوگ اس کے اوپر گرپڑتے ہیں جھپٹ پڑتے ہیں کہ جلدی اسے اس کو بیچ دے تاکہ قیمت گرنے سے پہلے پہلے بیچ دے بعض مرتبہ اس کے برعکس ایسے افواہیں پھلا دیتے ہیں جس کے نتیجے میں بازار میں ایک قسم کی ناہمواری اور بہران پیدا ہوتا ہے تو وہ جن کو سٹا(pecoltion) کہا جاتا ہے وہ مال کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے تو بعض حضرات جو المجلس الیہرعی میں سرفہرست ہے اس کے تیسرے نمبر پر الشیخ الصدیق محمد الامین الضریر یہ بڑے اچھے عالم اور فقیہ ہیں اور فقہ بڑی اچھی نگاہ ہے، جامعہ الخرطوم کے استاد ہیں اور اس وقت سوڈان کے اندر جو مرکزی بینک ہے اس کے شرعی آف بورڈ کے بھی یہ چرمین ہیں مذہب کے اعتبار سے مالکی ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ متاجرہ کی اجازت نہیں، البتہ صرف کی اجازت ہے اور وہ یہ بات ان مفاسد کی وجہ سے کہتے ہیں جو کرنسی کے اندر سٹے کے بازار میں پیدا ہو رہے ہیں اس کی وجہ سے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی اجازت نہ دی جائے لیکن اکثر حضرات نے دو وجہ سے ان کی اس موقف کو تسلیم نہیں کیا، پہلی وجہ ان کے موقف تسلیم نہ کرنے کی یہ ہے، کہ شرعی اعتبار سے کوئی نص یا کوئی فقہی اصول ایسا نہیں ہے کہ جس کے بنیاد پر یہ کہا جائے کہ فلاں مقصد کے تحت تو خرید وفروخت جائز ہے، لیکن فلاں مقصد کے تحت جائز نہیں، اگر سعودی ریال اور پاکستانی ریال کے درمیان تبادلہ جائز ہے اور ان کے درمیان باہم شراء ہو سکتی ہے تو شریعت کے اندر ایسی کوئی دلیل نہیں جو یہ کہے کہ تمہیں فوری ضرورت ہو تو خرید سکتے ہو اور فوری ضرورت نہ ہو اور اس سے تجارت بھی مقصود ہو تو خرید نہیں سکتے، تو ایسی کوئی دلیل قرآن وسنت میں یا فقہی اصولوں میں نہیں دوسری بات یہ کہ جو کہتے ہیں کہ اس سے مفاسد بہت پیدا ہو رہے ہیں، تو وہ اگر غور کیا جائے تو شریعت نے ''بیع صرف'' کے احکام میں جو کڑی پابندیاں لگادی ہیں اگر ان پابندیوں کا پورا لحاظ ہو تو وہ مفاسد رونما ہو ہی نہیں سکتے، مثال اس کی یہ ہے شریعت کے اندر کہ بیع صرف کے اندر اگر دونوں طرف سونا چاندی ہو یا حکما سونا چاندی ہو جس کی بنیاد پر یہ معیار بنایا گیا ہے کہ جیسا ابھی تفصیل سے عرض کرونگا تو اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ تقابض فی المجلس ہو اور جتنے یہ سٹے کے کاروبار ہوتے ہیں ان میں کہیں تقابض فی المجلس نہیں ہوتا، وہ صرف زبانی جمع خرچ ہوتا ہے اور حقیقت میں کرنسی کے حوالے کرنا دونوں طرف سے تو درکنار ایک طرف سے بھی دین پر قبضہ متحقق نہیں ہوتا، بس صرف اتنا ٹلیفون پر کہ دیا کہ میں نے تم سے اتنے سوئس فرنگ خرید لئے اتنے ڈالر کے عوض میں، بس ہو گئی بات، بیع ہو گئی، اب اس کے بعد جب وقت آئیگا کہ یہ سوئس فرنگ اس کے پاس

facebook.com/masimfarooq

ہیں،اور ڈالراس کے اپاس ہیں، لیکن جب وقت آئیگاتو وقت آنے کے اوپر وہ کہے گا، کہ میں نے آپ کے پاس جو رکھے تھے وہ میں فلاں کو بیچ دیئے تو اس کے نتیجے میں وہ کسی بھی جگہ پر حقیقی تحویل وتسلیم متحقق نہیں ہو گی تو جتنے بھی سٹے کے کاروبار ہو رہے ہیں تو ان کے اندر یہ بنیادی بات ہوتی ہے کہ قبض حقیقی متحقق ہوتا ہی نہیں ،تو اگر صرف کی ساری شرائط پائی جائیں تو مفاسد رونما ہو ہی نہیں سکتے اس لئے یوں کہنا کہ یہ مفاسد پائے جارہے ہیں اس واسطے یہ جائز نہیں، یہ بات صحیح نہیں، رہا یہ کہ قصہ کہ جب ہم اس بیع اور متاجرہ کو جائز کہیں گے تو یہ ایسے ہی ہے جس طرح اور اشیاء کے اندر متاجرۃ کو جائز قرار دیا اور ان اشیاء کے اندر متاجرہ کو جائز قرار دینا تابع ہوتا ہے تمام شرعی احکام کی جن میں احتکار بھی داخل ہے

احتکار کہتے ہیں کہ جس چیز کی بازار میں ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ چیز بازار میں نہیں لاتا اس واسطے کہ میں اس وقت نکالوں گا جب بازر میں اس کی قیمت بڑھے گی مقصود یہ کہ اس کی قلت پیدا ہو۔۔۔۔تو احتکار جس طرح کے اور اشیاء کے اندر ممنوع ہے اسی طرح کرنسی کے اندر بھی ممنوع ہے اس لئے جب ہم کہتے ہیں کہ متاجرہ فی العملات جائز ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام ان شرائط اور احکام کے مطابق جائز ہے جو شریعت نے بیع کے لئے مقرر فرمائی ہے ان میں ہر چیز داخل ہے،ان میں احتکار کی ممانعت بھی داخل ہے لہذا اگر کوئی شخص ایسے وقت میں کرنسی روک کر رکھے گا جبکہ لوگوں کو ضرورت ہے تو یہ احتکار میں شامل ہو گا اور ممنوع گا، لیکن مطلقاً یہ کہنا کہ متاجرہ فی العملات ناجائز ہے یہ بات درست نہیں اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ آج کل تو یہ ہوتا ہی نہیں کہ کوئی کرنسیوں کو اٹھا کر صندوق میں رکھ دیں بلکہ صرف کاغذی کاروائی ہوتی ہے،اور زبانی جمع خرچ ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں کوئی اٹھا کر رکھتا ہی نہیں اس طریقہ سے ،تو اس واسطے تمام حضرات نے اس کے اس موقف سے اتفاق نہیں کیا،اور کہا کہ "یجوز المتاجرۃ فی العملات بشریطۃ مراعاۃ الاحکام و ضوابط الشرعیۃ الاتیہ" لیکن ان شرائط اور ضوابط کا اگر لحاظ ہو تو جائز ہے لیکن واقعہ یہ کہ جو شرائط اگے آرہی ہیں ان کا اگر لحاظ کیا جائے تو سٹا کا کاروبار چل سکتا ہی نہیں یہ جو جتنی عالمی بازاروں مین کرنسیوں کے سٹے کے کاروبار ہین وہ ان شرائط کے ساتھ کسی بھی طرح میل کھا ہی نہیں سکتا، کبھی چل نہیں سکتا، وہ اسی وقت ہو گا جب ان میں سے سٹے کا عنصر نکال لیا جائے، تو پھر وہی ایک تجارت ہو گی ورنہ نہیں دوسری بات یہ ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ متاجرہ فی العملات اس وقت جائز ہے جبکہ دونوں طرف مختلف کرنسیاں ہوا گر کرنسیاں ایک ہی ہیں تو ان میں متاجرہ ہو ہی نہیں سکتا اس واسطے کہ ایک کرنسی مثلاً روپے کو روپے بدلے بیچا جائیگا تو اس میں تفاضل حرام ہے،جب تفاضل حرام ہے تو اسمیں متاجرہ ہو ہی نہیں سکتا لہذا یہ متاجرہ اس صورت میں ممکن ہے جبکہ باہم کرنسیاں دونوں مختلف ہوں یعنی مختلف الجنس ہو،تب متاجرہ ہو سکے گا ورنہ نہیں اب وہ شرائط کیا ہیں

facebook.com/masimfarooq

أن يتم التقابض قبل التفرق سواء كان القبض حكميا ام حقيقيا، جانبین سے "تقابض" تفرق عاقدین سے پہلے پہلے ہو جائے یہ ضروری ھے کیونکہ صرف کے تمام احکام اس کے اوپر جاری ہونگے اس واسطے صرف کے احکام مین یہ بات بھی داخل ہے کہ جانبین سے تقابض ہو جائے۔

اب یہاں سے یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ اگر کرنسیاں سونے اور چاندی پر مشتمل ہوتی ہیں، سونے کی کرنسی ہے یا چاندی کی یا سونے چاندی کے سکے ہیں جس طرح قدیم زمانے میں جاری ہوتے تھے، درہم اور دینار سب پر تقابض قبل تفرّق العاقدین کا شرط ہونا متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لیکن ہمارے زمانے میں سونے چاندی کے سکے تو ختم ہو گئے۔ اب یا نوٹ ہیں یا وہ سکے ہیں جو دھات وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں تو سکّوں کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دو چونکہ زیادہ تر تعامل نوٹوں کے ذریعے سے ہوتا ہے تو ان نوٹوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں ہمارے علماءِ عصر کے درمیان ایک خاصا اہم اختلاف ہے۔

نمبر ۱: ایک نقطۂ نظر تو یہ ہے کہ یہ نوٹ بذاتِ خود مال ہی نہیں ہے یہ تو ایک رسید ہے اور اس کی اصل اس طرح چلی تھی کہ کوئی آدمی جا کر پیسے رکھ دیتا تھا اس کے بدلے میں بینک ایک رسید جاری کر دیتا تھا چنانچہ امداد الفتاوی میں آپ دیکھیں گے کہ سارے فتاوی اسی بنیاد پر مبنی ہیں کہ یہ ایک رسید ہے یہ بذات خود ایک مال نہیں لہذا اگر کوئی شخص یہ کسی فقیر کو دیگا تو زکاۃ ادا نہ ہو گی جب تک کہ وہ فقیر اس سے کوئی چیز خرید نہ

اختلاف یہ ہے اس بارے میں تین نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں

لے لہذا وہ اگر فقیر سے ضائع ہو گیا جل گیا تو دینے والے کی زکاۃ ادا نہیں ہو گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان نوٹوں کے ذریعے سونے چاندی کی خرید و فروخت جائز نہیں اس واسطے کہ سونے چاندی کی خرید و فروخت میں ضروری ہے تقابض فی المجلس اور تقابض فی المجلس ہو نہیں سکتا اس واسطے کہ اس نے آپ کو سونا دیا اور آپ نے اس کو رسید دی (یعنی نوٹ دیا) اور نوٹ تو رسید ہے یہ اصل مال تو نہیں ہوا لہذا تقابض نہ ہوا اس واسطے اس سے (نوٹوں سے) سونا چاندی کی خرید و فروخت ہو ہی نہیں سکتی اسی پر امداد الفتاوی میں فتوی ہے

۲۔ **دوسرا مؤقف اور نقطہ نظر:** یہ ہے کہ یہ خود ثمن عرفی بن گئے یعنی ایسا نہیں ہے کہ صرف رسید بن گئی ہو بلکہ یہ ثمن عرفی ہے ثمن عرفی کا معنی یہ ہے کہ اگرچہ یہ خلقۃً ثمن نہیں تھے لیکن عرف اور اصطلاح نے اس کو ثمن بنا دیا جیسے کہ کوئی کاغذ کسی کے سکے جاری کر دے یا چمڑے کے سکے جاری کر دے اور حکومت کہہ دے کہ یہ ثمن ہے تو یہ ثمن عرفی ہے جیسا کہ قدیم زمانے میں فلوس ہوتے تھے لہذا ان کے سا حکام ان پر جاری ہونگے

facebook.com/masimfarooq

۳۔ تیسرا مؤقف یہ ہے کہ: اب ان کا چلن ساری دنیا میں اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ سونا چاندی معاملات کے اندر سے بالکل ختم ہو گیا ہے تو اس واسطے یہ اس وقت سونے چاندی کے قائم مقام ہو گئے ہیں یعنی سونے چاندی کے جتنے احکام ہیں وہ سب اس پر عائد ہوں گے۔

پہلا مؤقف جو میں نے عرض کیا کہ یہ نوٹ رسید ہیں اسی پر کچھ عرصے تک فتاویٰ چلتے رہے، لیکن اب اس کے بعد زمانہ کے حالات بدلے، جس زمانہ میں فتاویٰ دے گئے تھے یعنی حضرت تھانویؒ کے زمانہ میں، تو ان نوٹوں کے پیچھے سونا یا چاندی ہوا کرتی تھی، لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ اب ان کے پیچھے سونا ہے نہ چاندی ہے، آج کل نہ ریال پر اور نہ ہی ڈالر پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے اتنا سونا یا چاندی ہے تو رفتہ رفتہ لکھنے کا سلسلہ بھی ختم ہوتا جارہا ہے تو یہ ثمنِ عرفی بن گئے، ذاتی طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ثمنِ عرفی ہیں اور ان کا حکم فلوس جیسا ہے، لیکن فلوس جیسا ہونے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ان میں تفاضل جائز ہو گیا ہے، یا ربا جائز ہو گیا ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، یعنی اس پر میرے نزدیک وہ احکام جارہ ہوں گے جو احکام بیع الفلس بالفلسین پر فقہاء کے درمیان جاری ہو سکتے ہیں، اس پر آپ نے پڑھا ہوگا کہ اگر ایک فلس کو دو فلسوں کے عوض فروخت کیا جائے تو اگر وہ دونوں طرف غیر متعین ہے تو اس میں تفاضل ناجائز ہے، لیکن اگر غیر متعین نہیں بلکہ کسی ایک جانب سے متعین کر لئے گئے کہ یہ روپیہ ان دو روپے کے عوض میں تو شیخین فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے، لہٰذا ایک روپے کو دو روپے سے نہیں بیچا جاسکتا، اس لئے ربا تو اس میں نہیں ہو سکتا، تفاضل حرام ہے، تفاضل کیوں حرام ہے یہ ایک دوسری بحث ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک علتِ ربوا قدر مع الجنس ہوتی ہے اور جب ان کو ثمنِ عرفی قرار دیا تو ان میں قدر نہیں ہے، کیونکہ یہ نہ کیلی ہے اور نہ وزنی ہے بلکہ عددی ہے، اور عددی اشیاء کے اندر تو ربا جاری نہیں ہوتا، عددی اشیاء کے اندر اگر کوئی شخص ایک انڈا دو انڈوں کے بدلے بیچے تو یہ جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ایک روپے کو دو روپے کے عوض بیچے تو جائز ہونا چاہئے اس واسطے کہ اس میں نہ وزن ہے نہ کیل ہے لیکن اس کے حرام اور ناجائز ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اصل ربوا جس کو قرآن نے حرام کر دیا تھا وہ ہے الفضل الخالی عن العوض یہ جو بحث آئی ہے کہ قدر او جنس ہونی چاہئے اس کا تعلق ربوا الفضل سے ہے لیکن اصل ربو جس کو قرآن نے حرام کر دیا ہے الفضل الخالی عن العوض تو جہاں پر بھی کوئی تبادلہ اس طرح کا ہو گا کہ جسمیں الفضل الخالی عن العوض لازم آئے تو وہ ربوا ہو جائیگا عام اشیاء جو متعین بالتعیین ہوتی ہیں ان میں یہ ہوتا ہے کہ کہ کوئی وصف ہوتا ہے اور ان میں شرعاً وصف معتبر ہوتا ہے لہذا اگر ایک کتاب دو کتابوں کے عوض آپ فروخت کر رہے ہیں تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کی کتاب، تو کتاب کے عوض میں اور دوسری کتاب اس کتاب کے کسی وصف کے عوض میں ہے لہذا دوسری کتاب خالی عن العوض نہ رہی لیکن اثمان

facebook.com/masimfarooq

ہو جاتے ہیں وہ اثمان متساویہ مطلقا ہوتے ہیں لیکن ایک روپیہ قطعا ایک روپے کے مساوی ہیں کیونکہ اثمان میں اوصاف ہدر ہیں ایک بالکل چمکتا ہوا نوٹ ہے اور ایک میلا کچیلا نوٹ دونوں کی قیمت برابر ہے حالانکہ وصف کے مقابلے میں وہ کیس زیادہ ہے اور یہ کہیں اس کے مقابلے میں کم ہے لیکن اوصاف اس میں شریعت نے ہدر کر دئے ہیں اور عرف نے بھی ہدر کر دئے اوصاف ہدر ہونے کے نتیجے میں اب ہر روپیہ دوسرے روپیہ کے مثل ہے قطعاً اور اس میں فرق کی گنجائش نہیں اور جب قطعاً مثل ہے تو جب ایک روپیہ دو روپے سے بیچا جائے گا تو ایک روپیہ تو ایک روپیہ کے مقابلے میں ہو گیا اور دوسرا روپیہ خالی عن العوض رہا لہذا یہ ربا ہو گیا اگر اوصاف معتبر ہوتے تو یہ کہہ سکتے کہ یہ دوسرا روپیہ پہلے روپے کے کسی وصف کے مقابلے میں ہے لیکن ان میں اوصاف معتبر نہیں اس واسطے یہ خالی عن العوض ہو گیا اور ربا کی تعریف میں داخل ہو گیا لہذا ربا ہو گیا لیکن ربا ہونے کے باوجود میرے نزدیک صرف نہیں ربا جاری ہونا تو الگ بات ہے لیکن اس میں صرف کے احکام جاری نہیں ہونگے کیونکہ صرف کے احکام جاری ہوتے ہیں اثمانِ خلقیہ (ذھب وفضہ میں) اور یہ ذھب اور فضہ ہے ہی نہیں لہذا یہ صرف کے احکام نہیں صرف کے احکام نہ ہونے کا نتیجہ یہی ہے کہ اس میں تقابض فی المجلس ضروری نہیں، لہذا اگر قبض احد البدلین ہو جائے تو عقد صحیح ہو جائے گا ایک طرف سے قبضہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر دونوں طرف قبضہ نہ ہوا تو بیع الکالی بالکالی لازم آجائی گی کیونکہ یہ متعین بالتعیین تو ہوتے نہیں لہذا جب تک ان پر قبضہ نہ کیا جائے تو یہ دین ہے کیونکہ جب تک قبضہ نہ کیا جائے گا یہ متعین ہونگے نہیں تو یہ ذمہ میں دین رہینگے تو اگر دونوں طرف سے قبضہ نہ کیا جائے تو دونوں کے ذمہ دین ہوا تو بیع الکالی بالکالی ہو گیا، اس واسطے ناجائز ہو جائے گا، لیکن اگر ایک طرف سے قبضہ ہو گیا تو جس طرف سے قبضہ ہوا وہاں عین بن گیا اب اگر دوسری طرف دین ہے تو بیع الدین بالدین اور بیع الکالی بالکالی نہ ہوئی بلکہ ایک طرف سے دین ہے او تر دوسری طرف عین ہے اس لیے قبض احد البدلین ضروری ہے مثلاً آپ پاکستانی روپے بیچ رہے ہیں ریال سے تو یا تو آپ پاکستانی روپے اس کو ابھی دے دے اور ریال بعد میں لے اور یا ریال پہلے لیں اور پاکستانی روپے بعد میں دے لیکن ایک طرف سے قبضہ دینا ضروری ہے البتہ دونوں طرف سے قبضہ ہونا اس لئے ضروری نہیں کہ ثمن خلقی نہیں صرف کے احکام اس پر جاری نہیں ہونگے تو میرے نزدیک ان نوٹوں کی حیثیت اثمان عرفیہ کی ہے اس معنی میں کہ ان کا باہمی تفاضل حرام ہے کلیکن صرف اس میں جاری نہیں ہوتا لہذا اس میں تقابض فی المجلس ضروری نہیں بلکہ قبض احد البدلین بھی اس میں کافی ہے یہ ہے میرا موقف، اور مجاہد الاس؛لام کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے اس میں ایک مرتبہ یہ موضوع زیرِ بحث آیا تو ہندوستان کے سارے دار الافتاء کو یہ بیجا گیا تھا تو تقریبا ننانوے فیصد علماء نے میرے اس موقف سے اتفاق کیا البتہ عرب کے تمام علماء متفق ہے اس بات پر کہ نوٹوں میں بھی صرف جاری ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ نوٹ اب قائم مقام ہوگئے ہیں سونا اور چاندی کے لہذا ان پر تمام وہ احکام عائد ہونگے جو سونے اور چاندی

facebook.com/masimfarooq

پر ہوا کرتے تھے اور اس کے نتیجہ میں وہ کہتے ہیں کہ خواہ کرنسیوں جنس مختلف ہو جائے مختلف بننے کے باوجود تقابض فی المجلس ضروری ہے اگر مجلس میں قبضہ نہ ہو گا تو عقد صحیح نہ گا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ نوٹ سے اگر آپ سونا چاندی خرید نا جا رہے ہیں تو تب بھی تقابض فی المجلس ضروری ہے کیونکہ نوٹ کو انہوں نے سونے کے مثل کر دیا لہذا جب سونچاندی خریدا جائیگا تو یہ ایسا ہی ہے کہ سونے کو سونے سے خریدا جا رہا ہے تو ان کے نزدیک اس کے اندر بھی تقابض فی المجلس ضروری ہے البتہ انہوں نے قبضہ کے تعریف میں تھوڑی سی توسیع اختیار کی وہ کہتے ہیں کہ قبضہ ہر چیز کا اس کے مناسب ہوتا ہے لہذا اگر کسی نے کسی کو چیک دے دیا یا تو چیک پر قبضہ کر لینا بھی اصل پر قبضہ کر لینے کے حکم میں ہے ذرا سمجھ لو بات مثال کے طور پر ایک شخص ہے سعودی عرب سے پاکستانی پیسے بیجنا چاہتا ہے اس نے کسی سے کہا کہ تم میرے سے ایک ہزار ریال لے لو اور پندرہ ہزار روپے پاکستان میں فلاں کو دے دینا یہ عقد باتفاق بیع ہے حوالہ ہے اس قسم کا جس میں صرف بھی داخل ہے اس معنی میں کہ میں ایک ہزار ریال دئے ہیں سعودی عرب میں اور وہاں کستانی روپے خود وصول کرنے کی بجائے اپنے کسی عزیز کے حوالے کیا ہے کہ اس کو دیدینا اسکا کیا حکم ہو گا؟ میرے نزدیک (جو میں نے اپنا موقف بیان کیا) اس کا حکم یہ ہے کہ وہ شخص ریال دے دے فعلاً عملاً اور عقد کر لے کہ پاکستانی پندرہ ہزار روپیہ تمہارے ذمہ واجب ہو گئے اور جو واجب ہو گیا وہ تم پاکستان میں فلاں شخص کے حوالہ کر دینا تو میرے نزدیک اس طرح عقد صحیح ہو جائیگا کہ ایک ہزار ریال وہاں دے دئے، کیونکہ قبضہ احد البدلین مجلس میں ہو گیا اور دوسرا بدل واجب فی الذمہ ہو گیا واجب فی الذمہ ہو کر حوالہ کر دیا ایک تیسرے شخص کی طرف۔

ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ یہ عقد درست نہیں اس واسطے کہ ریال پر قبضہ کر لیا اس شخص نے وہاں پر لیکن پاکستانی روپے قبضہ نہیں ہوا تو تقابض کی شرط مفقود ہے تو اس کا وہ یہ حل نکالتے ہیں تو ریہ کر لے وہ شخص جس نے پاکستانی روپے دئے ہیں یہ پاکستانی روپے کا ایک چیک جاری کرے اور اتنے پاکستانی روپے کا اس نے ایک چیک جاری کر دیا اس کا پہلے سے بینک میں اکاونٹ موجود ہے تو یہ ایک چیک اس کے نام جاری کر دے تو یہ چیک اس کو دے دے وہ اس کو ریال دے دے اور یہ اس کو چیک دے دے تو چیک دینے سے قبضہ متحقق ہو جائیگا اسلئے وہ کہتے ہیں کہ اس کے بغیر معاملہ درست نہیں ہو سکتا جب تک وہ حوالہنہ کر دے۔

مجھے دو باتوں پر اعتراض ہے۔ا۔ایک اس بات پر کہ اس کو سونے چاندی کے حکم میں داخل کر دیا ،دوسرا یہ کہ چیک کے قبضے کو حقیقی قبضہ کے حکم میں داخل کر دیا، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان علماء عرب کا جو مسلک ہے (دلائل کے نقطہ نظر سے میں اس پر مقتنع نہیں ہوا) کہ وہ محتاط زیادہ ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر اس میں صرف کے احکام کی شرائط لگائی جائیں گی تو احتیاط زیادہ ہو گی بہ نسبت اس بات کے کہ اگر

facebook.com/masimfarooq

صرف کی شرائط نہ رکھی جائیں، لہذا چونکہ اس میں احتیاط زیادہ ہے تو میں باوجود اس کے کہ اس کو پوری طرح درست نہیں سمجھتا، معاملات میں اس طریقہ پر عمل کرتا ہوں، یعنی ان شرائط پر دو وجہ سے حتی الامکان کوشش کرتا ہوں، ایک تو یہ کہ احوط ہے، دوسرا یہ کہ پورے علماء کا ایک حلقہ ہے جو اس بات پر متفق ہے، تو اس واسطے ان کی مطابقت کرنا، اور خروج عن الخلاف جو کہ ویسے بھی بہتر نہیں ہے، اس واسطے جہاں کہیں اس قسم کی شرط عائد کر دی جاتی ہے تو میں اس شرط کی مخالفت نہیں کرتا، چنانچہ یہاں پر بھی انہی کے مؤقف کو اختیار کیا گیا ہے۔

ان یتم التقابض قبل تفرق العاقدین : یہ اس پر مبنی ہے، اب آگے وہی بات سواء کان القبض حقیقیاً أو حکمیاً، تقابض ضروری ہے، لیکن قبض حقیقی ضروری نہیں بلکہ قبض حکمی بھی کافی ہے، کہ جہاں حقیقت میں تو نہیں دیا گیا، لیکن حکماً اور اعتباراً قبضہ ہو گیا، اور آگے چیک وغیرہ میں تفصیل آئیگی۔

ان یتم التماثل فی البدلین الذین ۔۔۔الخ

اگر دونوں طرف ایک جنس کی کرنسیاں ہوں تو ان میں تماثل ہونا ضروری ہے، اس میں تفاضل حرام ہے، چاہے ایک طرف کاغذی کرنسی ہو اور دوسری طرف سکہ ہو، مثلاً پانچ روپے کا نوٹ پانچ روپے کے سکے کے بدلے میں بدلا جائے، تو دونوں میں تفاضل جائز نہیں، یعنی ایک طرف سے پانچ روپے کا نوٹ دیا جائے، اور دوسری طرف سے چھ روپے کا سکہ دیدیا جائے، تو یہ بھی حرام ہوگا، مثلاً جنیہ ورقی اور جنیہ معدنی، جنیہ پونڈ کو کہتے ہیں، یعنی نوٹ کی شکل میں اور سکے کی شکل میں تو ان کے درمیان میں بھی تفاضل جائز نہیں ہوگا۔

ج: ان لایشتمل العقد علی خیار شرط او اجل لتسلیم احدالبدلین :

عقد خیار شرط اور اجل پر مشتمل نہ ہو کیونکہ اگر خیار شرط ہوگا تو تقابض نہیں ہو سکتا، اور اگر اجل ہوگی تو تقابض فوت ہو جائیگا، یعنی کسی بھی بدل میں یا دونوں میں اجل نہ ہو۔

د: ان لا تکون عملیة المتاجرة بالعملات بقصد الاحتکار:

عملیۃ المتاجرۃ احتکار کی غرض سے نہ ہو، احتکار جس طرح دیگر اشیاء میں حرام ہے اسی طرح اس میں بھی حرام ہے، یا کوئی ایسی صورت ہو جس سے افراد یا مجتمعات پر ضرر کا اندیشہ ہو، تو اس خاص صورت میں حکومت اس معاملے پر پابندی عائد کر سکتی ہے،

ان لا تکون المتاجرة بالعملات فی السوق الآجلة :

وہ جو غائب سودوں کا بازار ہے، فیوچر یا فارورڈ سیل کا، اس کے اندر یہ تعامل نہ ہو، بلکہ یہ سب حاضر سودے ہوں، حاضر سودے ہونگے، غائب سودا نہیں ہوگا، تو یہ شرائط ہیں اگر ان کی پابندی ہو جائے تو کوئی سٹہ چل سکتا ہی نہیں، میں بعض اوقات حیران ہوتا ہوں کہ معاملات کی بعض ایسی نئی نئی صورتیں بازاروں

facebook.com/masimfarooq

میں پیدا ہو گئی ہیں کہ جن کا پہلا تصور نہیں ہو سکتا تھا، اور عجیب عجیب صورتیں سامنے آتی ہیں، لیکن ایسا لگتا ہے کہ شریعت نے ایسی چار دیواری قائم کی ہے کہ اگر اس چار دیواری کا لحاظ ہو جائے تو، یہ سب خراب اور فاسد معاملات خو عد بخود ختم ہو جائیں گے، تو ان میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سٹہ چل سکتا ہی نہیں اگر یہ شرائط موجود ہوں۔

يحرم التعامل في السوق الصرف الآجل :

آجل کے بازار میں تعامل حرام ہے، صرف آجل کا معنی ہیں کہ دونوں طرف کرنسیاں ہیں، لیکن اس میں کرنسی کی ادائیگی

ایک طرف سے یا دونوں طرف سے فوراً نہیں ہوتی، بلکہ نسیئۃ ہوتی ہے تو ایسے بازار میں تعامل حرام ہے۔

صرف آجل کے دو طریقے ہوتے ہیں ان دونوں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حرام ہیں۔

ایک طریقہ بتایا ہے، تبادل حوالات آجلہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص سو ڈالر بیچنا چاہتا ہے اور دوسرا شخص چھ ہزار روپے کے عوض سو ڈالر خریدنا چاہتا ہے، لیکن بائع نہ ڈالر دے رہا ہے اور نہ مشتری روپے دے رہا ہے اس کے بجائے، بائع یہ کہتا ہے کہ میرے سو ڈالر زید کے ذمہ واجب ہیں، تو میں تمہیں پرچہ لکھ کر دیتا ہوں، اس سے جا کر وصول کر لینا، اور مشتری (جو پاکستانی روپے دے رہا ہے) یہ کہتا ہے کہ میرے چھ ہزار پاکستانی روپے عمرو کے ذمہ واجب ہیں میں تمہیں پرچی لکھ کر دیتا ہوں، تم ان کے پاس جا کر وصول کر لینا، تو اس طرح بائع نے سو ڈالر بیچ دیے چھ ہزار روپے کے عوض میں، لیکن اس کا طریقہ یہ اختیار کیا، کہ بائع کے (جو ڈالر زید کے ذمہ واجب تھے) ان کا حوالہ مشتری کے حق میں کر دیا۔ اور مشتری نے (جو چھ ہزار پاکستانی روپے عمرو کے ذمہ واجب تھے) ان کا حوالہ بائع کے حق میں کر دیا، تو اس طرح یہ حوالہ آجلہ کا تبادلہ ہوا، یہ ہوئی ایک سادہ صورت حوالہ آجلہ کے تبادلے کی۔

موجودہ بازار کے اندر جو حوالے کی شکلیں ہوتی ہیں، ان میں بل آف ایکسچینج ہوتا ہے، بل آف ایکسچینج اور کمبیالہ اس بات کا وثیقہ ہوتا ہے کہ کمبیالہ لکھنے والا اس بات کا اقرار کرتا ہے (سامان کی خریداری میں جو قیمت واجب ہوئی تھی، اس قیمت کو واجب الاداء قرار دینے کیلئے اور اس کا اعتراف کرنے کیلئے جو کاغذ لکھا جاتا اس کو کمبیالہ کہا جاتا ہے) قرض لینے کے بدلے میں جو رسید دی جاتی ہے، اس کو کمبیالہ نہیں کہتے، کمبیالہ صرف سامان کی خریداری کی رسید ہوتی ہے اور بس) مثلاً میں کمبیالہ والا ل ہوں یعنی بائع ہوں، اور زید مشتری ہے، مشتری نے مجھے کمبیالہ دیا، اب مجھے اس کمبیالہ کے ذریعہ تین مہینہ کے بعد رقم لینے کا اختیار ہے، اب میں یوں کرتا ہوں، کہ وہ کمبیالہ زبیر بلوچ کو دیتا ہوں، کہ بجائے اس کے میں وصول کروں، تم جا کے وصول کرنا، کیوں؟ اس لئے کہ مثلاً میں جا کر زبیر سے سامان خرید لیا، جس کی قیمت میرے ذمہ واجب

facebook.com/masimfarooq

ہوگئی ،پھر میں نے ان سے کہا کہ بجائے اس کے کہ تم میرے سے وصول کرلو،جاکر زید سے وصول کرلو،جس نے کمبیالہ لکھا تھا،تو یہ کیا ہوا؟ یہ حوالہ ہوا۔وہ کٹوتی کیساتھ ہو یا نہ ہو اس سے کوئی بحث نہیں ،لیکن جب کمبیالہ دیدیا تو حوالہ ہو گیا،اب اگر کسی شخص کے پاس کمبیالہ ہے ڈالر کا اور ایک کے پاس کمبیالہ ہے پاکستانی روپے کا ایک کمبیالہ ہے سوڈالر اور دوسرا کمبیالہ ہے چھ ہزار پاکستانی روپے کا،تو یہ شخص سو روپے کا کمبیالہ دیدے،اور وہ شخص چھ ہزار پاکستانی روپے کا کمبیالہ دیدے،تو یہ تبادلہ حوالہ ہو گیا،اور یہ حوالہ آجلہ ہے۔کیونکہ یہ کمبیالہ آج واجب الاداء نہیں ہے ، کمبیالہ واجب الاداء ہوگا مثلاً تین مہینے کے بعد ،تو اس واسطے میں نے بھی اپنا کمبیالہ دیدیا اور دوسرے نے بھی اپنا کمبیالہ دیدیا،دونوں آجل ہیں ،ان کا تبادلہ حوالات آجلہ ہوا۔

دوسرا طریقہ صرف آجل میں کام کرنے کا یہ ہے کہ عقود مؤجلہ وجود میں لائے جاتے ہیں۔

ابرام کا معنی، تکمیل کرنا ہے،مطلب یہ ہے کہ میں نے سوڈالر چھ ہزار پاکستانی کے بدلے میں بیچے لیکن یہ کہہ دیا،کہ ڈالر میں آج دے رہا ہوں،اور چھ ہزار پاکستانی تم بعد میں دیدینا تین مہینے کے بعد،یا میں نے ابھی ڈالر نہیں دیے،عقد تو ابھی کر رہے ہیں لیکن کہہ دیا کہ تین مہینے بعد میں تمہیں ڈالر دونگا اور تم چھ ہزار پاکستانی روپے دینا،تو یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔

دونوں طریقوں سے تعامل جائز نہیں ۔اس طرح سے بھی جائز نہیں کہ تبادل حوالات آجلہ کیساتھ ہو،اور بابرام عقود موجلہ کے طریقے سے بھی جائز نہیں،ایسے عقود آجلہ جس میں دونوں بدل پہ قبضہ نہ ہو،ایک کا ہو ایک کا نہ ہو،وہ بھی ناجائز ہوگا،یعنی دونوں کا قبضہ ضروری ہے۔

اس نظریہ کے مطابق جس نظریہ کے تحت یہ معیار تیار کیا گیا ہے،(3/2)

<u>يحرم الصرف الاجل ايضاً ولوكان لتوقع انخفاض۔۔۔الخ</u>

اس کی ایک سادہ سی صورت یہ ہے کہ اگر کسی کرنسی کے گرنے کا احتمال ہے اور گرنے کے احتمال کی صورت میں صرف آجل کر لیا،تو یہ صرف آجل بھی ناجائز ہے،لیکن یہاں ایک خاص صورت مراد ہے ،اور آجکل یہ بہت ہی بڑا مسئلہ ہے خاص کر بین الاقوامی تجارت میں،کہ جب دو ملکوں کے درمیان تجارت ہو تی ہے تو اس میں صورت حال یہ ہوتی ہے،مثلاً میں کوئی چیز برآمد کرنا چاہتا ہوں،یعنی باہر کپڑا بیچنا چاہتا ہوں ،سعودی عرب میں میرا مشتری ہے اس کے ساتھ میرا معاملہ ہے کہ میں اتنا کپڑا اتنی قیمت پر بیچوں گا اس کے دام یہ ہونگے،وہ دام یا توریال میں میں مقرر کرے گا یا ڈالر میں،فرض کرو اس نے ڈالر میں مقرر کر دیا،کیونکہ پاکستانی روپے سے اس کا تعلق نہیں،مثلاً اس کپڑے کی سوڈالر قیمت ہے،آجکل آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ ڈالر کی قیمت روز بروز بڑھتی ہے، کبھی گھٹ بھی جاتی ہے لیکن زیادہ تر بڑھتی رہتی ہے،تو میں جو قیمت لگاؤں گا مجھے اس بات کا پتہ ہونا چاہیے کہ جب وہ مجھے سوڈالر بھیجے گا،تو میں ان ڈالروں سے کتنے پاکستانی روپے حاصل

facebook.com/masimfarooq

کر سکوں گا، تاکہ اس کے حساب سے میں اپنے نفع ونقصان کا حساب کر سکوں، اسی حساب سے قیمت لگاوٗں ، کتنی قیمت مجھے لگانی چاہیے، جس سے مجھے نفع ملے، اب فرض کرو کہ میں نے اسی حساب سے قیمت لگائی، کہ آجکل بازار میں ڈالر ساٹھ روپے کا ملتا ہے تو میں نے ساٹھ روپے فرض کر کے ان کو بتادیا، کہ میں جو سامان بیچ رہا ہوں اس کی قیمت سو ڈالر ہے، اور میں نے سوچا کہ پاکستان میں سو ڈالر چھ ہزار پاکستانی روپے کے ہونگے، تو جو کچھ میں نے سامان خرید کے پیک کر کے جہاز میں رکھ کر، اس کا کرایہ دے کر سب کا حساب لگایا تو اس کی لاگت فرض کرو ساڑھے پانچ ہزار روپے آئی، میں نے اندازہ لگایا کہ میں چھ ہزار میں اس کو بیچ دونگا تو اس میں پانچ سو میرا نفع ہو جائیگا، جب سامان وہاں پہنچ گیا، تو اس میں وقت لگتا ہے، کاغذات وصول کرنے، اور اس کو چھڑانے وغیرہ میں اور اپھر ادائیگی میں، ان سب میں تقریباً دس پندرہ دن لگ گئے، اس نے میرے کہنے کے مطابق سو ڈالر دیدیے جب ڈالر میرے پاس پہنچے تو ڈالر کی قیمت گر کر پچپن تک آگئی، کیا مطلب؟ کہ ان ڈالروں کے مجھے ساڑھے پانچ ہزار ملیں گے اب جب ساڑھےت پانچ ہزار ملیں گے، تو اس کا مطلب یہ ہوا، کہ مجھے نفع کچھ نہ ہوا، اور اگر ڈالر کی قیمت پچپن سے گر کر چون یا ترپن تک رہ گئی تو مجھے بجائے نفع کو نقصان ہو گیا، ہم نے جو اندازہ کیا تھا، کہ سودا کچھ نفع بخش ہوگا، مگر نفع بخش ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہوا، تو آج کل اس کیلئے یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جس وقت میں تاجر ایکسپورٹ کر رہا ہے، تو وہ پہلے سے فارورڈ بکنگ کرالیتا ہے، یعنی کسی سے صرف آجل کرلیتا ہے کہ میں آپ کو تین مہینے بعد سو ڈالر دونگا، آپ مجھے چھ ہزر پاکستانی دیدینا، تاکہ ایسانہ ہو کہ جب میرے پاس ڈالر پہنچے تو اس کی قیمت گر چکی ہو اور مجھے نقصان ہو جائے، تو یہ جو طریقہ ہے کہ پہلے سے صرف آجل کرلیتا ہے اس لئے کرتا ہے کہ کرنسی کے گرنے سے مجھے نقصان نہ ہو ، اس عمل کو انگریزی میں (HEDGING) کہتے ہیں، ہیجنگ حصار کو کہتے ہیں، آدمی اپنی مملوک کا حصار لگائے مثلاً چار دیواری وغیرہ کے ذریعہ سے، یہ ہیج کہلاتا ہے،

ہیجنگ کا مطلب کیا ہے؟ کہ کوئی دشمن، چور ڈاکو یا کوئی درندہ حملہ آور نہ ہو، اس سے بچانے کیلئے کرتے ہیں، اس کو ہیجنگ (حصار) کہاجاتا ہے یعنی بچاؤ کرنا، تو عربی میں اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے توقی کا لفظ استعمال کیاجاتا ہے، کبھی صیانۃ کا لفظ بھی استعمال کیاجاتا ہے۔

تو یہاں یہ کہ رہے ہیں کہ صرف آجل حرام ہے، خواہ یہ ہیجنگ کیلئے ہو، اس سودے کے نفع کے کم ہونے سے بچنے کیلئے ہو جو سودا انجام پایا ہے، کسی ایسی کرنسی میں کہ جس کی قیمت کے گرنی کی توقع ہے، تو اس سودے کے ربح کے کم ہونے سے بچنے کیلئے بھی صرف آجل کرنا حرام ہے، تو اب ہیجنگ تو اس طریقہ سے نہیں کی جاسکتی کہ پہلے سے سودا کرلیا جائے، تو اب سوال یہ ہے کہ کس طرح کیاجائے، کیونکہ یہ مسئلہ ہر ایک کو در پیش ہے، تاجر کیا کرے؟ امپورٹ میں بھی ہے ایکسپورٹ میں بھی ہے۔ میں نے جو مثال دی تھی برآمد کی دی تھی، درآمد کی مثال یہ ہے کہ میں جاپان سے سامان درآمد کرتا ہوں مثلاً کپڑا، اور یہاں پر میں نے

facebook.com/masimfarooq

اپنے خریداروں کیلئے اعلان کر رکھا ہے کہ میں اتنے کا بیچوں گا، اب وہاں جو میں منگواتا ہوں، تو مجھے ڈالر دینے پڑتے ہیں، معاملہ تو میں آج کرتا ہوں، کہ اتنی قیمت کا مثلاً جاپان بیچے گا، اور اسکی بنیاد پر تاجر پہلے سے اپنے خریداروں کو بھی بتادیتے ہیں، کہ بھئی ہم اس قیمت پر آپ کو فروخت کریں گے اب اس نے کہا، کہ میں سو ڈالر دونگا، تو آپ نے آج کے حساب سے سوچا کہ مجھے چھ ہزار روپے میں یہ پڑے گا، تو اگر چھ ہزار کے نتیجے میں میں اس کی قیمت سات ہزار الگاؤں تو میرے لیے نفع بخش سودا ہو گا، تو اب کیا ہوا؟ جب ادائیگی کا وقت آیا اور میں نے اس کو سو ڈالر دیدیے تو اس وقت ڈالر کی قیمت ساٹھ کی بجائے پینسٹھ ہو گئی، تو جب میں نے بازار سے خرید کر دئے تو مجھے ساڑھے چھ ہزار دیئے تب میں نے ایک سو ڈالر کی ادائیگی کی، تو کیا ہوا؟ میرا نفع کم ہو گیا۔ تو یہ مسئلہ تاجروں کو درپیش ہے کہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے ان کے منافع یا تو کم ہو جاتے ہیں یا ختم ہو جاتے ہیں اور خاص کر ان ملکوں میں اور ان کرنسیوں میں جن میں روز تغیر آتا رہتا ہے جیسے پاکستان کی کرنسی، اب اس مشکل سے بچاؤ کا طریقہ کیا ہو یہ اگلے بند میں بیان کیا گیا ہے۔

يحق للمؤسسة لتوقى انخفاض العملة فى المستقبل اللجوء الى ما ياتى:

یہاں چونکہ یہ معیار بینکوں کے لئے اور مالیاتی اداروں کے لئے ہے لہذا عام تاجر کیا کرے اس کے لئے یہ حکم نہیں۔ تو اسلامی مالیاتی اداروں اور اسلامی بینکوں کے لئے یہ بات جائز ہے کہ مستقبل میں کرنسی کی قیمت گرنے سے بچاؤ کے لئے وہ مندرجہ ذیل طریقوں سے پناہ لیں۔ یعنی یہ دو طریقے ہیں جو تجویز کئے گئے ہیں۔ کہ بینک اور اسلامی مالیاتی ادارے ان دو طریقوں پر عمل کر سکتے ہیں۔

(۱)اجراء قروض متبادلة بعملات مختلفة بدون اخذ فائدةاو اعطاءها الخ

ہیجنگ کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ پہلا طریقہ ہے۔ یہ جو طریقہ بتلایا اس کو یوں سمجھو کہ ایک بینک ہے اور اسلامی بینک قرضے نہیں دیتا وہ تو تجارتی عمل کرے گا۔ مثلا مرابحہ کیا، بینک جو مرابحہ مؤجلہ کرتا ہے اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مثلا جو شخص بینک سے قرض لینا چاہتا ہے کسی سامان کی خریداری کے لئے تو بینک اس کو رقم دینے کی بجائے سامان خود خرید کر دے دیتا ہے اور خرید کر اس کو نفع پر دیتا ہے۔ اس کو مرابحہ مؤجلہ کہتے ہیں۔ اس پر جو لاگت آئی ہے اس پر چار یا پانچ فیصد نفع مقرر کر کے دے دیتا ہے۔ آجکل اسلامی بینک اور اسلامی مالیاتی ادارے زیادہ طر مرابحہ مؤجلہ کرتے ہیں۔

اس کو ذرا تفصیل سے سمجھانے کے لئے اس لئے ضرورت ہے تاکہ صورتحال واضح ہو جائے۔ جب یہ بینک غیر ملک سے مرابحہ کرتے ہیں اس کی مثال یوں سمجھو کہ زید ایک تاجر ہے، اس کو جاپان سے سامان منگانا ہے امپورٹ اور درآمد کرنا ہے، مثلا کپڑا منگانا ہے لیکن اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ خیال ہے کہ کسی سے قرض لے کر کپڑا منگالوں، تو میرے پاس گاہک موجود ہیں ان کو بیچ دوں گا، اور بیچ کر جو پیسے آئیں گے ان سے قرضہ بھی ادا کرلوں گا اور نفع بھی مل جائے گا۔ تو آجکل کیا کرتے ہیں؟ آجکل یہ کرتے ہیں کہ یہ جائے

facebook.com/masimfarooq

گا بینک کے پاس اور جا کر یہ کہے گا کہ مجھے اتنے پیسے چاہئے۔ بینک اس کو سود پر قرضہ دے دے گا، یہ تو پرانا طریقہ ہے، چونکہ اسلامی بینک سود سے کاروبار کرتا نہیں۔ تو وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ بجائے تم منگا ؤ جاپان سے، ہم منگاتے ہیں۔ اور منگا کر تم کو فروخت کریں گے۔ جس لاگت پر ہمیں ملے گا اس پر چار یا پانچ فیصد نفع رکھ کر تم کو دے دیں گے۔ پھر وہ قیمت چاہے تم تین مہینے یا دو مہینے بعد ہم کو دے دو۔ اس پر ہوتا یہ ہے کہ بینک سامان کو جاپان سے منگاتا ہے اور جاپان کو جو ادائیگی کرنی پڑتی ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ ڈالر میں کرنی پڑتی ہے، یہاں زید کو جب بینک بیچے گا، یہاں پاکستان میں تو ڈالر میں نہیں بیچ سکتا بلکہ پاکستانی روپے میں بیچے گا، اب اصل خرید ہوئی ڈالر میں پھر آگے مشتری کو بیچا پاکستانی روپے میں تو مرابحہ میں یہ ضروری ہوتا ہے (مرابحہ کے جواز کا دارومدار چونکہ دیانت پر ہوتا ہے) یہ لاگت بالکل صحیح صحیح معلوم ہو سکے۔ اگر لاگت صحیح صحیح معلوم نہ ہو سکی تو مرابحہ نہیں ہو سکتا بلکہ بغیر مرابحہ کے مساومہ کریں گے۔ اور مرابحہ اس وقت کریں گے جب کے لاگت کا صحیح صحیح علم ہو۔ اب جس وقت میں نے جاپان سے کپڑا منگوایا، اب ادائیگی چونکہ ڈالر میں کی جارہی ہے، اور ڈالر کی ادائیگی کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ڈالر کی قیمت اس دن کیا ہوگی جس دن مجھے ادائیگی کرنی ہوگی۔ اور اس دن قیمت کیا ہوگی جس دن میں مشتری کو فروخت کروں گا۔ کیونکہ قیمت بڑھ رہی ہے گھٹ رہی ہے۔ اب جب بینک نے ادائیگی ڈالر میں کی اس دن ڈالر کی قیمت تھی ساٹھ روپے مثلاً، پھر مشتری یعنی زید سے وصول کرنے ہیں پاکستانی روپے۔ تو پاکستانی روپے جس وقت وصول کرے گا، اس وقت ڈالر کی قیمت کیا ہوگی؟ یہ معلوم نہیں، اس لئے مرابحہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ قیمت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے اگر اگلی بیع بھی ڈالر میں ہوتی مثلاً سو ڈالر میں میں نے خریدا پھر ایک سو پانچ پر میں نے اگلی بیع کی پھر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اگلی بیع چونکہ پاکستانی روپے میں ہو رہی ہے، تو اس واسطہ تعین ضروری ہے، اب اس کا ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے کہ لاگت متعین کی جائے اس روز کے حساب سے جس روز بینک نے ادائیگی کی ہے۔ تو کہیں گے کہ آج یہ لاگت بنی کیونکہ اس روز جس روز اس نے پیسے ادا کئے، تو اگر بازار سے وہ ڈالر خدیدتا تو کتنے میں ملتے۔ ساٹھ روپے میں تو چھ ہزار اس کے بنتے۔ تو گویا یوں تصور کیا جائے کہ اس نے چھ ہزار پاکستانی روپے میں سو ڈالر خریدے۔ پھر اسے ڈالر سے سامان خریدا۔ اس کی لاگت ہوئی چھ ہزار روپے، اب چھ ہزار روپے کی بنیاد پر ہم اس کو آگے مرابحۃ بیچ سکتے ہیں۔ اب جو مشتری ہے وہ بھی تو آخر دیکھ رہا ہے کہ مجھے کتنے فیصد نفع دینا پڑھ رہا ہے لاگت کے اوپر تو آج اس نے یہ سوچ کر کہ مجھے مثلاً سو ڈالر کے ایک سو پانچ ڈالر دینے ہیں، تو ایک سو پانچ ڈالر کا مطلب ہوا کہ چھ ہزار تین سو تو مجھے تین سو روپے نفع دینا پڑ رہا ہے اور یہ اس نے پہلے سے سوچا ہوا ہے، لیکن جس دن یہ ادائیگی کر رہا ہے (بینک) اس دن قیمت بڑھ گئی تو اس نے جو اپنا حساب لگایا تھا نفع کا وہ صحیح نہ بیٹھا، ایک تو خرابی یہ پیدا ہوتی ہے۔

facebook.com/masimfarooq

دوسری خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خود بینک نے جو خریداری کی ہے اس میں اس نے پیسے بعد میں ادا کرنے ہوتے ہیں۔ مثلاً مہینے کے بعد ادا کرنے ہیں، تو آج جب کے عقد ہوا ڈالر ساٹھ روپے کا ہے اور جس دن ادائیگی کرے گا اس دن پینسٹھ روپے کا ہو چکا مثلاً۔ تو اس واسطے اس نے جو معاملہ اس کے ساتھ کیا تھا اپنے مشتری کے ساتھ تو اس کا نبھانا اس کے لئے اس لئے مشکل ہو جائے گا کہ چونکہ اس دن میں دوسرے مشتری کو بیچ رہا ہوں لہذا قیمت آج ہی طے کرنی ہے، حالانکہ اس کو لاگت کا پتہ لگے گا کب۔ ایک مہینے کے بعد کہ کیا قیمت ڈالر کی مجھے ادا کرنی پڑے گی۔ تو بینک کے لئے یہ مسائل ہوتے ہیں کرنسی کا اتار چڑھاؤ مثلاً مرابحہ کے اندر تو اس کا متبادل طریقہ انہوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ بجائے اس کے کہ صرف آجل کا سودہ کیا جائے اس وقت تو سٹیٹ بینک میں یہ کیا جاتا ہے کہ فاروٹ ریٹ مقرر کرتے ہیں، یا فاروٹ ریٹ پر آج ہی ڈالر میں سودا کر لیا اور آج ہی اندازہ کر لیا کہ مجھے کتنے ملیں گے یا وہ یہ کرتے ہیں کہ فاروٹ کور دینے کے لئے ایک بوکنگ کرا لیتے ہیں کہ فلاں تاریخ پر آپ سے خریدے گے اور اس قیمت پر آپ ہمیں بیچے گے اور اسٹیٹ بینک مرکزی بینک اس پر کچھ فیس لیتے ہیں اور معاہدہ کر لیتے ہیں کہ ہم اس قیمت پر دینگے سو اس قیمت کا تعین ابھی سے ہو جاتا ہے اب یہ صرف آجل ہے اور یہ جائز نہیں ہو سکتا اور اس کا متبادل طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ جس بینک یا جس ادارے سے فارو ڈ سودا (FARWARD SALE) کرنا چارہا ہے وہ وہاں سے فارو ڈ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ قروض متبادلہ کا سودا کر لیتے ہیں قروض متبادلہ کے معنی یہ ہے کہ میں آپ کے پاس اتنے ڈالر رکھواتا ہوں اور آپ میرے پاس اتنے ڈالر رکھوا دیجئے (Deposit) قرضہ اسکی تاریخ ادائیگی بھی یہ ہے، اور اس کی تاریخِ ادائیگی بھی وہ ہے تو اس کا طلب یہ ہوا (کہ جس تاریخ پر بینک میں نے ڈالر رکھوائے تھے) جس تاریخ پر مجھے ڈالر واپس ملنے ہیں اس تاریخ پر مجھے دینے ہیں پاکستانی روپے، بجائے اس کے کہ سودا ڈالر اور پاکستانی روپے میں ہوی قروض ہے، دونوں طرف متبادل تو اجرائے قروض متبادلہ کا یہ مطلب ہے لیکن یہ قروض متبادلہ بغیر فائدہ "سود" "انٹرسٹ" کے ہو (ربا تو عام ہے ربالنسیہ والفضل لیکن فائدہ خاص طورر باالنسیہ کو کہتے ہیں) سود نہ لے اور نہ دے لیکن شرط یہ ہے کہ ایک قرض دیتے وقت دوسرے قرض کی شرط نہ لگادے تاکہ صفقۃ فی صفقۃ نہو اور یہ کہ عقد کا اشتراک دوسرے عقد میں نہ ہو تو اس کی بجائے یہ آپس میں تفاہم ہے مفاہمت ہے کہ بھائی ہم ایسا کرینگے کہ اتنی رقم تمہارے پاس رکھیں گے بغیر سود کے اور تم ہمارے پاس ایک نئی رقم رکھواں بغیر سود کے تو ایک تو یہ مقصد اس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(ب) شراءبضائع اور بابرام عملیات مرابحہ بنفس العملہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بھائی جب مرابحہ کر رہے ہو تو مرابحہ کرو ہی اس کرنسی میں جس کرنسی میں اصل سودا ہوا ہے مثلاً بینک نے جس کرنسی میں (ڈالر میں) بیع کی ہے وہ مشتری کے ساتھ بھی اسی کرنسی (ڈالر) میں بیع کرے تو جب اصل سودا بھی

facebook.com/masimfarooq

ڈالر میں ہوا اور یہ بھی ڈالر میں ہوا تو اس کے ذمے بھی ڈالر واجب الاداء ہونگے تو یہ شراء بضائع ہوگا کہ بضائع کو خریدا جائے یا عملیات کیا جائے اس کرنسی کے ذریعے جس کرنسی کے ذریعے اصل خریداری ہوئی ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوا کہ بعض ممالک میں تو یہ ممکن ہے کہ اپنے خریدار کے ساتھ بھی آپ ڈالر ہی میں معاملہ کرے لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن کے اندر اپنے خریدار کے ساتھ بھی باہر کسی کرنسی کے ساتھ معاملہ کرنا قانونا منع ہے مثلا پاکستان میں اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ میں تمہیں یہ ٹیپ ریکارڈر سو ڈالر میں فروخت کررہا ہوں تو قانونا ایسا کرنا بھی ممنوع ہے آپ اگر کریں تو پاکستانی روپے میں کریں یہ قاعدہ ہے تو وہاں کیا کرے ایک تو بات یہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر قانونی پابندی نہ بھی ہو تو یہ مسکین مشتری ڈالر کہاں سے لائے اس کے پاس تو پاکستانی روپے ہیں یہ ڈالر میں ادائیگی کر ہی نہیں سکتا تو پھر کیسے اگلا معاملہ ڈالر میں کرے تو اس کا جواب اگلے جملے میں ہے۔

<u>یجوزان تتفق الموسسة والعمیل عند الوفاءباقصاط عملیات الموجله...الخ</u>

کیا معنی کہ اصل معاملہ تو کرلیا ڈالر ہی میں مشتری سے اور اس خریدار بھی ڈالر ہی میں ہوئی تھی لیکن جب ادائیگی کا وقت آیا تو ادائیگی کے وقت مشتری یہ کہتا ہے کہ جناب میرے پاس تو ڈالر ہے نہیں تو اس وقت بائع یہ کہہ سکتا ہے کہ تمہارے ذمے جو سو ڈالر واجب ہوئے ہیں تو سو ڈالر کے دینے کے بجائے سو ڈالر کے آج کی قیمت سے پاکستانی روپے دے دو شروع میں کہنا تو صحیح نہیں لیکن جب ادائیگی کا وقت آئے تو ادائیگی کے وقت میں اس دن کے قیمت کے لحاظ سے پاکستانی روپے ادا کردے دونوں اگر اس پر متفق ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اس کا مستند کیا ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث کنت ابیعو الابل بالبقیع فابیع بالدراراہم واخذ بالدنانیر وابیع بالدنانیر واخذ بالدراہم فقال رسول اللہ ﷺ "لا باس بذلک اذاکان للسفر ولم یکن بینکما بشی یعنی کوئی چیز باقی نہ رہے پوری کی پوری ادائیگی ہو جائے اور اس دن کی قیمت کے لحاظ سے ہو تو کہتے ہیں کہ مؤسسہ یعنی اسلامی مالیاتی ادارے اور اس کا گاہک (مشتری بالمرابحہ) کے لئے یہ جائز ہے کہ متفق ہو جائیں دونوں اس بات پر کہ جو مؤجل سودے ہیں ان کی قسطوں کی ادائیگی کے وقت ادائیگی کریں گے اور کرنسی (جس کرنسی میں اصل عقد ہوا تھا اس کے علاوہ کرنسی میں) مثلاً پاکستانی روپے کی جس ادائیگی کی جارہی ہے اس دن کی بازاری قیمت کے اعتبار سے تو اس طرح مرابحہ کے عقد کو ڈالر میں انجام دینا ممکن اور درست ہو جائیگا

مثلا جہاں leagal (قانونی) مجبوری وہاں کہیں گے کہ بھائی ہم شرعی اعتبار سے تو اس کا عقد کررہے ہیں ڈالر میں لیکن جب وقت آئیگا اس وقت ہم دیکھیں گے کہ اگر قانونی مجبوری ہوگی تو ہم پاکستانی روپیہ میں ادا کریں گے

facebook.com/masimfarooq

القبض في بيع العملات اذا تم التعاقد على بيع مبلغ من العملات فلا بد من تسليم وقبض:

القبض فی بیع العملات کے بارے میں میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ سارا معیار اس نقطہ نظر پر مبنی ہے کہ جس می نوٹوں کا باہمی تبادلہ عقد صرف قرار دیا گیا ہے لہذا اس میں جانبین سے تقابض مجلس کے اندر ضروری ہے اگرچہ میرا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے لیکن یہ احوط بھی ہے اور اس جو شرطیں عائد کی گئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے یہ اقرب الی الی حتیاط ہے اگر ان پر عمل کیا جائے تو ان میں جز نمبر 6/2 یہ القبض فی بیع العملات سے متعلق ہے کہ قبضہ کی صورت میں متحقق ہوگا اور قبضے کی کیا کیا شرائط ہیں اور کیا کیا صورتیں ہیں تو پہلا بند یہ ہے۔

اذا تم التعاقد ۔۔۔الخ

کہ جب عقد ہوا، عملات یعنی کرنسی کی کسی مقدار کی بیع پر تو پھر تسلیم بائع کی طرف سے اور قبض مشتری کی طرف سے تمام مقدار پر ضروری ہے اس مقدار کا جو متاجرہ کا موضوع ہے، یعنی جن کرنسیوں میں تبادلہ ہو رہا ہے، یعنی ایک طرف ریال ہے اور دوسری طرف پاکستانی روپے، ریال دینے والا ریال دے اور لینے والا ریال لے لے، اور پاکستانی روپے دینے والا پاکستانی روپے دیدے اور لینے والا پاکستانی روپیہ لے لے، قبضہ کر لے افتراق مجلس سے پہلے پہلے، یعنی صرف کا جو حکم ہے وہ اس کے اندر عائد ہوگا، تفرق سے پہلے پہلے دونوں کا قبضہ کرنا ضروری ہے یہ تو عام حکم سے صرف سے متعلق۔

لا يكفي لجواز المتاجرة بالعملات قبض احدالبدلين دون الآخر :

ایک بدل پر قبضہ کر لیں اور دوسرے پر نہ ہو تو متاجرۃ کے جواز کیلئے یہ بات کافی نہیں ہے، اور یا احدالبدلین کا ایک حصہ لے لیا دوسرا چھوڑ دیا، اگر بدل کا ایک حصہ قبض کریں اور دوسرے نے بھی ایک حصہ قبضہ کر لیا تو جتنے حصہ کا قبضہ کیا گیا تھا، اس میں تو صرف صحیح ہو جائیگا اور باقی میں صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ عقد صرف میں پورے کے پورے عوضین کا مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے اور وہ جو صرف مافی الذمہ ہے اور اس کی جو صورت ابن عمر رضی اللہ کی حدیث میں ہے جس میں جہاں نبی کریم ﷺ نے یہ صورت بیان کی کہ لا باس بہ بالسعر او بالقیمۃ، تو اسی کے ساتھ یہ بھی ہے مالم یکن بینکما شی" اس کا مطلب ہے، کہ ایسا نہ ہو کہ تم نے کچھ رقم تو دیدی اور باقی نہ دی مثلاً بیع تو ہوئی تھی دراہم پر اور مشتری کے ذمہ دراہم تھے، اب ادائیگی کے وقت مشتری نے کہا کہ میں دراہم کے بجائے دینا دیتا ہوں تو پھر دینار پورے کے پورے اس دن کے حساب سے وصول کریں، یہ نہ ہو کہ مثلاً سو درہم پر عقد ہوا تھا، اور دس دینار اس کے بالمقابل قرار پائے، تو اس میں سے آٹھ تولے لیے اور باقی دو چھوڑ دیے، تو یہ نہ ہو، تو اس واسطے وہاں رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط لگائی کہ مالم بینکما شی" کہ رقم کا کوئی بھی حصہ واجب الاداء نہ ہو کیونکہ حکماً وہ درہم کا دینار کساتھ صرف ہے، تو اس میں دونوں بدلوں کا مکمل طور پر قبضہ ضروری ہے، اب اگر کوئی شخص دس کے بجائے آٹھ دینار دیتا ہے تو اس

facebook.com/masimfarooq

کا معنی یہ ہے کہ دراہم لینے والے نے دراہم پورے لے لیے اور دنانیر دس کے بجائے آٹھ رہ گئے، تو اس واسطے وہ صرف درست نہ ہوا، تو جہاں براہ راست صرف ہو رہا ہو وہاں تو بطریق اولی مکمل بدلین پر قبضہ ضروری ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ صرف مافی الذمہ میں تو یہ بات نہیں، لیکن جہاں دونوں طرف سے ادائیگی ہو رہی ہو، مافی الذمہ کا صرف نہیں بلکہ موجود کا صرف ہے تو اس میں اگر بعض بدل کا قبضہ کیا تو جتنے کا قبضہ کیا اس حصہ میں صرف صحیح ہو جائیگی باقی میں نہیں، مثلاً طے تو یہ ہوا تھا کہ دس ڈالر کے عوض میں چھ سو روپے دینے ہونگے، اب اگر ایک شخص نے یہ کیا کہ دس اڈالر کے بدلے میں چار سو روپے دیدیے، تو چار سو کے مقابل جتنے ڈالر ہیں، ان میں تو بیع صرف صحیح ہو جائیگی لیکن باقی میں صرف درست نہیں تو باقی میں الگ سے عقد صرف کرنی ہوگی، صرف مافی الذمہ میں یہ صورت بھی نہیں ہوگی، کیونکہ جب ان کے ذمہ دراہم واجب ہوئے تو پورے کے پورے دراہم ان کے ذمہ دین ہے، تو گویا پہلے سے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے، اب اگر اس کے مقابلے میں آٹھ دینار دے رہے ہیں، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ آٹھ دینار کے مقابلے میں صرف صحیح ہو جائیگی کیونکہ دراہم ان کے ذمہ پہلے سے واجب ہیں، اس لئے وہاں پر فرمایا کہ مالم یکن بینکما شی"۔

<u>يتحقق القبض بحصوله حقيقتاً...الخ</u>

البتہ آگے یہ گنجائش نکالی ہے کہ قبضہ تو ضروری ہے، لیکن قبضہ حقیقۃ ہو تب بھی بیع درست ہو جائیگی یا حکماً ہو تب بھی بیع جائز ہے، البتہ قبضہ کی صورتیں جن چیزوں کا قبضہ مقصود ہے ان کے حال کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں، اور اسکے جو مختلف عرف ہیں ان کے اعتبار سے بھی کہ کن چیزوں میں کس طریقہ سے قبض متحقق ہوگا، تو اب آگے بتایا کہ قبض حقیقی کس طرح ہوتا ہے اور قبض حکمی کس طرح ہوتا ہے۔

يتحقق القبض الحقيقي بالمناولة بالايدي: قبض حقیقی تو یہ ہے کہ ہاتھ سے لینا دینا ہو جائے۔

<u>الحكمی اعتبارا وحكماً ...الخ</u>

قبض حکمی متحقق ہو جاتا ہے تخلیہ سے، اس طرح کہ جس کو قبضہ دیا جا رہا ہے اس کو تصرف کا پورا اختیار اور قابو دیدیا جائے اور وہ شی اس کے قابو میں ہو، کہ جب وہ چاہے اس میں تصرف کرے، تخلیہ کے معنی ہی گویا کہ یہ ہیں کہ دینے والے نے کہہ دیا کہ بھئی یہ تمہارے پیسے رکھے ہوئے ہیں اب میں نہیں جانتا، تم اس کو جب چاہو لے لو، اب میری ذمہ داری اس پر سے ختم ہوئی ہے اور آپ کی ذمہ داری ہے، جس وقت چاہو لے جاؤ، اب وہ ایسی جگہ ہو جہاں سے لینا ممکن بھی ہو تو مع التمکین من التصرف ہے، کہ اس کو تصرف پر قابو دیدیں اگرچہ حسی قبضہ نہ پایا گیا ہو، تو یہ فقہ کا معروف مسئلہ ہے۔

اب قبض عرفی کی چند صورتیں شرعا وعرفا معتبر ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

<u>۱۔القيد المصرفي لمبلغ من المال في حساب العميل...الخ</u>

facebook.com/masimfarooq

کسی مال کی کوئی رقم، بینک کی اکاؤنٹ میں کسی شخص کی جمع ہو جائے۔

القيد المصـــرفي : قید کا معنی ہے لکھا جانا، یہ پرانی اصطلاح ہے حدیث والی، حدیث میں ہے تقييد العلم یعنی کتابۃ العلم، کتابۃ الحدیث، تو یہاں جب بینک میں کسی شخص کے نام پر اکاؤنٹ میں اس کی رقم لکھ دی جاتی ہے کہ تمہارے اکاؤنٹ میں اتنی رقم ہے، اس کو کہتے ہیں القید المصرفی، یعنی بین میں کسی شخص کے اکاؤنٹ میں رقم کا لکھا جانا کہ اس کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم آگئی، تو مطلب یہ ہوا کہ بینک میں کسی شخص کے اکاؤنٹ میں رقم کا لکھا جانا مال کی کچھ مقدار عمیل کے اکاؤنٹ میں، اس کے کھاتے میں۔

عمیل کہتے ہیں گاہک کو، بینک سے جو بھی معاملہ کرے اس کو عمیل کہتے ہیں۔ تو عمیل کے حساب میں اگر کوئی رقم جمع کر دی گئی ہے اور اس کے اکاؤنٹ میں لکھ دی گئی ہے تو وہ قبضہ شمار ہوگا، اس شخص کا جس کا وہ کھاتہ ہے۔ مندرجہ ذیل حالات میں اس کا قبضہ شمار ہوگا رقم کا لکھے جانے سے۔

(١)إذا أودع في حساب العميل مبلغ من المال مباشرة أو بحوالة مصرفية:

جبکہ عمیل کے اکاؤنٹ میں مال کی کوئی مقدار رکھوادی گئی۔ براہراست یعنی بجائے اس کے یہ فلاں کے اکاؤنٹ میں جمع کرادو یا مصرفی حوالے کے ذریعہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کو کہتے ہیں ٹرانسفر(TRANSFER)ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے اکاؤنٹ سے دوسرے شخص کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کر دی جاتی ہے، یوں نہیں ہوتا کہ رقم نکلوائی اور جمع کرادی، بلکہ ایک شخص کا اکاؤنٹ اس بینک میں ہو اور دوسرے شخص کا اکاؤنٹ دوسرے بینک میں ہے اس نے اپنے بینک والے کو کہہ دیا کہ میری یہ رقم فلاں کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر (منتقل) کر دو تو جب ٹرانسفر ہو گئی تو یہ بھی قبضہ حکمی شمار ہوگا۔

(٢)إذا عقد العميل عقد صرف ناجز بينه وبين المؤسسة الخ:

اس کی صورت یوں ہے کہ ایک شخص کے ایک بینک کے اندر ڈالر جمع ہیں اسی بینک سے وہ ڈالر کے عوض پاکستانی روپے خریدتا ہے، مثال کے طور پر میری جمع شدہ رقم ہے فیصل بینک کے اندر (ڈالر) اور میں چاہتا ہوں کہ میں پاکستانی روپے حاصل کروں اسی بینک کے پاس میں چاہتا ہوں اور جا کر اس کو کہتا ہوں کہ میرے ڈالر اکاؤنٹ میں سے سو ڈالر کے عوض مجھے پاکستانی روپے دے دو تو اصل قاعدہ تو یہ تھا کہ میں پہلے ڈالر نکلواتا اور نکلوا کر پہلے بینک کو دیتا اور اسی وقت پاکستانی روپے وصول کرتا لیکن میں اس سے ڈائریکٹ نہیں نکلواتا میں کہتا ہوں کہ تم مجھے سو ڈالر کے عوض پاکستانی روپے دے دو میرے حساب میں ان کے پاس پہلے سے ہزار ڈالر جمع ہیں وہ مجھے میرے سو ڈالر کے عوض پاکستانی روپے دیتا ہے تو اس میں بظاہر میری طرف سے دینا کچھ نہیں ہوا بس اس نے مجھے پاکستانی روپے دے دیے سو ڈالر کے چھ ہزار روپے تو یہ بھی قبضہ حکمی ہو یعنی چھ ہزار پاکستانی روپے تو میں نے لے لیے اور ساتھ ہی میں نے (اپنا حساب تھا) اسی بینک کے اندر اپنا جو کھاتہ تھا اس کے ذریعہ عقد صرف کر لیا وہ پہلے سے اس کے قبضہ میں تھا یعنی شرعاً تو وہ قرض ہیں (ودائع مصرفیہ

facebook.com/masimfarooq

سارے قرض ہوتے ہیں)قرض ہونے کی حیثیت سے پہلے سے ان کے قبضہ میں ہے اس واسطے اس کو نکال کر پھر دینے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہیں سے جب لے لیا تو قبضہ حکمی متحقق ہو گیا یہ مطلب ہے اذا عقد العمیل کہ جب عمیل نے عقد صرف کیا ہو ناجز فی الحال اپنے اور مؤسسہ کے درمیان کہ ایک کرنسی کو خریدنے کی حالت میں دوسری کرنسی کے ذریعے کو کہ پہلے سے عمیل کے حساب میں موجود ہیں یہ قبضہ حکمی ہے۔قبضہ حقیقی اس لیے نہیں کہ اس کے ذمہ میں دین ہے۔

(٣)إذا اقتطعت المؤسسةبأمر العميل مبلغامن حساب له لتضمنه إلى حساب آخر الخ:

تیسری صورت یہ ہے کہ میرے ایک بینک کے اندر دو اکاؤنٹ ہیں ایک ڈالر کا ہے اور ایک پاکستانی روپے کا ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ ڈالر اکاؤنٹ سے سو ڈالر کے بقدر پاکستانی روپیہ میرے پاکستانی روپے والے اکاؤنٹ میں جمع ہو جائیں گویا سو ڈالر کا میں عقد صرف کروں اور صرف کر کے پاکستانی روپے میں تبدیل کروں اور اپنے پاکستانی اکاؤنٹ میں جمع کراؤں تو اس کا اصل قاعدہ تو یہ تھا کہ اپنے سو ڈالر نکلواتا اور سو ڈالر نکلوا کر اسی بینک یا کسی دوسرے بینک سے پاکستانی روپے حاصل کرتا اور پھر اپنے پاکستانی اکاؤنٹ میں جمع کرواتا لیکن اس کے بجائے یہ جائز ہے کہ میں میں اس بینک کو یہ آڈر دے دوں کہ تو میرے ڈالر والے اکاؤنٹ سے سو ڈالر نکال کر آج کے ریٹ سے اس کا جو پاکستانی روپیہ بنتا ہے وہ میرے پاکستانی اکاؤنٹ میں جمع کر دو تو یہ اس کی صرف کاغذی کاروائی ہو گی، کیونکہ میرے بینک میں ایک ہزار ڈالر ہیں سو ڈالر نکال کر نو سورہ جائیں گے اور یہاں پاکستانی اکاؤنٹ میں اگر دس ہزار ہیں تو سولا ہزار ہو جائیں گے چھ ہزار روپے بڑھ جائیں گے لیکن چونکہ یہ سب کاروائی اسی بینک میں ہو رہی ہے اس لیے اقتضاءً یوں سمجھا جائے گا کہ بینک نے چھ ہزار پاکستانی روپے کے عوض سو ڈالر فروخت کیے اور پھر پاکستانی اکاؤنٹ میں جمع کروادیے گویا تین عقد اقتضاءً ہوں گے:

(١)---میرے جو ڈالر ان کے پاس دس ہزار جمع ہیں ان میں سے سو ڈالر نکالے گا یعنی قرض جو اس کے ذمہ تھا وہ واپس کرے گا تو قرض کی واپسی۔

(٢)---پھر اس کا پاکستانی چھ ہزار روپے کے ساتھ عقد صرف۔

(٣)---پھر اسی پاکستانی روپے کا (چھ ہزار) اقتراض اور اس بینک میں جمع کر لینا، اگرچہ بینک کے اندر یہ نہیں ہوتا کہ حقیقۃً نکال کر جمع کیا جائے، بلکہ وہ صرف لکھت پڑھت کے ذریعہ ہو جائے گی مثلاً میرے جو ڈالر ہیں بینک کے اپنے کسی اکاؤنٹ میں اور پاکستانی روپے کسی اور اکاؤنٹ سے آکر یہاں جمع ہو جائیں گے، لیکن یہ صرف کے اندر تقابض حکمی ہو گا۔

ترجمہ: جن کی کاٹ لی ہو مؤسسہ نے عمیل کے حکم سے ایک مقدار اس کے اپنے اکاؤنٹ سے تاکہ وہ (جو حصہ کاٹا ہے) ملادے دوسرے اکاؤنٹ میں جو دوسری کرنسی میں ہے اس مؤسسہ میں یا دوسرے مؤسسہ میں کیا

facebook.com/masimfarooq

معنی کہ ڈالر اکاؤنٹ تو میرا اس بینک میں تھا پاکستانی اکاؤنٹ دوسرے بینک میں تھا تو اس سے یہ کہا گیا کہ تم ڈالر نکال کر میرے پاکستانی اکاؤنٹ میں جو فلاں بینک کے اندر ہے جمع کر دو اور اس نے یہ کام کیا کہ مثلاً فیصل بینک میں تھا اور اس نے اٹھا کر البرکہ بینک میں داخل کر دیے پاکستانی روپے تو وہ بھی قبضہ حکمی شمار کیا جائے گا اور یہ جو ایک اکاؤنٹ سے دوسرے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کی گئی یا تو یہ اسی (عمیل) آدمی کے فائدے کے لیے ہیں اور اس کے اپنے ہی مقصد کے لئے ہیں کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرانا چاہتا ہے۔

او لمستفيد آخر: اور یا کسی اور مستفید کے لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تو یہ صورت تھی کہ میں خود ڈالر کو پاکستانی روپے میں تبدیل کرا کے پاکستانی اکاؤنٹ میں جمع کرانا چاہتا تھا لیکن یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ مثال کے طور پر میں نے بازار سے ایک الماری خریدی میرے ذمہ اس کے چھ ہزار روپے واجب ہو گئے مجھے الماری والے کو چھ ہزار کی ادائیگی کرنی ہے میرے پاس پاکستانی روپے نہیں ہیں میرا ڈالر اکاؤنٹ ہے لہٰذا جس بینک میں میرا ڈالر اکاؤنٹ ہے ان سے یہ کہتا ہوں کہ میرے ڈالر والے اکاؤنٹ سے سو ڈالر نکال کر چھ ہزار پاکستانی روپے بناؤ اور بنا کر میرے بائع کو دے دو یعنی جس بینک میں میرے بائع کا اکاؤنٹ ہے اس میں ٹرانسفر کر دو، اس صورت میں الماری والے سے جو عقد ہے وہ صرف نہیں ہے بلکہ عام بیع و شراء ہے اور جب بینک سے میں یہ کہوں گا کہ ڈالر نکال کر پاکستانی روپے دید و تو اس کا معنی یہ ہے کہ میرا بینک کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے وہ عقد صرف ہو رہا ہے اور اس میں تقابض ضروری ہے تو تقابض حکمی اس طرح ہو جائے گا کہ وہ بینک جب ڈالر نکالے گا اور اور اس کو پاکستانی روپے میں تبدیل کرے گا تو ڈالر نکال کر خود بینک نے قبضہ کر لیا اور پاکستانی روپے کا ٹرانسفر کر دیا ایک ایسے شخص کی طرف جس کو میں نے اپنا وکیل بالقبض بنا دیا اور جس طریقہ سے یہ جائز ہے کہ خود آدمی وصول کرے یہ بھی جائز ہے کہ دوسرے کو وکیل بنائے بشرطیکہ مجلس ہی میں ہو تو اسی مجلس کے اندر کسی دوسرے کو وکیل بنا دیا تو یہ میری طرف سے مجلس کے اندر اندر تفرق سے پہلے قبضہ کرے گا۔ لہٰذا تقابض کی شرط پوری ہو گئی اور جب یہ کہا کہ فلاں کو دید و تو مطلب یہ ہے کہ فلاں کو وکیل بنا دیا اور اس کے ہاتھ پر ٹرانسفر کر دیا۔ اور ''او لمستفید آخر'' کا یہی مطلب ہے۔ لیکن مؤسسہ پر بیع صرف کے قواعد کی رعایت کرنا واجب ہے معنی یہ ہے کہ ٹرانسفر کے اندر اس نے دس دن لگا دیے میں نے یہ تو کہہ دیا کہ تم یہ کر و لیکن اس نے پاکستانی روپیہ کے تبدیل کرنے میں یا تبدیل کر کے اس کو متعلقہ اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرنے میں دس دن لگا دیے تو یہ جائز نہیں ہو گا، بلکہ وہ فوراً اسی مجلس کے اندر ٹرانسفر کر دے۔

ويغتفر تأخير القيد المصرفي بالصورة التي يتمكن المستفيد بها---الخ:

یہ بات ذرا سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جتنی صورتیں آپ نے پڑھیں اس میں تقابض حقیقتاً یا حکماً پایا جا رہا ہے لیکن ایک دشواری جو بینکوں کے ذریعہ رقوم کی منتقلی میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے جیسا میں نے ابھی بتایا گیا کہ جس بینک سے ہم نے کہا کہ تم ڈالر کے بدلے پاکستانی روپے فلاں اکاؤنٹ میں بھیج دو تو ایک طرف

facebook.com/masimfarooq

سے قبضہ اس طرح ہو گیا کہ ڈالر اس نے لے لیے پاکستانی روپے میں بینک کا صرف اتنا کام ہے کہ اپنے ہاں سے ٹرانسفر کر دے ٹرانسفر کرنے میں جو کاروائی اس بینک کو کرنی ہے وہ کر دے دوسرا حصہ اس کا یہ ہے کہ وہ جہاں پہنچانا منظور ہے وہاں پہنچا دے فعلاً عملاً اس میں وقت لگ جاتا ہے اس لیے کہ وہ بینک جو ٹرانسفر کر رہا ہے وہ کبھی ٹیلیگراف کے ذریعہ بھیجتا ہے ان کے مختلف ذرائع ہیں لیکن ان کے پہنچنے میں کچھ وقت لگ جاتا ہے پھر پہنچنے کے ساتھ (جس بینک کے پاس پہنچنا ہے) وہ اس بات کا تاکد کرتا ہے یعنی اس بات کی تسلی کرتا ہے کہ یہ صحیح رقم آئی ہے یا جعلی ہے، دوسرا یہ کہ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بینک کے اندر ایک "غرفۃ المقاصۃ" یعنی (Clearing House) کلیر نگ ہاؤس اس کی کاروائی بیچ میں آ جاتی ہے (اس کی تفصیل آگے آئے گی) تو اس کلیر نگ ہاؤس کی وجہ سے رقم پہنچنے میں کچھ دیر لگ جاتی ہے مثلاً آج آپ کے نام کسی شخص نے چیک جاری کر دیا اور وہ پھر چیک آپ نے اپنے بینک کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیا جمع تو آج آپ نے کرا دیا لیکن اس بینک میں آنے کے اندر دو تین دن لگ جاتے ہیں ٹرانسفر سب سے زیادہ قریب ترین ذریعہ ہوتا ہے جس میں جلدی سے جلدی رقم آ جاتی ہے لیکن اس میں بھی وقت لگ جاتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیسے والے نے جب پیسے دے دیے لیکن ابھی تک میرے اکاؤنٹ میں نہیں آئے تو اس کو تقابض حکمی شمار کیا جائے گا یا نہیں اس میں **دو جہتیں** ہیں:

ایک یہ کہ تخلیہ کو ہم نے قبضۂ حکمی قرار دیا ہے تو بینک کا اپنی طرف سے روانہ کر دینا تخلیہ ہو گیا اب جو رکاوٹ ہو رہی ہے اس شخص کے بینک کی طرف سے ہو رہی ہے جو وصول کرنے والا ہے یعنی وہ اپنے وصول کرنے میں کچھ وقت لگا رہا ہے یا اس کے تاکد میں اور تسلی کرنے میں کچھ وقت لگا رہا ہے تو اب یہ قصور ہی دوسرے بینک کی طرف سے ہے تو اس لیے اب اس جہت کا اعتبار کیا جائے تو کیا اس کو قبضہ حکمی کہنا چاہئے۔

دوسری جہت اس کی یہ ہے کہ جس شخص کے پاس رقم پہنچانی ہے ابھی تک وہ اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس سے استفادہ کر سکے یا اس میں تصرف کر سکے تو یہاں دو چیزیں ہوئیں **(۱) التخلیہ (۲) التمکن من التصرف** تو اس صورت میں تخلیہ تو پایا جا رہا ہے اس لیے کے اس کے کرنے کا جو کام تھا اس نے کر دیا ہے لیکن دوسرے شخص کا تمکن من التصرف ہوا نہیں، تو یہ دو جہتیں ہیں، ایک طرف سے وہ قبضِ حکمی شمار ہونا چاہئے اور دوسری طرف نہیں ہونا چاہئے، تو اس پر بہت بحثوں کے بعد ان دونوں جہتوں کی رعایت رکھتے ہوئے یہ کہا گیا کہ اس کو قبض تو قرار دیا جائے گا اس معنی میں کہ وہ قبض جو صرف کی صحت کیلئے ضروری ہو وہ تو متحقق ہو جائے گا لہٰذا عقدِ صرف صحیح ہو جائے گا لیکن اس شخص کیلئے جس کو آخر میں پیسے ملنے ہیں اس میں تصرف اس وقت تک صحیح نہیں ہو گا جب تک کہ تسلّمِ فعلی نہ ہو جائے، حقیقت میں اس کے اکاؤنٹ میں نہ آ جائے، تو ان دونوں جہتوں کی رعایت کرتے ہوئے یہ لکھا گیا ہے کہ:

ویغتفر تاخیر القید المصرفي:

facebook.com/masimfarooq

کہ معاف سمجھا جائے گا قیدِ مصرفی میں تاخیر کو یعنی اکاؤنٹ میں درج ہونے کے اندر اگر تاخیر ہوئی ہے ایسے طریقے پر کہ اس کے اکاونٹ میں لکھے جانے۔ جس سے کہ مستفید تسلّمِ فعلی کے قابل ہو جائے تو اتنی تاخیر کو معاف سمجھا جائے گا اتنی مدت تک کہ جو تعامل کے اسواق میں متعارف ہے جس میں ایک بینک سے دوسرے بینک کی طرف رقم کی منتقلی میں جو وقفہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہی ہے تو یہ ملکوں کے اختلاف کی وجہ سے بھی بدل سکتا ہے کہ کسی ملک میں عام طور سے ایک دن لگتا ہے کسی میں دو دن لگتے ہیں تو جتنا وقفہ ہو گا وہ معاف سمجھا جائے گا، مگر مستفید کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس عملہ میں تصرف کرے اس مدتِ مغتفرہ میں، مگر بعد اس کے کہ اکاونٹ میں درج ہو جانے کا اثر ظاہر ہو جائے، تو اس طرح سے اس مشکل کا حل نکالا گیا ہے تو یہ ایک اور صورت ہو گئی قبضِ حکمی کی۔

(ب) تسلم الشيك إذا كان له رصيد قابل للسحب بالعملة الخ

جو حضرات اس کو صرف قرار دیتے ہیں ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ کہ چیک پر قبضہ کر لینا یوں ہے جیسے رقم پر قبضہ کر لینا، یہ اس بنیاد پر ہے کہ ایک طرف سے مثلاً ڈالر دے دئے گئے اور دوسری طرف سے پاکستانی روپے کا چیک دے دیا گیا بشرطیکہ چیک دینے والے کی رصید ہو، رصید کا معنی ہے جمع شدہ رقم یعنی جس نے ایک لاکھ کا چیک جاری کیا تو ایک لاکھ روپے اس کے اکاونٹ میں موجود ہوں

قابل للسحب

رصید بھی ایسی ہو کہ جس کو نکالا جا سکے اور سحب کہتے ہیں بینک سے پیسہ نکلوانا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اتنا کافی نہیں کہ رصید ہے بلکہ رصید بھی ایسی ہو کہ جس کو نکالا جا سکتا ہو بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ رصید ہے لیکن قابل سحب نہیں ہوتی، جیسا کہ کسی نے فکس ڈیپازٹ میں استثمار کے طور پر چھ مہینے کیلئے دے رکھا ہے فکس ڈیپازٹ میں نکالنے میں دشواریاں ہوتی ہیں ہر وقت نہیں نکالا جا سکتا چھ مہینے سے پہلے عام حالات میں نکالنے کا حق نہیں ہوتا اس پر خاص شرطیں عائد ہوتی ہیں یا بعض اوقات ایک اکاؤنٹ ہوتا ہے مگر مرہون ہوتا ہے یعنی اس کو کسی اور حق کے سلسلے میں رہن رکھا ہوا ہے تو وہ منجمد کر دیا جاتا ہے کہ اس کو نکال نہیں سکتے تو دو شرطیں ہوئیں: ۱۔ رصید ہو۔ ۲۔ قابل للسحب ہو۔

بالعملة المكتوب بها الخ

اور نکالنا بھی اس کرنسی میں ممکن ہو جس کرنسی میں چیک جاری کیا گیا ہے یہ نہیں کہ چیک تو جاری کیا گیا پاکستانی روپے میں اور اکاؤنٹ ہے اس کا ڈالر میں تو پھر سحب نہیں ہو گا۔

وعند استيفائه

اس کا قابل للسحب سے تعلق ہے ای قابل للسحب عند استیفائہ یعنی جس وقت چیک وصول کیا جا رہا ہے اس وقت ہی قابل للسحب ہو، اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ

facebook.com/masimfarooq

چیک تو میں نے آج دے دیا لیکن اس پر تاریخ دو دن بعد کی لکھی ہوئی ہے تو وہ آج قابل للسحب نہیں بلکہ وہ دو دن کے بعد قابل للسحب ہوگا تو قابل للسحب اس دن اور اس وقت ہونا چاہئے کہ جس وقت چیک وصول کیا جارہا ہے تو یہ سب شرطیں پائی جانی ضروری ہیں:

رصید ہو قابل للسحب ہو اور قابل للسحب بھی اس وقت ہو جس وقت چیک لیا جارہا ہے اور یہ چیک اس کرنسی میں جس میں اکاؤنٹ ہے۔

وتمّ حجز الموسسة الخ

حجز اصل میں ریزرو کر لینے کو کہتے ہیں سیٹوں کی ریزرویشن کو بھی حجز کہتے ہیں، حجزتُ مقعدة في القطار او في الطائرة ،حجزت غرفة في الفندق، تو حجز کے معنی ہیں ریزرویشن کرنا بک کروالینا کہ جب موسسہ نے اس کو حجز کرلیا ہو، اور تام ہو گیا ہو اور موسسہ کی طرف سے اس کو حجز کرنے سے مراد یہاں پر وہ ادارہ ہے جس کو چیک دیا جارہا ہے مثلاً بینک سے ہم نے ڈالر لئے اور پاکستانی روپے اس کو دئے تو ہم موسسہ کے ساتھ صرف کر رہے ہیں تو موسسہ اس کو اپنے لئے مجوز کرلے یعنی اس کو اپنے نام کرلے، حجز کے معنی ریزرو کرلینا مراد یہ ہے کہ وہ چیک موسسہ کے نام کراس ہو، جس کو فکس اکاونٹ (فیئر) کہتے ہیں، جس کو دوسرا آدمی نہ نکال سکے، بلکہ اس کو موسسہ ہی نکال سکے، کیونکہ اگر بیرر چیک ہے تو اس کو کوئی بھی جا کر نکال سکتا ہے تو اب عین ممکن ہے کہ قبل اس کے وہ وہاں جا کر وصول کرے تو کہیں چوری ہو جائے یا وہ لے جائے یا کوئی اور آدمی اس سے جا کر پیسے نکلوائے، لہٰذا ضروری ہے کہ موسسہ اس کو حجز کرے یعنی اس کے نام پر کراس ہو کہ بھائی یہ فلاں کے نام پر نکلے گا، ان شرطوں کے ساتھ وہ کہتے ہیں کہ چیک پر قبضہ بھی قبضہ حکمی شمار ہوگا اور اس سے عقدِ صرف صحیح ہو جائے گا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے اس سے خاص کر قبض کے سلسلے میں اتفاق نہیں ہے کہ چیک پر قبضہ کرلینے سے قبضہ متحقق ہو جاتا ہے لیکن میں نے یہ اس لیے گوارا کیا چونکہ میرے نزدیک اصل مذہب میں تقابض ضروری نہیں، اگر قبضہ نہ ہو تو مسئلہ نہیں اور اگر یہی قبضہ ہو جائے تو یہ احوط اور غنیمت ہے۔

سوال: یہ ہے کہ پچھلے صفحے پر آپ نے کمبیالہ (BILL OF EXCHANGE) کو قبضہ حکمی نہیں کہا فرض کرو کہ ایک شخص نے چھ ہزار کی ایک الماری خریدی، اور اس نے لکھ دیا کہ چھ ہزار روپے میرے ذمے واجب الادا ہیں جو میں یکم ذی الحجہ کو ادا کروں گا اب کمبیالہ اور اسکی تاریخ یکم ذی الحجہ آگئی تو وہ کسی سے کہے کہ مجھے سو ڈالر دے دو اور مجھے کمبیالہ لے لو، پیچھے گزرا ہے کہ یہ جائز نہیں اور یہاں کہہ رہے ہیں کہ اگر کراس چیک دیدیں کا تو قبضہ حکمی ہو گیا اور اگر کمبیالہ دیدیں تو قبضہ حکمی نہیں ان دونوں میں فرق کیا ہے؟

facebook.com/masimfarooq

الجواب: جواب اس کا یہ ہے کہ جس نقطۂ نظر کی یہاں بات ہو رہی ہے اس میں یہ ہے کہ اگرچہ کمبیالہ چھ ہزار دین ہے کسی کے ذمے، اور یہ آدمی کمبیالہ دے کر اس کا حوالہ کر رہا ہے اس کی طرف، اور چیک کے اندر بھی یہی صورت ہے کہ چیک دینے کا مطلب یہ ہے کہ میری رقم رکھی ہوئی ہے وہ بینک کے ذمے دین ہے تم جا کر وہاں سے وصول کر لینا یہ بھی حوالہ ہے لیکن معاصر علماء نے دونوں قسم کے دیون میں فرق کیا ہے، کہ ایک دین جو شخصِ ثالث پر واجب ہے یا جو کسی مشتری پر یا کسی ادارے پر واجب ہے وہ باقاعدہ ایسا دین نہیں جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ملے یا نہیں ملے، ظن ہے ملنا یقینی نہیں۔

بخلاف ان کے جو خود اپنے بینک اکاؤنٹ کے اندر رکھا ہوا ہے تو وہ شرعاً اگرچہ بینک کے ذمے ہے لیکن یہ ایسا دین تقریباً ایسا ہے کہ گویا میرے ہاتھوں میں ہے کہ جب میں چاہوں جا کر نکال لوں اس میں یہ احتمال نہیں کہ پتہ نہیں وہ دے یا نہ دے، لہذا اگر میں کسی کو کمبیالہ دیتا ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ میں وہ دین مسئول دے رہا ہوں اور اس کے اوپر حوالہ کر رہا ہے اب اس کو جانا پڑے گا، اسے مطالبہ کرنا پڑے گا، پتہ نہیں وہ دے یا نہ دے، بخلاف چیک کے کہ چیک میں نے کاٹا ہے ایسے اکاؤنٹ سے جو میرے نام پر ہے اور میرے دستخط سے جب چاہے نکال سکتا ہے، لہذا کسی کو چیک دینا یہ دینِ مظنون دینا نہیں، بلکہ اگر یہ شرائط پائی جا رہی ہوں کہ رصید موجود ہے قابل للسحب ہے، اسی کرنسی میں ہے، اس تاریخ میں ہے، تو وہ مظنون نہیں، اگرچہ ہم اصطلاحاً اس کو قرض کے سوا کچھ اور نہیں کہہ سکتے اور اس لئے قرض کہتے ہیں کہ اس میں تصرف کا حق حاصل نہیں لیکن دونوں قرضوں میں فرق ہے، کہ وہ دینِ مظنون ہے اور یہ دین قطعی ہے، قطعی الوصول ہے لہذا اس کا حوالہ کرنا ایسا ہے کہ جیسا کہ اصل رقم کا کسی کو حوالہ دے دینا، ان کا نقطہ نظر سے دونوں میں یہ فرق ہے۔

<u>تسلم البائع قسيمة الدفع الموقع---الخ</u>

اس کو سمجھنے کیلئے بطاقۃ الائتمان کے سمجھنے کی ضرورت ہے،

اس سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ آج کل تو سب جگہ کریڈٹ کارڈ چلتا ہے کہ لوگ اپنے ساتھ رقمیں لے جانا خطرناک سمجھتے ہیں، تو اس واسطے ایک ادارہ ایک کارڈ جاری کرتا ہے، اس کو کریڈٹ کارڈ کہا جاتا ہے، تو وہ کارڈ اس کام کیلئے ہوتا ہے کہ مثلاً میں پی آئی کے پاس گیا ٹکٹ خریدنے کیلئے تو بجائے اس کے کہ میں اس کو پیسے ادا کروں کارڈ دے دیتا ہوں، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس ادارے نے مثلاً امریکن ایکسپریس نے وہ کارڈ جاری کیا ہے وہ تاجر سے اس بات کا ذمہ لیتا ہے کہ جب تم اس کو فروخت کروگے تو قیمت میں ادا کروں گا، تم اس سے وصول نہ کرو جو تمہارے پاس کارڈ لے کر آیا ہے، وہ ادارہ تاجر کو ادا کر دیتا ہے، پھر مہینے مکمل ہونے پر ادارہ اس کے نام بل بھیجتا ہے جس شخص نے اس کارڈ کو استعمال کیا تھا، کہ فلاں فلاں جگہ پر آپ نے فلاں فلاں چیز کی خریداری کی تھی اس کی اتنی رقم بنی اور اتنی ہم نے ادائیگی کی، اتنی رقم آپ ہمیں دید یجیے، تو

facebook.com/masimfarooq

مہینے میں وہ اس کی ادائیگی کر دیتا ہے، یہ کریڈٹ کارڈ کہلاتا ہے، تو ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی شخص کریڈٹ کارڈ پر کوئی خریداری کرتا ہے، مثلاً میں نے پی آئی اے سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ٹکٹ خریدا تو وہ ایک رسید ہوتی ہے، جس پر مجھ سے دو دستخط لیتا ہے، پی آئی اے دستخط لے گا وہ دستخط جو میرے کریڈٹ کارڈ پر لکھے ہوئے ہیں اس کے بعد ایک رسید وہ اپنے پاس رکھے گا، اور مثنی مجھے دیدے گا، تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں نے کتنی خریداری کی ہے، اپنے پاس جو رکھے گا، وہ جاکے بیچ دے گا، اس کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارے کے پاس کہ دیکھیں ایک آدمی آیا اور اس نے کریڈٹ کارڈ پر یہ خریداری کی ہے، اتنے پیسے واجب ہو گئے ہیں آپ ہمیں دیدیجئے، تو اس کی بنیاد پر وہ ادارہ اس کو پیسے بھیج دیتا ہے، تو جس رسید پر دستخط خریدار کرتا ہے اس کو قسیمۃ الدفع کہا جاتا ہے، تو ان کا کہنا یہ ہے کہ بیع صرف بطاقۃ الائتمان کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً میں نے سو ڈالر کے عوض پاکستانی روپے خرید لیے کسی بینک سے تو چھ ہزار میں نے لے لیے اور سو ڈالر تو مجھے دینے تھے، تو دینے کے بجائے میں نے بطاقۃ الائتمان کے قسیمۃ پر دستخط کر دیا، یعنی جب اس سے ڈالر کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا کہ بھئی پیسے تو نہیں ہیں، بطاقۃ الائتمان ہے تو اس نے بطاقۃ کے قاعدہ کے مطابق رسید بنائی، اور اس پر مجھ سے دستخط لے لیے، پھر جب قسیمۃ الدفع میں نے دیدیا تو یہ سو ڈالر دینے کے قائم مقام ہے اور یہ بھی سو ڈالر پر قبضہ حکمی ہے۔ اور وہ یہ اس لئے کہتے ہیں کہ جو دستخط قسیمۃ الدفع پر کیے جاتے ہیں یہ چیک سے زیادہ قوی ہیں، کیونکہ چیک میں پھر بھی کوئی نہ کوئی احتمال ہو سکتا ہے، لیکن یہ جو دستخط ہو گا ادائیگی اسی وقت ہو گی یعنی فوراً قسیمۃ مؤسسہ کو دے گا مؤسسہ ایک منٹ کی تاخیر نہیں کر سکتا ایک منٹ کی تاخیر کرے تو اس پر مقدمہ ہو سکتا ہے، یعنی اس کو قبول کرنا بھی قبضہ حکمی ہے ان حضرات کے نزدیک۔

تسلم البائع: بائع کا وصول کرنا، **قسیمۃ الدفع**: ادائیگی کی رسید کو وصول کر لینا، **المؤقعہ**، جس پر دستخط موجود ہوں۔

من حامل --- بطاقۃ الائتمان کے حامل یعنی مشتری کی طرف سے، اس حالت میں جبکہ مؤسسہ کیلئے جس نے بطاقہ جاری کیا ہے قبول کرنا ممکن ہو، حامل بطاقۃ کو بغیر اجل کے رقم دیدے، اس میں کئی صورتیں ہوتی ہیں، بعض اوقات تو مؤجل ہوتا ہے، دوسری صورت کہ معجل ہو کہ فوراً دینے کا پابند ہو اس صورت میں اگر قسیمۃ دیدیا اور اس اس پر قبضہ کر لیا تو یہ بھی قبضہ حکمی ہے۔

التوكيل في المتاجرة بالعملات:

اس عنوان کے تحت یہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے کہ بیع صرف میں جو تقابض فی المجلس شرط ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ جو آدمی بیع کر رہا ہے وہی قبضہ کرے، یعنی جو بیع و شراء میں براہ راست فریق ہے، یہ ضروری نہیں بلکہ کسی اور کے ذریعہ بھی قبضہ ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اسی مجلس عقد ہوا ہو۔

يجوز توكيل الغير:

facebook.com/masimfarooq

یہ جائز ہے کہ کسی دوسرے ایسے شخص کو وکیل بنادیا جائے جو مؤکل کی طرف سے عملات کی بیع کا عقد کرے اور ساتھ ساتھ اس کو قبض اور تسلیم کا وکیل بھی بنادیا جائے، کہ تم میری طرف سے بیع صرف کرلو، اور تسلیم بھی کرلو تو شرعاًاس کی گنجائش ہے اس میں کوئی خرابی نہیں۔

يجوز توكيل الغير-----من غيرتوكيله بالقبض الخ

دوسری صورت اس کی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم عملات کی بیع میری طرف سے کردو یعنی بیع کا وکیل بنایا لیکن قبض کا وکیل نہیں بنایا یہ اس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ جس مجلس میں اس وکیل نے موکل کی طرف سے بیع کی ہے اسی مجلس میں خود موکل قبضہ کرے یعنی عقد تو کیا وکیل نے لیکن قبضہ کرلیا موکل نے اسی مجلس میں قبل تفرق العاقدین تو بھی صحیح ہوجائیگا شرط یہ ہے کہ یا تو موکل خود قبضہ کرے یا کسی اور کو وکیل بنادے قبض کا لیکن یہ اسی مجلس کے اندر کرے تو تقابض کی شرط پائی جائیگی اور عقد صحیح ہوجائیگا۔

(۳)يجوزالتوكيل بقبض العملةبعد ابرام عقد صرف ---الخ

تیسری شکل یہ ہے کہ آدمی نے عقدِ صرف تو خود کیا لیکن قبضہ خود کرنے کی بجائے کسی اپنے وکیل کو مقرر کردیا کہ تم میری جانب سے قبضہ کرلو یہ اسصورت میں جائز ہے جب کہ وکیل موکلین کے تصرف سے پہلے پہلے قبضہ کرلے یعنی عقد تو کرلیا لیکن مجلس باقی ہے ابھی دوسرے آدمی سے کہہ دیا کہ بھائی تو قبضہ کرلو میری طرف سے۔

(۴)استخدام وسائل اتصال احديثة في المتاجرات العملات

جو جدید وسائل ہے مواصالات کے اس کا استعمال کرنا عملات کے متاجرہ میں یعنی ٹیلی فون، فیکس، ای میل وغیرہ ان کے ذریعے کیا احکام ہیں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں۔

(۵)التعاقد بوسائل اتصال الحديثة بين الطرفين الخ

جو نئے وسائل اتصال ہیں ان کے ذریعے اگر تعاقد کیا جائے دو فریقوں کے درمیان جو دو جگہوں پر ہوں اور متباعدین ہوں یہ ایک شہر میں ہو دوسرا دوسرے شہر میں ہو تو محض جگہ کے دور ہونے کی وجہ سے احکام میں کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ اسکے اوپر وہی آثار مرتب ہونگے جو ایک ہی جگہ پر عقد کے جاری کرنے سے ہوتے ہیں یعنی جس طرح تقابض وہاں ضروری ہے اسی طرح یہاں بھی ضروری ہے البتہ وہ تقابض بطریقہ وکالت انجام دیا جاسکتا ہے ان قیود و شرائط کے تحت جو اوپر گزر چکی۔

مثال کے طور پر ایک آدمی ہے وہ ٹیلی فون پر کراچی سے بات کررہا ہے اور دوسرا آدمی دوبئی میں بیٹھا ہے تو اس صورت میں عملات کی جو تجارت ہے وہ اس طرح درست ہوسکے گی کہ اس آدمی (جو کراچی سے بات کررہا ہے) کا دوبئی میں اکاؤنٹ ہے اور اس نے جس بینک کے پاس پیسے رکھے ہوئے اس کو اپنا وکیل

facebook.com/masimfarooq

بنادیا کہ تم میری طرف سے عقد صرف کرلو فلاں آدمی کیساتھ یہ ضروری نہیں کہ عقد صرف کا لفظ ہی استعمال کیاہو بلکہ یہ کہہ دیا کہ تم میری طرف سے فلاں شخص کو اتنے پیسے دیدو اور ان سے اتنے وصول کرلو تو اس صورت میں یہ ٹیلیفون کے ذریعے توکیل ہوئی پھر وہ بینک جس میں اس کا اکاؤنٹ ہے وہ عقد صرف کو انجام دے گا اسی مجلس کے اندر اس کو دیدے اور اس سے وصول کرے، یہ تو وہ صورت ہے کہ ٹیلی فون کے ذریعہ توکیل کی گئی ہو، اس میں کلام ہوا ہے کہ آیا اس کے ذریعہ عقد صرف بھی ہوسکتا ہے یا نہیں۔۔۔؟

اسی طرح کہ ٹیلی فون پر بات کی اور ٹیلی فون پر ہی کہا کہ میں تم کو ایک ہزار ڈالر اتنے درہم کے عوض بھیج دیے، اب اگر اس کے ایک ہزار ڈالر وہاں پر موجود ہیں خود تو یہاں بیٹھا ہے لیکن وہاں اکاؤنٹ میں موجود ہیں اور خود یہاں پر بیٹھا ہے ابھی دوسرے سے کہتا ہے کہ تم وصول کرلو وہاں سے، اور دوسری طرف اس نے بینک کو آرڈر دے دیا ہے، یعنی بینک کو وکیل نہیں بنایا بلکہ خود براہ راست عقد کررہا ہے لیکن بینک کو یہ کہہ دیا کہ تم میری طرف سے ایک ہزار ڈالر اس کو دیدو، میرے اکاؤنٹ سے، اور اس نے کہا کہ تم پاکستانی روپے فلاں آدمی جو تمہارے پاس بیٹھا ہے اس کو دیدو تو آیا اس کو ایک مجلس سمجھا جائیگا یا نہیں، تو راجح اس میں یہ ہے کہ ٹیلی فون کا مکالمہ جب تک جاری ہے اس وقت تک یہ ایک مجلس ہے، تو اس مکالمہ کے دوران اگر تقابض پایا جارہا ہے تو تقابض کی شرط پائی جائیگی کہ وہاں اس کے پیسے پہلے سے موجود ہیں اور بینک سے کہہ دیا کہ تم دیدو، ایک آدمی کو دینے کا وکیل بنادیا، اور دوسرے کو لینے کا وکیل بنایا، اور ٹیلی فون کے ذریعہ عقد براہ راست کرلیا تو یہ تقابض کا مسئلہ اس طرح حل ہوجاتا ہے۔

سوال: پہلے جب یہ اس سے فون پہ بات کرے گا، اس کے بعد دوسرا فون کرنا ہوگا تو مجلس کیسے برقرار ہوگی؟

جواب: ٹیلی فون ابھی منقطع نہیں ہوا، بلکہ رکھا ہوا ہے اور دوسرے ٹیلی فون کے ذریعہ بینک کو کہہ دیا، یا یہ کہ بینک کو پہلے کہہ چکا ہے کہ فلاں آدمی آئیگا اس کو دیدو، پھر بعد میں اس سے عقد کرلیتا ہے، تو اصل چیز یہ ہے کہ جب تک مکالمہ جاری ہے اس وقت مجلس کا اعتبار کیا جائیگا کہ مجلس موجود ہے، اس میں بے شک عملی دشواری ہے، لیکن اس کی آسان صورت یہ ہے کہ کسی کو وکیل بنائے اور وہ عقد صرف کرلے، لیکن بالفرض اگر بذریعہ فون کرے تو ہو جائیگا، مکالمہ منقطع ہونے سے پہلے پہلے کرلیا تو شرط پائی جائیگی، میں نے جو ابھی کتاب لکھنی شروع کی ہے "فقہ المعاملات" تو اس کے اندر ابھی تک ایجاب و قبول سے ہی نہیں نکل پایا، اب تک ستر اسی صفحات ہوچکے ہیں اور وہ سب ایجاب و قبول ہی میں ہیں، اور وہ اس وجہ سے ہے کہ کس طرح سے ایجاب کہاں مکمل ہوگا اور قبول کہاں مکمل ہوگا، ٹیلی فون اور فیکس کے ذریعہ کہاں مکمل ہوگا اور تار وغیرہ سے کس طرح ہوگا، اس طرح مزید جو نئے آلات ہیں، تو اس سلسلے میں ٹیلی فون کے بارے میں، میں جس نظریہ تک پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ جب تک مکالمہ جاری ہے اس وقت تک مجلس ایک سمجھی جائیگی۔

facebook.com/masimfarooq

"ب" الایجاب المحدد لمدۃ الصادر باحدی الوسائل ---الخ

ایجاب کے بارے میں کافی لمبی بحث ہے، ہمارے ہاں تو عام مسئلہ یہ ہے جو آپ نے پڑھا ہے کہ ایجاب کے بعد ثانی کو قبول کا اختیار ہے، مجلس تک، جب تک مجلس باقی ہے تو خیارِ قبول باقی ہے اور جب مجلس ختم ہو گی تو خیار قبول ختم ہو جائیگا، یہ ہے جو ہماری کتابوں میں عام طور سے لکھا ہے، اس میں دشواری اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایجاب کرنے والا اور قبول کرنے والا دونوں الگ الگ شہر میں ہوں، تو اس وقت مجلس کب تک برقرار رہے گی، یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے تو اس کے اوپر بڑی لمبی بحث ہے، آپ نے پڑھا ہو گا اور فقہاء نے اس سے بحث کی ہے، کہ کوئی شخص خط لے جائے تو اس کے ذریعہ ایجاب و قبول کیسے ہو گا۔؟ تو فقہاء کرام نے فرمایا کہ جس مجلس میں خط پہنچا اس کی حد تک قبول کا اختیار حاصل ہے، وہ مجلس اگر ختم ہو گئی تو خیار قبول ختم ہو گا، اب اس میں عملی اشکالات بہت سارے ہوتے ہیں، وہ یہ کہ پتہ نہیں چلتا کہ واقعی اس نے اس مجلس میں قبول کیا تھا یا نہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے خط تمہارے پاس فلاں تاریخ کو بھیجا اور فلاں آدمی نے پہنچایا اب آپ مجھے دو دن بعد جواب دے رہے ہو، وہ کہتا ہے کہ میں نے زبانی طور پر اسی وقت قبول کیا تھا اور ڈاک کے ذریعہ اطلاع دیر سے پہنچی اس لئے دیر ہوئی تو تنازع پیدا ہوا، تو اس طرح واقعۃً قبول متحقق ہو گیا تھا یا نہیں، تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟؟؟

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں ایک مسئلہ ہے کہ ایجاب کرنے والا ایجاب کو کسی وقت اور کسی مدت کے ساتھ مقید کر لے، یعنی یہ کہ دے کہ ایجاب پانچ دن تک جاری رہے گا، اس مدت میں قبول کا حق حاصل ہے اس کے بعد قبول کا حق ساقط ہو جائیگا، یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک ہے، اور ہمارے **بعض احناف** نے بھی اس کو اختیار کیا ہے، تو یہ مسئلہ اس مسلک پر مبنی ہے کہ اگر ایجاب محدد ہو کسی مدت کیساتھ، اور وہ ایجاب آیا تھا ان وسائل میں سے کسی ایک کے ذریعہ سے تو وہ ملزم رہے گا اس مدت میں ایجاب کرنے والے کیلئے، صرف کے اندر بھی اگر اس نے کہا کہ اگر دس دن کے اندر اگر چاہو تو قبول کر و تو یہ صرف نہیں ہے دسویں دن اگر وہ قبول کرے تو اس کو یہ حق حاصل ہے ایجاب اس کے ذمہ ملزم رہے گا، لیکن عقد پورا ہو گا قبضہ حقیقی اور قبضہ حکمی کے وقت یعنی جب وہ قبول کر لے گا تو پھر ضروری ہے کہ اسی مجلس میں دونوں طرف سے قبضہ بھی ہو حقیقی ہو یا حکمی، لیکن جو دس دن گذرے یہ عقد نہیں ہوا بلکہ یہ ایجاب اور ایجاب مفتوح ہے کہ دس دن کے اندر اندر تم اس کو قبول کر سکتے ہیں۔

آجکل کی بین الاقوامی تجارتوں میں یہ طریقہ اختیار کیے بغیر چارہ کار نہیں، ایجاب کو محدد کیا جائے کسی مدت کے ساتھ ورنہ تنازع کی بے شمار صورتیں پیدا ہوتی ہیں، اور یہ بڑی دلچسپ بحث ہے، کہ ایجاب کس وقت لازم ہو گا، کب تک لازم رہے گا، قبول کب تک کر سکتا ہے (حضرت کی کتاب **"فقہ البیوع"** میں یہ تفصیلات موجود ہیں، یہ کتاب عنقریب چھپ کر منظر عام پہ آرہی ہے مذکورہ بحث کا اسی میں مطالعہ کریں)

facebook.com/masimfarooq

المواعدہ:

تحرم المواعدة في المتاجرة في العملات اذا كانت ملزمة للطرفين ..الخ

عملات کے اندر مواعدہ کرلینا کہ فلاں تاریخ کو میں تمھیں اتنے ڈالر اتنے پاکستانی روپے میں بیچوں گا اور دوسرا کہے کہ میں خریدوں گا دونوں معاہدہ کرلیں اگر مواعدہ ملزم للطرفین ہے تو یہ ناجائز ہے کیوں اسلئے کہ جب یہ مواعدہ جانبین سے ہوگا تو یہ شبہ العقد ہے تو بغیر تقابض بدلین کے گویا ایک طرح سے عقد کرہی لیا آجکل فارورڈ جو ہوتا ہے چاہے اس کا مقصد کرنسی کی قیمت کے گرجانے کے خطرات سے بچنا ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وعدہ ایک طرف سے ہو تو یہ جائز ہے چاہے وہ ملزم ہی ہو یعنی یہ کرے کہ ایک طرف سے وعدہ ایک شخص نے کرلیا کہ میں فلاں تاریخ پر اس قیمت میں تم سے اتنے ڈالر خریدوں گا اور وہ وعدہ ملزم ہو تو کیا مطلب ہوا کہ دوسرے فریق کو حق ہے کہ چاہے تو اس تاریخ میں اس شخص کو ڈالر بیچے اور اس وعدہ کی تنفیذ پر اس کو مجبور کرے اور چاہے تو نہ بیچے تو چونکہ دونوں طرف سے نہیں اس میں عقد کی مشابہت نہیں۔

رہا یہ کہ وعدہ ملزم ہوتا ہے کہ نہیں تو یہ ایک مستقل بحث ہے اور یہ آج کے معاملات میں اہم حیثیت رکھتی ہے اور ہمارے جو قدیم فقہاء میں بکثرت اس طرف گئے ہیں کہ وعدہ ملزم نہیں ہوتا لیکن بہت بڑی جماعت فقہاء کی ایسی ہے جو وعد کو ملزم بھی قرار دیتی ہے اس پر بھی میں نے کافی لمبی بحث کی ہے لیکن جو حضرات اس طرف گئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

فقد اختلف الفقهاء في حكم الوفاء بالوعد على اقوال:المشهورممانقل من الجمهور الفقهاءان الوفاءبالوعد مستحب مندوب و**هو** من مكارم الاخلاق و لكنه ليس بواجب ديانة ولا قضاء والواعداذا ترك الوفاءفقد فاته الفضل والتقى المكروه كراهة تنزيهةشديدة ولكنه لاياثم هذا القول منصوب الى ابى حنيفة والشافعية واحمد وبعض المالكية۔

لیکن ابوحنیفہ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے

المذهب الثاني: ان الوفاء بالوعد واجب مطلقا وهوواجب ديانة وقضاء يقضى به القاضى على اواعد الا من عذر يمنع الوفاء وهوقول سمرة بن جندب وعمربن عبدالعزيزوحسن البصرى وقاضى سعيدبن الاشلوع و اسحاق بن راهويه والامام يحيى بن ابى بكر وهو مذهب بعض المالكيه ورجحه القاضي ابوبكر ابن العربي وهو الذي اختاره الغزالي من الشافعيه اذا كان الوعد يفهم عند الجزم وهو مذهب ابن الشبرم كما نقله ابن حزم

(3)المذهب الثالث وهو مذهب الجمهور المالكيه وهو تفصيل في وجوب الوفاءبالوعد

کہ بعض حالتوں میں واجب ہوگا اور ان بعض حالتوں میں نہیں ہوگا یہ مختلف قسمیں ہیں لیکن ساری بحث کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خود حنفیہ کے مذہب مطابق معاملات کے اندر وعدہ ملزم ہے لہذا اگر ایک طرف سے وعدہ ملزم ہو گیا بشرطیکہ وعدہ کے اندر خود تصریح ہو اس بات کی یہ ملزم ہوگا تو وہ

facebook.com/masimfarooq

ملزم ہوگا اور جب ایک طرف سے ملزم ہو یعنی وہ کہتا ہے کہ میں اتنے ڈالر خرید لگا اتنی قیمت پر تو دوسرا فریق اس کو مجبور کر سکتا ہے، بلکہ میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں تو کہ مواعدہ ملزمہ من الجانبین بھی جائز ہے، یہ جو بحث یہاں پر مکمل ہے، یہ مجمع الفقہ الاسلامی کے قرار کے مطابق لکھی گئی ہے، مجمع الفقہ نے قرار یہ دیا ہے کہ مواعدہ ملزمہ جائز نہیں، وعدہ ملزم جائز ہے یعنی ایک جانب سے جائز ہے، دونوں طرف سے معاہدہ ہو تو یہ کسی بھی تجارت میں جائز نہیں کیونکہ ''بیع مضاف الی المستقبل'' ہوگی جو جائز نہیں۔

میں نے ابھی حال میں ایک مقالہ لکھا ہے ''عقود التورید للمناقصات'' کے نام سے یعنی جو سپلائی کنٹیکٹ ہوتے ہیں، اس میں، میں نے اس موضوع پر بحث کی ہے اور اس میں میں نے کہا ہے کہ ''مواعدہ'' بھی جائز ہو سکتا ہے، لیکن صرف میں احتیاط یہی ہے کہ صرف کے معاملے میں اس کو استعمال نہ کیا جائے، لیکن عام بیوع میں مواعدہ ملزمہ جائز ہے۔

يجوز مايسمى في المجالات المصرفية الشرا۔۔۔الخ

پہلے یہ مسئلہ بیان فرمایا تھا کہ متاجرہ فی العملات میں مواعدہ جائز نہیں، وعدہ جائز ہے اب اس کے پر ایک کثیر الوقوع مسئلہ کی تفریع کی گئی ہے، کہ وہ معاملہ جو بینکوں میں اس نام سے موسوم ہے، کہ عملات کی متوازی خرید و فروخت، انگریزی میں (parallel purchase and sale of currencies) اور اس کا مخفف کیا جاتا ہے (PPSC) اصل میں اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جتنے بھی مالیاتی ادارے ہیں، چاہے بینک ہو یا غیر بینک ان کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کچھ روپیہ ان کو نقد رکھنا پڑتا ہے، کہ کسی بھی وقت پیسہ نکالنے کیلئے آجائے تو اس کو دیں، یہ جو نقد پیسہ رکھا جاتا ہے اس کو عربی میں ''السيولة'' انگریزی میں ''لیکوڈیٹی'' کہا جاتا ہے، سیولہ کا معنی سائل چیز یعنی بہنے والی، یہ ایسی چیز ہے کہ ہر وقت انسان اس کو استعمال کر سکے مثال کے طور پر ایک ملین روپیہ اس غرض کیلئے نقد رکھے، تاکہ کوئی آکر مطالبہ کرے تو اس کو ادا کرے، اگر وہ نقد رکھے تو اس کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا، وہ بینک ایسے طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے کہ وہ نقد بھی رہے اور کچھ نہ کچھ نفع بھی دیتا رہے، پھر عام سودی مالیاتی ادارے ہوتے ہیں انہوں نے اس قسم کا انتظام کیا ہوا ہوتا ہے کہ بہت مختصر میعاد، کثیر المیعاد، یا انتہائی کثیر المیعاد کر کے دیدیتے ہیں مثال کے طور پر ایک دن کیلئے دیدیا تو اس کا بھی سود لگ جاتا ہے یا گورنمنٹ سیکیوریٹیز رکھ لیتے ہیں، یعنی حکومت نے بانڈز میں یا ڈیفنس سیونگ سرٹیفیکیٹ کی صورت میں جو اسکیمیں جاری کی ہوتی ہیں تو یہ لے کر رکھ لیتے ہیں اب جب بھی ضرورت پیش آجائے اس کو بازار میں جاکر کیش بنا لیتے ہیں اور اس پر سود بھی اتنے دن کے حساب سے ہوتا ہے جتنے دن کیلئے رکھا ہے، تو یہ انتہائی قصیر المیعاد قرضے ہیں جن کو اصطلاح میں (over night) یعنی ایک رات دن کیلئے، بینک چاہتے ہیں کہ ایک دن کیلئے بھی اگر وقت ملا ہے اس کو کہیں لگادیں تاکہ اس میں کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو جائے، بجائے اس کے کہ اگر دس لاکھ روپے مثلاً اگر ہیں تو وہ ویسے ہی پڑے رہیں، اس

facebook.com/masimfarooq

کا کوئی نفع نہ ہو، تو ایک دن کیلئے جب ضرورت ہے تو بعض اوقات ایک ہفتے کیلئے اگر رکھنا ہے تو اس کی بطریق اولیٰ ضرورت ہوگی کہ کہیں اس کو لگایا جائے، اب جب اسلامی بینک قائم ہوئے تو ان کو اس کی بڑی دشواری پیش آئی کہ سیولہ پر کوئی نفع نہ ملے، پھر اسلامی بینک کو بھی تو اس مارکیٹ میں رہنا ہے وہ ان بینکوں کے ساتھ کمپین نہیں کر سکتے کہ وہ سارے بینک جن میں دس لاکھ ہیں وہ ہر روز کچھ نہ کچھ فائدہ دے رہے ہیں یہ اگر اٹھا کر منجمد کر دیں تو اس پر کچھ نہیں ملے گا، تو یہ اپنے ڈیپازیٹر کو اتنا نفع نہیں دے سکتے جو دوسرے بینک دیتے ہیں، تو ان کے مقابلہ کیلئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسا طریقہ ہو کہ جس میں اس مختصر وقت کے اندر بھی پیسے کہیں رکھوا کر اس پر نفع حاصل کر سکیں، سود پر رکھوانا تو جائز نہیں، تو شروع شروع میں بلکہ اب بھی، بہت سارے بینک یہ کام کرتے ہیں کہ انہوں یہ طریقہ نکالا ''پیرل پرچیز اینڈ سیل آف کرنسیز:'' اس کا طریقہ یہ کرتے تھے کہ ہمارے پاس ڈالر ہیں وہ ہم نے دوسرے بینک کے پاس رکھوا دیے، ہم نے اس سے کہا کہ ہم ایک لاکھ ڈالر کے عوض چھ لاکھ سوئس فرنک خریدتے ہیں، اب ڈالر کے عوض یہ سامان لے لیا لیکن ساتھ ہی اس کے ساتھ ایک معاہدہ ہوتا تھا، کہ ہم جب بھی آپ کو یہ سامان واپس کریں گے مثلاً ایک ہفتے بعد اس کے نتیجے میں ہمیں ایک لاکھ ڈالر کے بجائے ایک لاکھ دو ہزار ڈالر مل جائیں یعنی قیمت ایسی متعین کی جس کی وجہ سے نفع حاصل ہو جائے مثلاً ایک لاکھ ڈالر کے بدلے چھ لاکھ سوئس فرنک لیے تھے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ سوئس فرنک کا ایک ڈالر قیمت کے لحاظ سے دیا تھا، اب اگر ایک ہفتہ بعد ہم آپ چھ لاکھ سوئس فرنگ دیں گے تو آپ ہم سے ۶.۲ کے حساب سے خریدیں، تو اس وقت ہم نے آپ سے خرید لیے لیکن ساتھ ہی یہ معاہدہ کیا کہ ایک ہفتہ بعد آپ ہم سے ڈالر ۶.۲ کے حساب سے خریدیں گے چنانچہ سوئس فرنک اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں، کہ جب ان کو ضرورت پیش آئی تو انہوں نے فوراً جا کر ایک لاکھ دو ہزار ڈالر لے لیا اور چھ لاکھ فرنک دیدیے، تو یہ طریقہ (parallel purchas and sale of currencies) کہلاتا ہے۔

اپنی سیولہ کو برقرار رکھنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا اور کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کرتے رہتے تھے، تو اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں لا يجوز مايسمى في المجالات المصرفية ---الخ وہ طریقہ جائز نہیں جو مصرفی مجالات یعنی بینکوں کے ماحول میں جس کا نام الشـــراء والبيع الموازی للعملات جس کو انگریزی میں ''پیرل پرچیز اینڈ سیل آف کرنسی اور مختصراً اس کو پی پی ایس سی کہتے ہیں یہ دو اصطلاحات بینکوں میں معروف ہیں ایک ،پی پی ایس سی ،اور دوسری (cash and carry) کیش اینڈ کیری بھی کہتے ہیں ،اصل میں کہتے ہیں کوئی ایسی دکان پر کہ جہاں آدمی جائے اور پیسے دے کر چیز اٹھائے ایسی جگہوں پر کیش اینڈ کیری کہا جاتا ہے اور وہاں پر آدمی کیلئے سیلز مین کا ہونا ضروری نہیں بلکہ کوئی مشین لگی ہوئی ہے آپ نے پیسے دیے اور چیز اٹھا کر لائے تو ایسی جگہوں پر کیش اینڈ کیری کہا جاتا ہے، تو بینکوں کے ماحول میں اس کو بھی ''کیش

facebook.com/masimfarooq

اینڈ کیری" کہا جاتا ہے، اس واسطے کہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ جب چاہا ڈالر دیدیے اور فرنک اٹھا کر لائے اسی معاہدہ کے تحت۔

وذالک لوجود احدااسبا ب الفساد الآتية:

عدمِ جواز اس وجہ سے ہے کہ اس میں تین آنے والے اسباب فساد میں سے کوئی سبب پایا جاتا ہے:

١۔**عدم التسليم وتسلم العملتين** یعنی اگر فرض کرو کہ یوں کہا جاتا ہے کہ جس دن ڈالر کے عوض سوئس فرنک لیے تھے اسی دن عقد بھی ہو گیا تھا کہ فلاں تاریخ کو ہم نے سوئس فرنک دیدئے تھے، تو اس صورت میں خرابی لازم آتی ہے کہ عملتین کا تسلیم و تسلم نہیں ہوا، تو یہ عملہ کی بیع بالا جل ہو گئی، اور یہ بالا تفاق اس لئے ناجائز ہے کہ احد البدلین پر تو قبضہ ہونا چاہیے یہاں دونوں بدل مؤجل ہیں اس لئے یہ جائز نہیں ہوا، اگر اس کو عقد قرار دیا جائے۔

٢۔**اشتراط صرف** دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اس وقت ہم نے عقد نہیں کیا لیکن یہ شرط لگائی کہ اس وقت میں آپ کو سوئس فرنک دے کر ڈالر لے رہا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ ایک ہفتے کے بعد مجھ سے سوئس فرنک لے کر ڈالر دے دوگے تو یہ ایک عقدِ صرف کے ساتھ دوسرا عقدِ صرف مشروط ہو رہا ہے جو صفقۃ فی صفقۃ ہو گیا اس واسطے ناجائز ہے۔

٣۔**المواعدةالملزمة لعقدي الصرف الخ** تیسری صورت یہ ہے کہ نہ تو عقد کیا اور نہ ہی اگلے عقد کو شرط قرار دیا بس اس وقت مطلقاً ڈالر دے کر سوئیس فرنک لے لئے اور لینے کے بعد پھر معاہدہ کر لیا یعنی بجائے اس کے دوسرے عقد کو شرط قرار دیتے پہلے عقد میں، بلکہ پہلا عقد ہو گیا مستقلاً عن ایّ شرط اور دوسرے عقد کیلئے الگ سے معاہدہ کر لیا تو اس میں پہلی دونوں خرابیاں تو نہیں پائی جارہی ہیں، نہ بیع العملۃ بالا جل ہے اور نہ اشتراط عقد الصرف فی عقد صرف آخر لیکن مواعدہ ملزمہ ہے بطرفی عقد الصرف، تو اس واسطے یہ ناجائز ہے تو اگر معاہدہ ہے تو پیچھے گزر چکا ہے کہ معاہدہ کو جائز نہیں قرار دیا جائے گا ایک طرف سے وعدہ ہو سکتا ہے دونوں طرف سے نہیں ہو سکتا، اس طریقہ کار میں ایک خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ عام طور سے جو پیسوں کی ادائیگی ہے یہ بھی کاغذ کی کارروائی ہوتی ہے یعنی میں نے ڈالر رکھوادئے اس بینک میں پھر وہ سوئس فرنک میں میرے پاس بھیجتا نہیں ہے، بلکہ میرا اکاونٹ اس بینک کے اندر ہے تو وہ اکاونٹ میں ڈالر کے بدلے لکھ لیتا ہے کہ اتنے سوئس فرنک ہیں یہ صرف کاغذی کارروائی ہو گئی اور اس میں لکھ دیا کہ اتنے سوئس فرنک ہو گئے اتنے ڈالر کے بجائے پھر جب دوسرا عقد ہو گا تو دوسرے عقد کے اندر پھر یہ چکر چل پڑے گا حقیقت میں یہ تسلیم و تسلم ہوتا ہی نہیں یہ صرف ایک حیلہ سازی ہے اور حیلہ سازی بھی ایسی کہ جس کے اندر کوئی شرائط عقود کی پوری ہوتی ہی نہیں اس لئے یہ ناجائز ہے۔

لايجوزان يقدم احد طرفي مشاركة اومضاربة التزاماللطرف الأخر

facebook.com/masimfarooq

یہ ایک اور صورت کا بیان ہے اور یہ صورت بھی معاملات میں بکثرت پیش آتی ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ جب اسلامی بینک قائم ہونا شروع ہوئے اور اس میں معاملات مشارکت و مضاربت کی بنیاد پر ہونے لگے تو اب اگر ایک بینک دوسرے بینک کے ساتھ مشارکہ کرتا ہے یا مثال کے طور پر بینک کے ساتھ نہیں بلکہ ایک عام آدمی کے ساتھ کرتا ہے میں اس کی مثال یہ دیتا ہوں کہ ایک شخص کو ایکسپورٹ کرنا ہے مال باہر برآمد کرنا ہے تو اس میں اسلامی بینکوں کیلئے یہ تجویز دی گئی ہے کہ جو شخص ایکسپورٹ کرنا چاہتا ہے وہ سامان تیار کرنے کیلئے مثال کے طور پر اس کے پاس ایک آرڈر ہے کہ تم ایک ہزار ریڈی میڈ کپڑے تیار کر کے بھیجو، اس کا دام مقرر ہے اس میں مشارکہ سب سے آسان ہوتا ہے اس لئے کہ جس آدمی کے پاس آرڈر ہے دام اس کے متعین ہیں اب عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ کپڑے تیار کرنے کیلئے پیسوں کی ضرورت ہے تو بینک سے وہ سود پر قرضہ لیکر تیار کرتا ہے تو اسلامی بینکوں کیلئے یہ تجویز ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ سود پر قرضہ دے یہ کہیں کہ تم کو جو سامان اپنے مشتری کو باہر بھیجنا ہے تو ہم دونوں مشارکہ کر لیتے ہیں، شرکت کر لیتے ہیں شرکت کرنے میں تم دس فیصد پیسے لگاؤ، نوے فیصد ہم لگائیں گے تو دس فیصد تمہارے لگیں گے اور نوے فیصد ہمارے، دس فیصد تم لگاؤ سامان خریدنے میں اور اسکی تیاری وغیرہ وغیرہ میں، اور نوے فیصد ہم لگاتے ہیں اس کے بعد خریدار ہمارا موجود ہے پہلے سے دونوں مل کر جب اس کو بیچیں گے تو بیچنے کے نتیجے میں اس کی قیمت بھی پہلے سے متعین ہے اس قیمت کے مطابق تم اس کو فروخت کر دینا اس سے جو پیسے آئیں گے اور جو نفع آئے گا وہ ہم آپس میں متعین شرح سے تقسیم کریں گے اور متعین شرح میں شرعاً یہ ضروری ہی نہیں ہوتا کہ جتنی فیصد سرمایہ کاری کسی نے کی ہے اس کی مقدار سے نفع بھی متعین کیا جائے، نوے فیصد جس نے سرمایہ کاری کی ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ نفع بھی نوے فیصد وہی لے، بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو آپس میں طے کر لیں (الربح علی ماتراضیا)

فرض کرو کہ یہ طے کر لیا کہ اگرچہ ہم لگائیں گے تو نوے فیصد لیکن نفع لیں گے چالیس فیصد تو یہ ہو سکتا ہے، تو اس طرح مشارکہ ہو سکتا ہے تو یہ بات تو ویسے ٹھیک ٹھاک ہے لیکن خاص کر ان ممالک میں جہاں کرنسیوں کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ روز ہوتا رہتا ہے تو وہاں بینک کہتے یں کہ بات ٹھیک ہے لیکن آج آپ جو سامان مثلاً جاپان بھیج رہے ہیں اب جاپان کی کرنسی تو روز گرتی ہے تو اس آڈر کے حساب جو آپ کو ملا ہے یا یہ جو آپ کے پاس تجویز ہے اس تجویز کے مطابق ہمیں بیشک نفع ہو رہا ہے لیکن جس وقت یہ سامان تیار ہو کر وہاں پہنچے گا اور پہنچنے کے بعد وہ شخص (مشتری) ہمیں جاپانی ین بھیجے گا تو اس وقت جاپانی ین کی کیا قیمت ہو گی؟ آج ہم کچھ بتا نہیں سکتے ہو سکتا ہے کہ جو کچھ آپ اندازہ لگا رہے ہیں وہ اندازہ غلط ہو جائے اور آج تو ہمیں چودہ جاپانی ین کی بازاری قیمت کے لحاظ سے محسوس ہو رہا ہے کہ ہمیں اس میں دس فیصد نفع ہو گا لیکن اگر ''ین'' کے دام گر گئے تو وہ دس فیصد نفع ہو سکتا ہے کم رہ جائے یا ہو سکتا ہے بالکل ہی نہ رہے تو اس واسطے

facebook.com/masimfarooq

ہم اس پر نوے فیصد پیسے بھی لگائیں اور اتنے دن انتظار بھی کریں اور اس پر نفع کچھ نہ ہو لہٰذا ہم اس میں آپ سے یہ مشارکہ تو کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کرنسی کے تغیر سے جو خطرہ ہے وہ آپ برداشت کریں ،کیونکہ یہ معاملہ آپ ہی نے تجویز کیا ہے لہٰذا کرنسی کے تغیر کے نتیجے میں جو خطرات ہیں وہ آپ برداشت کریں تب ہم آپ کے ساتھ یہ مشارکہ کریں گے ورنہ نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مشارکہ ہم اور تمام چیزوں نفع وغیرہ کے اندر تو کریں گے لیکن کرنسی کے تذبذب کی وجہ سے غیر یقینی ہونے کی وجہ سے جو نقصان ہونے کا اندیشہ ہے اس میں ہم آپ کے ساتھ شرکت نہیں کریں گے وہ آپ اٹھائیں تو یہ کہہ رہے ہیں کہ لایجوز ان یقدم اجر طرفی المشارکة او المضاربة:

مشارکت و مضاربت کے طرفین میں سے کوئی ایک شخص پیش کرے التزام دوسری طرف کے لیے اس کو بچانے کے لیے متاجرہ فی العملات مخاطرہ سے بچانے کے لیے ضمان پیش کرے کہ جو کچھ نقصان ہوگا میں ذمہ دار ہوں مثلاً وہ بینک سے کہتا ہے کہ میں ذمہ دار ہوں کہ اگر اس کرنسی کے اتار چڑاؤ کی وجہ سے نقصان ہوگا تو اس کا میں ذمہ دار ہوں تو کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مشارکہ مضاربہ کے تصور ہی کے خلاف ہے، کیونکہ مشارکہ کے اندر یہ صورت حال نہیں ہو سکتی ہے کہ سارا نقصان ایک فریق کا ہو اور دوسرا فریق نقصان سے محفوظ رہے تو کوئی بھی شریک دوسرے شریک کو کسی بھی قسم کے نقصان جو اس معاملے سے متعلق ہے اس سے بچانے کی گارنٹی نہیں دے سکتا لہٰذا اس قسم کا ضمان مہیا کرنا جائز نہیں۔ہاں ایک دوسری صورت جائز ہے لکن یجوز ان یتبرع طرف ثالث بذلک:

ایک طرف ثالث جو مشارکہ کا فریق نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ یہ معاملہ کرلو فرض کرو کہ اگر کرنسی کے تذبذب سے تمہیں کوئی نقصان ہوا تو جو نقصان ہوگا میں اس کا ذمہ دار ہوں اور میں نقصان برداشت کروں گا ایک طرف ثالث تبرع کرے اس بات کا بشرطیکہ اس تبرع کی عقد مشارکہ میں تصریح نہ ہو اور عقد مشارکہ اس پر موقوف نہ ہو عقد مشارکہ بالکل سادا ہو اور اس کے اندر کوئی ضمانت کسی بھی فریق کی نہ ہو طرف ثالث کی بھی نہ ہو لیکن طرف ثالث اپنی طرف سے التزام کرے اب یہ طرف ثالث جو اپنی طرف سے التزام کرے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟؟؟

شرعی اعتبار سے یہ ضمان یا کفالت نہیں ہے کیونکہ ضمان یا کفالت ہوتی ہے کسی ایسی چیز کی جو اصیل پر واجب الاداء ہو اس کے ذمہ میں دین ہو تو ضمانت یا کفالت ہوتی ہے "ایک شئی اصیل ہی کے اوپر واجب نہیں تو کفیل پر کیسے واجب ہو جائے گی" کفالت کے معنی ہوتے ہیں ضم الذمة الی الذمة تو جب پہلے ہی ذمہ موجود نہیں تو دوسرا ذمہ اس کے ساتھ کیسے لگا لہٰذا ضمانت اور کفالت ہمیشہ ہوگی جو اصیل کے اوپر واجب الادا ہو یہی وجہ ہے کہ امانات میں ضمانت نہیں ہوتی ایک شخص امانت رکھواتا ہے کسی کے پاس تو ضمانت نہیں ہوتی اسی طرح مشارکہ میں ضمانت نہیں ہوتی۔

facebook.com/masimfarooq

اس لیے کہ شریک کے پر واجب ہے کہ نقصان پورا کرے لیکن اگر اصیل پر واجب نہیں تو کوئی کفیل کیسے کفالت لے گا کہ میں ذمہ لیتا ہو، اس طریقے سے اگر کوئی شخص (غیر متعلق) ہے وہ کسی تاجر کو کہتا کہ تم تجارت کروں اگر خسارہ ہوا تو میں ذمہ دار ہوں اس کو کہتے ہیں ''ضمان الخسران''تو ہمارے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ''ضمان الخسران باطل''کہ خسران کا ضمان باطل ہے یعنی یہ ضمان لینا کہ تمہیں جو نقصان ہوگا میں دونگا تو یہ ضمانت ہے اور نہ ہی کفالت ہے۔

البتہ یہ التزام ہے، کسی شخص کا وعدہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی نقصان ہوگا تو میں پورا کروں گا، ضمانت نہیں ہے وعدہ کے متعلق پوری بحث وہاں آجائے گی کہ وعدہ مثلاً واجب الایفاء ہے یا نہیں اگر ہے تو صرف دیانتاً ہے یا قضاء بھی ہے تو اس میں مالکیہ کا قول یہ ہے کہ اگر اس وعد کے ذریعہ کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو دھوکہ میں ڈالا کہ اس وعدہ پر بھروسہ کر کے آدمی نے اپنا کچھ قربان کر دیا یا اپنے آپ کو جھونکوں میں ڈالدیا تو اس صورت میں واعد کی ذمہ داری ہے کہ اس کو پورا کرے اگر پورا نہیں کرے گا تو قاضی فیصلہ کر سکتا ہے کہ تم نے وعدہ کیا تھا لہذا پورا کرو۔

مالکیہ جیسا کہ مثال دیتے ہیں اهدم دارک وانا ابنی لک کہ اپنا گھر منہدم کرلو، میں تمہیں بنا کر دونگا، تو کہتے ہیں کہ اب وہ وعدہ اس کے ذمہ لازم ہو گیا اگر اس نے اپنا گھر منہدم کر دیا تو اس کا بنانا اس پر لازم ہو گیا اس واسطے کہ اس نے اس کو اپنے وعدہ کی وجہ سے ایک نقصان میں مبتلا کر دیا۔

ہمارے بعض فقہاء حنفیہ بھی قریب قریب اس طرف گئے ہیں، بعض متاخرین حنفیہ کہتے ہیں کہ اسلک هذا الطریق فانه آمن اس طریق پر چلو اس لئے کہ یہ مامون ہے، پر امن ہے پھر اس نے التزام کر لیا کہ اگر تمہیں اس میں نقصان ہوا، چوروں نے چوری کی تو میں ضمان ادا کر دونگا تو کہتے ہیں کہ وہ اس کے اوپر لازم ہو جائیگا۔ بعض متاخرین فقہاء نے اس طرح بھی ذکر کیا ہے، تو بہر حال یہ ایک ایسا وعدہ ہے کہ جس کے ذریعہ کسی شخص نے دوسرے کو کسی ورطہ میں ڈالدیا ہو تو اس وعدہ کو قضاء بھی لازم کیا جا سکتا ہے اور ایک اصول تو احناف نے ہر جگہ بتا ہی دیا کہ ان المواعید قد تجعل لازمة لحاجة الناس۔

قاضی خان میں بیع بالوفا کے بارے میں فرمایا کہ اس کا جو وعدہ ہے اس کو قضاء لازم کیا جائیگا تو اس لحاظ سے ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں، کہ اگر تمہیں اس معاملے کوئی نقصان ہوا تو میں اس نقصان کو پورا کرونگا اور اس وجہ سے آدمی اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس معاملے میں داخل ہو گیا، تو اب اس وعدے کو قضاء لازم کیا جا سکتا ہے، اس بنیاد پر یہ کہا گیا کہ طرف ثالث اگر تبرع کرے گا تو یہ اس کے ذمہ لازم ہو جائیگا، اب یہ سوال ضرور ہوتا ہے کہ طرف ثالث کو کتنی رکعات کا ثواب ملے گا کہ وہ تبرع کرے، جو اصل معاملے والے تو بھاگ رہے ہیں کہ ہم اس تذبذب عملات کی وجہ سے اس معاملہ میں داخل نہیں ہوتے اور تیسرا آدمی آکر کہتا ہے کہ جی میں کرتا ہوں تو یہ کون بہادر آگیا؟ تو وہ تیسرا فریق بعض اوقات حکومت ہوتی

facebook.com/masimfarooq

ہے، حکومت چاہتی ہے کہ یہ معاملات ہوں ان کی تشجیع کیلئے وہ یہ ضمان لے لیتی ہے یا تو بعض اوقات یہ حکومت ہوتی ہے۔

N.I.T UNITS

جیسا اب آپ نے دیکھا ہوگا کہ این آئی ٹی یونٹس کو ابتداء اسی طرح بنایا گیا تھا، خیر اب تو اس میں گڑبڑ ہوگئی لیکن شروع میں یہ ٹھیک ٹھاک تھے جتنے لوگ بھی یہ یونٹس خریدتے تھے اس میں کسی کیلئے کوئی گارنٹی نہیں تھی کہ تمہارا اصل سرمایہ بھی محفوظ رہے گا، بلکہ جو بھی شیئرز کے خرید وفروخت کے نتائج ہونگے وہ تمہیں اٹھانے پڑیں گے، ایک آدمی نے دس روپے کا یونٹ خریدا ہو سکتا ہے کہ آٹھ کا یا سات کا یا چھ کا رہ جائے اور ہو سکتا ہے کہ وہ بارہ کا یا چودہ پندرہ کا ہو جائے تو دونوں احتمالات موجود تھے تو حکومت کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے غیر مامون ہونے کی وجہ سے لوگ اس میں حصہ نہ لیں تو گورنمنٹ نے گارنٹی دیدی، کہ اگر یہ گرے گا تو ہم اس کو پورا کریں گے ایسا ایک دن بھی نہیں ہوا کہ اس کو دینا پڑا ہو لیکن ضمان دیدیا تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو اور ان کو تشجیع ہو۔

جب ہم نے این، آئی، ٹی کو درست کہا تھا تو اس میں اور باتیں جہاں تھیں وہاں اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ گورنمنٹ ضمان دے رہی تھی تو یہ گارنٹی اس وقت درست ہو سکتی ہے (گارنٹی تو ہے ہی نہیں اصل میں، میں نے کہا یہ وعدا اور التزام ہے) جب کہ حکومت خود فریق نہ ہو این آئی ٹی میں، وہ مکمل طور پر طرفِ ثالث ہو، لیکن شروع میں این آئی ٹی میں یہ ہوتا تھا کہ جب اس کو درست کیا گیا تو میں نے یہ کہا تھا کہ حکومت اس سے بالکل الگ تھلگ تھی لیکن پھر وہ مکمل طور پر طرفِ ثالث بن گئی تھی تو بعض اوقات طرفِ ثالث حکومت ہوتی کہ لوگوں کو تشجیع ہو اور لوگ بلاخوف وخطر معاملے کو کر سکیں، دوسری طرف یہ طرفِ ثالث جو اس حکم کو قبول کرتا ہے یہ آج کل جو کاروبار ہوتے ہیں اس میں کاروبار کی ہولڈنگ کمپنی ہوتی ہے اس کو عربی میں کہتے ہیں الموسسۃ الأمم، یہ ایک بڑا گروپ ہے اور اس گروپ نے مختلف قسم کے ادارے قائم کئے ہوئے ہیں مثال کے طور پر آپ نے سنا ہوگا باوانی گروپ، آدم جی گروپ، تو ان کی بہت ساری مختلف کمپنیاں ہوتی ہیں، مختلف تجارتی ادارے ہوتے ہیں، ہیں تو وہ ایک ہی گروپ کے لیکن وہ الگ الگ شخصیتیں ہوتی ہیں اور الگ الگ ادارے سمجھے جاتے ہیں تو اس میں بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک ادارہ اپنے کسی گروپ کے دوسرے ادارے کیلئے آسانی پیدا کرنے کیلئے ضمانت دے دیتا ہے اور طرفِ ثالث بن جاتا ہے وہ اسی وقت بن سکتا ہے جب کہ اس کے اندر اس ادارے کے حصے نہ ہوں تو اس وقت وہ طرفِ ثالث بن جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ضمانت لے لیتا ہے یہاں دوسری صورت ہے، وہ صورت اس طرح ہوتی ہے تشجیع مقصود ہوتی ہے اور تشجیع کیلئے یا تو گورنمنٹ آتی ہے یا اپنے کسی گروپ کا ایسا ادارہ آجاتا ہے جس میں اس ادارے کی کوئی شرکت نہ ہو، اس لئے فرمایا ولکن یجوز ان یتبرع طرف ثالث بذالک من غیر الخ کہ یہ جو

طرفِ ثالث کا ضمان ہے عقد میں اس کی صراحت نہ ہونی چاہئے اگر صراحت ہو گی تو وہ صحیح نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ ایک شرطِ فاسد لگادی شرکت کے ساتھ۔

سوال: پی پی ایس سی کا متبادل کیا ہو گا؟

جواب: یہ بہت بڑا زبردست مسئلہ ہے لیکویڈیٹی کا، اس میں کوئی شخص شک نہیں کہ یہ اسلامی بینکوں کیلئے سب سے پریشان کن مسئلہ ہے اس کو کہتے ہیں لیکویڈیٹی مینجمنٹ، یعنی اس سیولۃ کو ہم کس طرح سے رکھیں کہ اس کے نتیجے میں ہمارا مقصد بھی کسی طرح حل ہو جائے کہ اتنی بڑی رقم رکھی ہوئی ہے اس کے اوپر کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا اس طریقے سے وہ بازار میں (compete) نہیں کر سکتے، یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اس مسئلے کے دوسرے حل ہیں جو دوسرے موقع پر بتادوں گا ایسا نہیں کہ اسکا حل موجود نہیں بعض مصارف اسلامیہ نے اختیار کرنے بھی شرع کیے ہیں اگرچہ بڑے پیمانے پر نہیں اس کیلئے ضرورت اس بات کی ہے کہ جتنے بھی اسلامی ادارے ہیں ان کے درمیان آپس میں تعاون ہو، ایک دوسرے کیساتھ مل جل کر وہ کام کریں اور ان کا حجم رفتہ رفتہ بڑھے اور اس کے نتیجے میں وہ حل وسیع پیمانے پر استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن فی الوقت چونکہ منتشر ہیں یعنی ہر ادارہ اپنے طور پر کام کر رہا بعض اوقات ملتے بھی ہیں لیکن ان کے درمیان آپس میں منافرتیں بھی ہیں تو اس وجہ سے پورے طریقہ سے وہ حل بروئے کار نہیں آسکا لیکن حل موجود ہیں بشرطیکہ کوئی کام کرنا چاہے تو۔

سوال: پی پی ایس سی کا جو تیسرا فساد بتایا ہے تو اگر عقد صرف میں بھی مواعدہ کو اس مشکل سے نکلنے کیلئے گوارا کیا جائے تو کیا اس پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

جواب: میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ معاہدہ کو بعض اوقات جائز کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے کرنے میں قباحت ہے، ہر جگہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کس جگہ گنجائش دینے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے، اس وقت اگر اس طرح معاہدہ کی اجازت دیدی جائے تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ وہ درحقیقت لین دین کی کاغذی کاروائی ہو اور یہ سودی کاروبار کی ایک دوسری شکل ہو جائیگی، اس واسطے جب اس کی بحث بتائی تھی، تو یہ بھی بتایا تھا کہ میں اس معاملے میں اس کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ یہ بالآخر چنیا بیگم ہی نکل آئیگی، اس واسطے جب کوئی شخص گنجائش کا راستہ اختیار کرے، تو وہاں یہ بھی دیکھے کہ اس گنجائش کا خری نتیجہ نکلے گا، ایسا نہ ہو کہ صرف کاغذی کاروائی ہو جائے، یکطرفہ معاملہ کرے اور وہ ملزم ہو تو ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: اسلامی بینک اس معاملے کو کس طرح حل کرتے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

جواب: جن لوگوں کو پورا اہتمام نہیں وہ تو اس طرح کرتے ہیں جو یہاں لکھا ہوا ہے اور جن کو اہتمام ہے وہ اس طرح کی حیلہ سازیوں سے بچتے ہیں، تو انہوں نے دو تین طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں۔

ایک طریقہ وہ ہوتا ہے جس کو "عملیات السلع" کہا جاتا ہے، وہ یوں ہے کہ دراصل تجارت آج کل ایک عجیب و غریب صورتحال اختیار کر گئی ہے، ساری دنیا میں ایک بازار ہوتا ہے جس میں سلع کی خرید وفروخت ہوتی ہے، سلع سے میری مراد یہ ہے کہ کیس گندم، کیس چینی، دھاتیں، اور ایلومونیم وغیرہ اور اس کے عالمی گودام ہیں، بڑے عجیب و غریب قسم کے اس وقت دنیا کا سب سے بڑا گوادام ہالینڈ میں ہے اور میں اس کو دیکھ کر آیا ہوں کہ معاملات کس طرح وجود میں آتے ہیں، وہاں کی بندرگاہ دنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے پینتالیس میل میں پھیلی ہوئی ہے اور ہالینڈ کے ملک نے اس معاملے میں اپنا اختصاص پیدا کیا ہوا ہے، چیزوں کو گودام کرنے کی سب سے بہترین سہولت وہاں موجود ہے جو دنیا میں کہیں اور موجود نہیں، گودام بہت بڑے اور ہر چیز کی محفوظ کرنے کے لئے اس کے مناسب ماحول فراہم کرنا کہ وہ محفوظ رہیں وغیرہ وغیرہ، اور اس کی تنظیم و ترتیب تو پینتالیس میل بندرگاہ ہے اور سو میل کے اندر گودام پھیلے ہوئے ہیں، بس ان کا کام ہی یہی ہے کہ گودام میں سامان رکھتے ہیں، ان گوداموں سے سامان ساری دنیا میں بکتا ہے، اس کا عجیب پیچیدہ طریقہ ہے تفصیل میں جانے کا اس وقت موقع نہیں ہے لیکن یہ کرتے ہیں کہ گودام میں رکھے ہوئے سامان کا سودا گھنٹے گھنٹے ہوتا ہے، مثلاً آج میرا سامان رکھا ہوا ہے اس کی ملکیت میرے پاس ہے تو بجائے اس کے کہ میں اس کو جہاز وغیرہ میں سوار کروا کے وہاں سے یہاں منگواؤں اور یہاں بیچوں میں ایسے شخص سے جو مجھ سے دلچسپی رکھتا ہو، کہتا ہوں کہ دیکھو میرے پاس وارنٹ ہے یعنی سامان کی رسید ہے وہ سامان ہالینڈ کی بندرگاہ میں پڑا ہوا ہے، تم اگر مجھ سے خریدنا چاہو تو میں بیچ دونگا، میں نے اتنے میں خریدا تھا اس پر دس فیصد نفع رکھ کر اتنے میں بیچ دوں گا وہ اس کو لے لیتا ہے، بعض اوقات بیع کے بعد اس کی ادائیگی ہوتی ہے کہ لینے کے بعد اس کو بیچ دوں وہ کسی اور کو بیچ دیتا ہے اس پر گھنٹے گھنٹے سودے ہوتے ہیں، اور بالآخر جس کے تصرف میں آتا ہے وہ جہاز میں رکھ دیتا ہے تو یہ جو سودے ہو رہے ہوتے ہیں، ان میں اسلامی بینک شریک ہو جاتا ہے، مثلاً ہالینڈ میں موجود کسی بینک سے یہ کہہ دیا کہ آپ کیلئے ہم بل بناتے ہیں، آپ ہمارے لیے سامان خرید لیں اور پھر اس کو فروخت کر دیں، دراصل وہاں جو بینک ہے وہ اس انتظار میں ہے کہ کہاں سودا ہونے والا ہے، ٹیلی فون پر اس نے کہدیا کہ ایک سودا ہونے والا ہے کہ اتنا المونیم ہے، اگر چاہو تو میں آپ کی طرف سے خرید کے اس کو فروخت کر دوں، گاہک بھی موجود ہیں، تو بینک کہتا ہے کہ ٹھیک ہے میں تیار ہوں، جس پر اس نے خریدا، پھر بطور وکیل کے مؤجلاً مرابحۃً بیچ دیا تو ہر بینک نے اپنے ایجنٹ بنا رکھے ہیں ایک ہالینڈ میں بیٹھا ہے

facebook.com/masimfarooq

ایک برطانیہ میں مختلف جگہوں پر، جب ان کے سامنے کوئی سودا آتا ہے تو وہ فوراً ٹیلی فون پر رابطہ کرتا ہے کہ ایک سودا اس طرح کا موجود ہے تمہیں چاہیے تو کردوں تو وہ فوراً لگا دیتے ہیں، پھر اس پر نفع لگا کر آگے بیچ دیا، تو بیع مؤجل ہو گئی مرابحۃ، اور بسا اوقات اس کی تاجیل بھی لمبی چوڑی نہیں ہوتی آٹھ دس دن میں اس کو سودے کے پیسے مل جاتے ہیں اور تھوڑا سا نفع مل جاتا ہے، یہ بازار ہے جس کو ''سوق السلع'' کہتے ہیں، اس میں اسلامی بینک پیسے لگائے رکھتے ہیں اس کی مختلف شکلیں ہیں، خلاصہ یہ کہ یہ ایک بازار ہے جس میں یہ لوگ پیسے لگاتے ہیں، کثیر المیعاد سرمایہ کاری کہ جس سے کچھ نہ کچھ نفع ہو، ایک تو یہ طریقہ ہوتا ہے اپنی سیولۃ کو برقرار رکھنے کیلئے۔

لیکن اس میں بھی ایک خرابی ہے اگر یہ صحیح طریقہ سے ہو بہر حال یہ ایک قابل قبول راستہ ہے، اس میں خرابی کیا ہے؟ خرابی یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے پاس کچھ بھی نہیں، بس صرف رسیدیں ہیں، اس کے پیچھے کوئی سامان نہیں ہے، وہ سٹہ باز لوگ ہیں، ان کے پاس سوائے رسیدوں کے کچھ نہیں ہوتا وہ ان کی خرید و فروخت کرتے ہیں، وہ مستقبلیات کے سودے ہوتے ہیں، تو یہ ہونا بالکل بے کار بات ہے کیونکہ اس کا کچھ حاصل ہی نہیں، یا بعض اوقات حقیقۃً سلع موجود ہے لیکن متعین نہیں، وارنٹ ہے مثلاً اس قسم کا کہ سو گانٹھ روئی کے، اب روئی کے گانٹھ لاکھوں کی تعداد میں رکھے ہوئے ہیں اور یہ وارنٹ کن گانٹھوں کا ہے یہ متعین نہیں اور متعین ہوئے بغیر بیع نہیں ہوتی اس واسطے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس وارنٹ کے پیچھے روئی ہے یا نہیں، اس کا یقین حاصل کرنا پڑتا ہے، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے بس وارنٹ لیا اور فروخت کر دیا، ہمارے پاس پاکستان میں بھی یہ بہت ہو رہا ہے، جو ڈیلیوری آرڈر ہوتے ہیں، کسی جگہ کسی کی طرف سے لے لیے کہ ہمیں آرڈر ملا ہے کہ وہاں لے لو اور سامان اٹھا سکتے ہیں، اتنے گانٹ روئی کے اٹھا سکتے ہیں، ڈیلیوری آرڈر کو بیچ سکتے ہیں، حالانکہ ڈیلیوری آرڈر پہ یہ لکھا ہوتا کہ سو گانٹھ ہیں لیکن سو گانٹھ متعین نہیں ہیں اور جب تک متعین نہیں ہوئے اس کے ضمان میں کیسے آئیں گے؟ اور جب ضمان میں نہیں آئے تو آگے فروخت کرنا کیسے جائز ہوگا تو اس واسطے محض رسیدوں کی خرید و فروخت درست نہیں ہوگی، تو جہاں یہ معاملے ہوتے ہیں، جن بینکوں سے میرا تعلق رہا ہے تو انہوں نے جب یہ معاملات کیے تو مجھے یہ دیکھنا تھا کہ آیا اس کے پیچھے کچھ ہے بھی کہ نہیں، اس کیلئے میں نے ہالینڈ جا کر دیکھا کہ یہ گودام کیسے ہیں، کس طرح متعین کیا جاتا ہے سامان کو اور واقعی اس رسید کے پیچھے سامان ہے یا نہیں اس کو الگ کیا جا سکتا ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ تو کئی باریکیاں اس میں دیکھنی پڑتی ہیں۔

دوسرا طریقہ جو بعض اداروں میں ہم نے تجویز کیا اور وہ چلا بھی، لیکن ابھی بڑے پیمانے پر نہیں ہوا وہ بڑا اچھا حل ہے سیولہ کا، وہ یہ کہ ایک ایسا فنڈ بنایا جائے جس میں مستقل کاروبار ہوتا ہو اور وہ ایسا کاروبار ہو جس میں اثاثے ہوں، روزانہ اس کی تقویم ہوتی ہو، آجکل روزانہ اس کی تقویم کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، اس کا

facebook.com/masimfarooq

روبار میں کوئی بھی شریک ہونا چاہے تو جب چاہے شریک ہو سکتا ہے اس کیلئے ایک سرٹیفیکیٹ دے دیا جاتا ہے کہ مثلاً میں نے آج ایک ہزار روپیہ لگایا تو مجھے آج اس کا ایک سرٹیفیکیٹ دیا گیا اور میں اس میں شریک ہو گیا، ہر روز تقویم ہوتا ہے، دو دن بعد اگر میں اس کو یعنی سرٹیفیکیٹ کو فروخت کرنا چاہو تو فروخت کر سکتا ہوں کیونکہ اس کے پیچھے اثاثے ہیں لہذا اس کو بھی فروخت کر سکتا ہوں اور عام طور پر اس کو ایسے ترتیب دیا جاتا ہے کہ روزانہ اس کی قیمت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے تو آج جب میں نے خریدا تھا اس کی قیمت دس روپے ہے تو دو دن بعد اس کی قیمت دس روپے پچاس پیسے ہو گئی، تو ایک دن میں مجھے پچاس پیسے کا نفع ہوا، اس کے کامیاب ہونے کیلئے ضروری ہے کہ تمام اداروں کا آپس میں تعاون ہو اور تعاون کر کے ایسا فنڈ بنائیں، بعض اداروں نے بنایا ہے اور کامیابی سے چل بھی رہا ہے، لیکن یہ بڑے پیمانے پر نہیں ہے، یہ ایک جائز طریقہ سیولۃ کو برقرار و قائم رکھنے کا ہے۔

المبادلة فی العملا ت الثابتة دیناً فی الذمة---الخ

یہ صرف مافی الذمہ کی صورت بیان کی گئی ہے، صرف مافی الذمہ کی صورت وہ ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئی ہے، کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا دنانیر سے، لیکن مشتری بعد میں دنانیر کے بجائے دراہم دینا چاہتا تھا میں اس سے دراہم لے لیتا اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتا کہ بیع تو دراہم سے ہوتی لیکن ادائیگی دنانیر سے کرنا چاہتا تھا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایسا کرنا جائز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس دن کی قیمت کے تحت ہو ولم یکن بینکما شی کہ ذمہ میں ایک دوسرے کی کوئی چیز باقی نہ رہے پورے کے پورے کا تبادلہ ہو جائے تو اسی مسئلے کو یہاں پر بیان کیا گیا ہے۔

تصح المبادلة فی العملا ت الثابتة دینا فی الذمة ---الخ

وہ کرنسیاں جو کسی شخص کے ذمہ میں دین ہو اور دین کے طور پر ثابت ہو گئی ہوں، ان میں بھی مبادلہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کا نتیجہ پہنچادے یعنی اس کا نتیجہ یہ ہو کہ وفا ہو جائے اور دین پورا کا پورا اوصول کر لیا جائے، اس طرح کہ دونوں دین جو عقد صرف کا محل ہیں وہ سب کے سب ساقط ہو جائیں اور دونوں سے ذمہ فارغ ہو جائے، اس کی دو صورتیں یہاں پر بیان کی گئی ہیں:

۱۔تطارح الدینین ---الخ تطارح کے معنی ہیں اکٹھا دو چیزوں کو ختم کر دینا اور قوسین میں لکھا ہے اطفاء، جس کے لغوی معنی بجھانا، آجکل کی معاشی اصطلاح میں اطفا کہا جاتا ہے کہ مثال کے طور پر ایک شخص نے بانڈز لیے ہیں یعنی قرض دے کر اس کی دستاویز لیے ہیں اب جس وقت وہ قرض واپس وصول کر لے گا وہ بانڈز بے کار ہو جائیگا اسی کو اطفا کہتے ہیں گویا اب اس کو بجھا دیا یعنی ختم کر دیا تو دینین کا تطارح ہو جائے، یعنی ختم ہو جائیں اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ ایک شخص کے ذمہ دوسرے کے دینار واجب تھے اور اسکے پہلے

facebook.com/masimfarooq

والے پر دراہم واجب تھے مثال کے طور میرے ذمہ زبیر کے دس دنانیر واجب تھے ،اور میرے زبیر پر سو دراہم واجب تھے ،تو دونوں ایک دوسرے کے مدیون ہیں تو اب دونوں مبادلہ کے سعر پر متفق ہو جاتے ہیں مثلاً اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ایک دینار دس درہم کا مساوی سمجھا جائیگا، پورے دین کو ختم کرنے کیلئے یا بعض دین کو ختم کرنے کیلئے جو مبالغ واجب ہیں اس کے مطابق اور تابع رہتے ہوئے مثال کے طور پر دس دینار میرے ذمے واجب ہیں اور سو دراہم تیرے ذمے واجب ہیں تو اب میرے ذمے تو دس دینار ہیں بجائے اس کے کہ میں آپ کو دوں اور دراہم میں آپ سے لوں، میرے ذمے جو دس دینار ہیں میں نے ان کا تبادلہ کر لیا ان دراہم سے جو آپ کے ذمہ میرے سو دراہم تھے تو یہ عقدِ صرف ہوا اس واسطہ کہ دراہم کا تبادلہ دنانیر سے کیا جا رہا ہے ، لیکن وہ صرف مافی الذمہ ہے ایسا نہیں کہ پیسے حقیقۃ ہاتھ میں ہوں اور دیدیے گئے ہوں ،اس طرح دونوں کا دین ساقط ہو جائیگا اس کو مقاصہ بھی کہتے ہیں ،اس طرح میں نے اپنے دین کا مقاصہ تم سے اور تم نے میرے سے مقاصہ کر لیا، یہ طریقہ ہے صرف مافی الذمہ کا۔

(ب) استيفاء الدائن دينه الذي هو بعملة ما بعملة أخرى، على أن يتم الوفاء فورا بسعر صرفها يوم السداد.

یہ وہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ کا واقعہ ہے کہ دین تو اصل میں دینار میں واجب تھا لیکن جس شخص کے ذمہ واجب تھا وہ کہتا ہے کہ میرے پاس دنانیر نہیں ہیں اس کے بدلے میں دراہم لے لو یا مثلاً دین تو واجب تھا پاکستانی روپے میں اس نے کہا کہ میرے پاس پاکستانی نہیں ہیں ریال لے لو، تو ادائیگی دوسری کرنسی میں کی جا رہی ہے ، یہ درحقیقت صرف ہے ،اس لئے کہ اصل دین تو پاکستانی روپے میں واجب تھا، جب اس کے بدلے میں ریال دے رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دائن نے پاکستانی روپے اس ریال کے عوض بیچ دیے یہ عقدِ صرف ہوا اس کی صحت کیلئے شرط یہ ہے کہ ان يتم الوفاء فوراً یعنی فوری ادائیگی ہو جائے مثال کے طور پر میرے ذمہ پندرہ ہزار پاکستانی واجب تھے تو میں نے کہا کہ میرے پاس پاکستانی نہیں ہیں تم مجھ سے ریال لے لو اور ریال کا بھاؤ پندرہ روپیہ فی ریال ہے لہذا مجھ سے ایک ہزار ریال لو، جس مجلس میں یہ معاملہ ہوا ہے اسی مجلس میں ریال دے دو، بسعر صرفها يوم السداد اور بھاؤ وہ مقرر کرو جو آج کے دن کا ہے، تو اس طریقہ سے ایک ہزار ریال دے کر میرا ذمہ ساقط ہو جائیگا، اور ادائیگی بھی ہو جائیگی اور یہ صَرف ہو جائیگا اس کو صرف مافی الذمہ کہا جاتا ہے۔

11/2 اجتماع الصرف والحوالة المصرفية

یہ وہ صورت ہے جہاں صرف اور حوالہ دونوں جمع ہو رہے ہیں اور یہ درحقیقت ہنڈی کا معاملہ ہے، ہنڈی کی صورت یوں ہوتی ہے مثلاً ایک شخص سعودی عرب میں ہے اور وہ اپنے عزیزوں کو پاکستان میں رقم بھیجنا چاہتا ہے وہاں اس کے پاس ریال ہیں یہاں عزیزوں کو پاکستانی روپے چاہئیں، تو وہ یوں کرتا ہے کہ

facebook.com/masimfarooq

بینک جاکر کہتا ہے کہ تم مجھ سے ایک ہزار ریال لے لو اور پندرہ ہزار پاکستانی روپے میرے فلاں عزیز کو پاکستان میں دیدینا، اس میں یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ریال کی پاکستانی روپے کی بیع ہوتی ہے، کہ ایک ہزار ریال کے بدلے پاکستانی روپے خرید رہا ہوں، اور آپ کو اس بات کا وکیل بناتا ہوں کہ اس کو بیچ دو، ایک صورت تو یہ ہے کہ توکیل کے ذریعہ یہ معاملہ کیا جائے، لیکن توکیل حقیقت میں ہوتی نہیں بلکہ یوں ہوتا ہے کہ بینک کے ذمہ پندرہ ہزار پاکستانی روپے واجب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ بینک پاکستانی پندرہ ہزار یہاں دیدے ایک چیک یا ڈرافٹ جاری کر دیتا ہے کہ پندرہ ہزار کا ڈرافٹ فلاں پاکستان کے بینک سے وصول کر لینا

حوالہ اس طرح ہوتا ہے کہ مثلاً ریاض میں کوئی شخص بینک کے پاس گیا اور ایک ہزار ریال اس کو دیا اور کہا کہ ایک ہزار ریال کے بدلے آپ کے ذمہ پندرہ ہزار پاکستانی واجب ہو گئے ہیں، اب ریال والا یہ چاہتا ہے کہ جو پندرہ ہزار بینک ذمہ واجب ہو گئے ہیں وہ میں خود لینے کے بجائے اس کا حوالہ کسی کو کر دوں، تو بینک یوں کرتا ہے کہ پاکستان میں موجود بینک مثلاً حبیب بینک سے وصول الطلب ہو گا، تو وہ چیک بینک ریال والے کو دے دیتا ہے تاکہ یہ چیک وہ اپنے عزیز کو بھیج دے پھر عزیز حبیب بینک سے وصول کرے گا، ان حضرات نے اس کو تقابض کے حکم میں قرار دیا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ عرب حضرات کا مؤقف ہے کہ نقود ورقیہ کا تبادلہ بھی صرف ہے لہذا اس میں تقابض شرط ہے، اب یہ ضروری ہونا چاہیے کہ جس مجلس میں ریال دیے گئے ہیں اسی مجلس میں پاکستانی روپے بھی وصول ہو جائیں، جب کہ یہاں مقصود پیسے بھیجنا ہے اس میں یہ صورت نہیں ہو سکتی، تو اس لئے انہوں نے یوں کہا کہ جب اس بینک نے اپنے حوالہ کے ذریعہ ڈرافٹ جاری کر دیا تو ڈرافٹ کا قبضہ ایسا ہے جیسے اس پر لکھی ہوئی رقم کا قبضہ، ان کا کہنا ہے کہ قبض كل شيء بحسبه اس واسطے کرنسی کا قبضہ اگر ڈرافٹ کی صورت میں کر لیا گیا تو قبضہ متحقق ہو جائیگا لہذا بیع صرف صحیح ہو گئی۔

یہی وہ نکتہ ہے جس میں مجھے اشکال ہے کہ چیک کے قبضہ کو قبضہ حکمی قرار دیا جائے تو میرے نزدیک اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس میں صرف کی شرط، تقابض فی المجلس ضروری نہیں صرف احد البدلین پر قبضہ ضروری ہے، جب وہ شخص ریال دے رہا ہے تو بینک نے ریال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ عقد کی صحت کیلئے کافی ہو گیا اب اگر وہ یہ کہے کہ تم فلاں تاریخ کو ادا کر دینا، تو اس میں تقابض کی ضرورت نہیں ہے اس واسطے جس آدمی سے پاکستان میں معاہدہ کر لیا ہے وہ یہاں وصول کر لیگا۔

يجوز إجراء حوالة مصرفية بعملة مغايرة للمبلغ المقدم من طالب الحوالة، وتتكون تلك العملية من صرف بقبض حقيقي أو حكمي بتسليم المبلغ لإثباته بالقيد المصرفي، ثم حوالة (تحويل) للمبلغ بالعملة المشتراة من طالب الحوالة. ويجوز للمؤسسة أن تتقاضى من العميل أجرة التحويل.

facebook.com/masimfarooq

بینک ٹرانسفر جاری کرنا جائز ہے یعنی بینک کے ذریعہ سے رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ ایسی کرنسی کے ذریعہ منتقل کرنا جو اس رقم کے مغائر ہو جو طالب حوالہ نے بینک کے سامنے پیش کیا ہے، جیسا کہ مذکورہ مثال میں ریال پیش کیے اور حوالہ روپے کا کرنا چاہ رہا ہے، یہ پوری کاروائی دو عقود پر مشتمل ہوتی ہے صَرف اور حوالہ۔

صرف کی تفصیل یہ ہوتی ہے کہ کبھی قبض حقیقی ہوتا ہے کبھی قبض حکمی، قبض حقیقی اس طرح ہوتا ہے کہ ریال حقیقتاً دیدیا تو جو ایک ہزار ریال دیے وہی یا اس کے معادل کرنسی (مثلاً پندرہ ہزار پاکستانی) اس کے اکاؤنٹ میں درج ہو گئی لہذا ایک ہزار ریال دینا قبض حقیقی ہے اور اس کے بدلے اس کے اکاؤنٹ میں اس بات کا درج ہو جانا کہ بینک کے ذمہ اس کے پندرہ ہزار پاکستانی روپے ہیں یہ قبض حکمی ہے چنانچہ تقابض متحقق ہو گیا۔

ثم الحوالہ : پھر جو پندرہ ہزار اکاؤنٹ میں درج کیے گئے اس کا حوالہ کیا جاتا ہے اس طرح کہ بینک کو کہا جاتا ہے کہ جو پندرہ ہزار روپیہ تمہارے ذمہ واجب ہیں، وہ میرے فلاں آدمی کو دیدینا، تو یہ دو طریقے الگ الگ ہو گئے یعنی ان کے قول کے مطابق ایک طریقہ تو یہ ہوا کہ یوں کیا جائے کہ ریال دیا اس کے ساتھ ہی بینک نے اس کے بدلے پندرہ ہزار اپنے ذمہ واجب ہونا قرار دینے کیلئے اس کے کھاتے میں درج کر لئے، کھاتے میں درج کرنا قائم مقام ہو گیا اس کے قبضہ کے، عقدِ صرف یہاں تام ہو گیا، اب پندرہ ہزار روپے جس کے کھاتے میں درج ہوئے اس نے کہا کہ میں یہ فلاں کو حوالہ کرتا ہوں تم مجھے دینے کے بجائے فلاں کو حوالہ کر دینا اب بینک اس فلاں شخص کو بھیجنے کا التزام کرے گا، یہ ہے ٹرانسفر، اور جو شکل میں میں نے پہلے بتائی تھی وہ تھی ڈرافٹ کی، اس میں بینک نے رقم اس کے اکاؤنٹ میں جمع نہیں کی تھی بلکہ اس کا ایک ڈرافٹ بنا کر دے دیا اور کہا کہ تم یہ ڈرافٹ اپنے عزیز کو بھیج دو وہ پاکستان میں مثلاً حبیب بینک سے وصول کر لے گا اس لیے اس بینک کی حبیب بینک میں رقم موجود ہے تو اس ڈرافٹ کی وصول یابی سے بھی قبضہ متحقق ہو گیا تو یہ دو مختلف طریقے ہیں آگے کہتے ہیں ویجوز للموسسة ان تتقاضه من العميل اجرة التحويل کہ موسسہ کیلئے جائز ہے کہ وہ عمیل سے تحویل کی اجرت وصول کرے، اس لئے کہ عقدِ صرف تو وہیں تام ہو گیا جب اس کے اکاؤنٹ میں پیسے درج ہو گئے اب وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے یہ خدمت لینا چاہتا ہوں کہ میری یہ رقم آپ پاکستان بھجوائیں تو اس خدمت کے عوض یہ حقِ خدمت وصول کر سکتا ہے۔

12/2 صور من المتاجرة بالعملات عن طريق المؤسسات

کرنسیوں کی تجارت جو بعض اوقات بینکوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے اس کی کچھ ممنوع صورتیں یہاں پر بیان کی ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

(أ) من الصور الممنوعة شرعا متاجرة العميل بالعملات بمبالغ أكثر مما يملكه، وذلك من خلال منح المؤسسة التي تدير المتاجرة تسهيلات مالية للعميل ليتاجر بأكثر من المبلغ المقدم منه.

شرعی طور پر کچھ صورتیں ممنوع ہیں وہ یہ ہیں کہ مثلاً کوئی شخص کرنسیوں کی اتنی مقدار میں تجارت کرے جوان کی مملوک مقدار سے زائد ہےوذالک من خلال منح الموسسة یعنی ایک طریقہ تو یہ ہوتا ہے کہ کرنسیوں کاایک بہت بڑا بازار ہے اور یہ مالیاتی ادارے اکثر وبیشتر اس میں حصہ لیتے رہتے ہیں، کرنسیوں کے بازار میں یہ صورت ہوتی ہے کہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس کم سے کم کرنسی رکھواؤ مثلاًایک ہزار ڈالر،اب ان ڈالروں سے مثال کے طور پر اس نے پونے چار ہزار ریال خرید لئے اور جب پونے چار ہزار ریال کے قیمت کچھ اس طرح ہوئی کہ اسمیں نفع کاامکان ہے تو اس نے اس کے پاکستانی روپے خریدے اور جب پاکستانی روپے کی قیمت اتنی ہوئی جس میں نفع کاامکان ہے تو اس نے سوئیس فرنک خرید لئے یہ کرتے رہتے ہیں اب بعض اوقات ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک موقع سامنے آیا کہ سوئیس فرنک جو بینک کے پاس اس آدمی کے رکھے ہوئے تھے وہ مثلاً تین ہزار تھے سب حساب وکتاب کوچیک کرنے بعد اب اس بینک کوان تین ہزار سوئیس فرنک کے ذریعے اچھی قیمت کے پر ڈالر مل رہے ہیں اور وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر میں یہ خرید لوں تو اس کے نتیجے میں مجھے نفع ہوگا لیکن وہ ڈالر اکٹھے ان تین ہزار فرنک میں نہیں آتے تو اس صورت میں بینک یہ کرتا ہے کہ اگر وہ سودا پانچ ہزار فرنک سے ہو رہا تھا تو دو ہزار اپنی طرف سے ڈال دیتا ہوں تو اب وہ اس عمیل کے ذمے دین ہوتا ہے،تو جتنے دن تک دو ہزار فرنک اس نے ڈالے تو اتنے دن کے حساب سے وہ سود وصول کرتا رہتا ہے یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے کہ جب جتنی کرنسی رکھی ہوئی ہے اس سے زیادہ کی تجارت کی جائے اس لئے لکھا ہے کہ ممنوعہ صورتوں میں سے یہ ہے کہ عمیل تجارت کرے کرنسیوں کے ذریعے سے اتنی مقدار میں جو زیادہ ہوں اس کی مملوک کرنسی سے تو یہ صورت جائز نہیں یہاں تو ایک مخصوص صورت پیشِ نظر ہے جس کی وجہ سے انہوں نے کہا اس میں سود لازم آتا ہے اور دوسرا یہ بھی طریقہ ہے کہ آدمی تجارت کرے کہ اس کی ملکیت میں تو ایک ہزار ڈالر ہیں اور اب تجارت کر رہا ہے ڈیڑھ ہزار ڈالر کی تو یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب کہ تقابض نہ ہو جیسے فرض کرو یہ صورت بھی نہ ہو یعنی بینک سود پر قرضہ بھی نہ دے اور ڈیڑھ ہزار ڈالر کے عوض سعودی ریال خرید لئے ریال تو خرید لئے لیکن ایک ہزار ڈالر ابھی دے گا اور پانچ سو ڈالر بعد میں دے گا تو تقابض کی شرط مفقود ہوگی یافارورڈ سودا ہوگا یعنی آج تو نہیں کر رہے آئندہ فلاں تاریخ کو کریں گے تو یہ سب ممنوع ہیں لہٰذا جہاں بھی کرنسی کیتجارت مملوک کرنسی سے زائد کی جائے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

facebook.com/masimfarooq

(ب) لا يجوز للمؤسسة إقراض العميل مبالغ تشترط عليه فهل التعامل بالمتاجرة بالعملات معها دون غيرها، فإن لم تشترط ذلك فلا مانع منه شرعا.

اسی طرح بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک بینک کسی کو قرض دیتا ہے لیکن قرض کے ساتھ یہ شرط لگاتا ہے کہ قرض ہم اس شرط پر دیں گے کہ اس قرض کے ذریعے ہم سے ہی کرنسیوں کا کاروبار کرو یعنی ہم سے کرنسیاں خریدو اور پھر ان کرنسیوں کو اگر بیچنا ہو تو ہم ہی کو بیچو تو بتایا کہ موسسہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ عمیل کو قرض دے جس کے اندر وہ شرط لگائے کہ معاملہ ہم ہی سے کرو کسی اور سے نہیں کرنا تو یہ قرض "جر نفعاً" ہے کیونکہ ہم سے معاملہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہم تمہارے اس قرض سے فائدہ اٹھائیں گے تو یہ قرض جر نفعاً کی وجہ سے ناجائز ہے۔

فإن لم تشترط ذلك فلا مانع منه شرعا الخ

لیکن اگر یہ شرط نہیں لگائی کہ ہمارے ساتھ ہی معاملہ کرنا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں لیکن آج کل اس طرح کا قرض کوئی دیتا نہیں ہے۔

تاريخ سريان المعيار يجب تطبيق هذا المعيارعلي القوائم المالية الخ

تاریخ سریان المعیار، هيئة المحاسبة المراجعة کو ایک قسم کی تجویز پیش کرتی ہے تاکہ متعلقہ جہات سے اس کو نافذ کریں تو بعض سنٹرل بینک یعنی مرکزی بینکوں نے اس کو تسلیم کیا ہوا ہے مثلاً بحرین کا جو سنٹرل بینک ہے وہ اس کو تسلیم کرتا ہے اور تسلیم کر کے حکم نامہ سارے اسلامی بینکوں کو جاری کر دیتا ہے کہ ان کے سارے معاملات اس کے مطابق ہوں گے تو یہ ایک طرح سے تجویز پیش کرتے ہیں کہ فلاں فلاں معاملات اس کے مطابق ہونے چاہئیں، تو یہ اپنی طرف سے تجویز پیش کرتے ہیں تاکہ تیاری کرنے کیلئے وقت مل جائے یہ ابھی نافذ ہو جائے گا۔

یکم جنوری ۲۰۰۲ کو بحرین کے مرکزی بینک اور اسی طرح دیگر اداروں نے بھی تجویز پیش کی ہے پھر یہ تمام اسلامی اداروں کو آرڈر جاری کرتے ہیں۔

مستند الاحكام الشرعية الأدلة الواردة في المبادلة في العملات جاء في السنة النبوية أحاديث عديدة لتنظيم أحكام المبادلة في العملات

غائب بالناجز میں نسیئہ ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ نسیئہ کے اندر ضروری ہوتا ہے کہ اجل کو بھی مقرر کیا جائے کہ فلاں اجل میں ادا کی جائے گی اور غائب بالناجز میں یہ بھی ہوتا ہے کہ بیع حال ہو (بیع حال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بائع کو ہر وقت مطالبہ کا حق حاصل ہوتا ہے) لیکن مشتری نے یہ کہہ دیا کہ ابھی میرے پاس موجود نہیں ہے میں بعد میں لا کر دوں گا تو یہ غائب بالناجز ہوتا ہے۔ جو اشیاء ستہ ہیں ان میں اشیاء اربعہ یعنی حنطہ، شعیر، ملح، تمر ان میں میں قاعدہ یہ ہے کہ نسیئہ حرام ہے بیع الغائب بالناجز حرام نہیں ہے لہٰذا اگر ایک شخص گندم بیچتا ہے گندم سے اور دونوں کی تعیین ہو جاتی ہے کہ جو بوریاں یہاں رکھی ہے اور ایک وہ

facebook.com/masimfarooq

بوری جو میرے گھر میں رکھی ہوئی ہے ان کو اس کے ساتھ بیچتا ہوں یعنی تعیین ہو گئی اور بیع حال ہوئی یعنی بائع کو ہر وقت مطالبہ کا حق حاصل لیکن میں نے کہا کہ میں ابھی اس بوری کو دینے سے قاصر ہوں جو میرے گھر پر رکھی ہوئی ہے کیونکہ ابھی میرا گھر بند ہے تو شام کو دیدوں گا اور دوسرا فریق قبول کرے تو بیع جائز ہو گی کیونکہ نسیئہ نہیں ہے بلکہ بیع حال ہے بخلاف عقود صرف کے کہ جہاں عقود صرف ہیں یعنی ذہب اور فضہ کے درمیان تبادلہ ہے تو اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سونا تو ابھی دیدو چاندی میرے گھر پر رکھی ہوئی ہے وہ شام کو دوں گا تو اس میں نسیئہ بھی حرام ہے اور بیع الغائب بالناجز بھی حرام ہے، پہلی حدیث اشیاء ستہ کے ساتھ تھی جب کہ اس حدیث میں خاص طور سے صرف کا ذکر ہے اس میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ لا تبیع منھا غائبا بناجز دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ بیع کے وقت میں مبیع یعنی عوضین تعین ہو جانا ضروری ہے تو اشیاء اربعہ متعین بالتعیین ہو جاتے ہیں جب میں نے کہا کہ میں اس گندم کی بوری کو بیچ رہا ہوں اس گندم کی بوری سے جو گھر پر رکھی ہوئی ہے تو وہی بوری متعیین ہو گئی اب میرے اوپر واجب ہے کہ وہی بوری دوں کوئی اور بوری نہیں دے سکتا تو چونکہ یہ متعیین بالتعیین ہو جاتے ہیں اس لیے وہاں نسیئہ حرام ہے لیکن بیع الغائب الناجز ہو سکتی ہے بشرط التعیین بخلاف اثمان کے کہ عند الحنفیہ اثمان متعین بالتعیین نہیں ہوتے اس لیے وہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ میں یہ کہوں کہ وہ سونا جو تم نے ابھی دیا ہے اس کے بدلے وہ چاندی دوں گا جو میرے گھر پر رکھی ہوئی ہے اور جب متعین نہیں ہو گی تو بیع جائز نہیں ہو گی دوسرے حضرات فقہاء اس میں فرق نہیں کرتے بلکہ ان کے یہاں تقابض شرط ہے نہ صرف عقدِ صرف میں بلکہ اور چیزوں میں بھی اور ان کے نزدیک تقابض فی المجلس کے بغیر درست نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نزدیک اثمان متعین بالتعیین ہو جاتے ہیں اس لیے وہاں بھی یداً بید کہا اور یہاں بھی یداً بید کہا اس واسطے دونوں کا حکم ایک ہے لیکن حضرات حنفیہ کے نزدیک وہ فرق ہے جو اوپر بیان ہوا۔

مختلف من حيث الجنس

حیث ان الفاظ میں سے ہے جو ہمیشہ جملے کی طرف مضاف ہوتے ہیں لٰہذا اس کے بعد اگر جملہ نہ بھی ہو تو جملہ بنایا جاتا ہے لٰہذا الجنس مبتدأ ہو گا اور خبر اس کی محذوف ہو گی جیسے الجنس موجود یا الجنس قائم یا لاجنس ثابت وغیرہ تو ہمیشہ حیث مضاف ہوتا ہے جملہ کی طرف تو اس کے بعد جو الفاظ ہوں گے مبتدأ ہوں گے اور مبتدأ ہو کر مرفوع ہو گا۔ پھر یہ کہا کہ وقد صدرت قرارات من الجهات الفقهية کہ مختلف فقہی اداروں سے حکم شرعی کے مقتضا کے مطابق قرار دادیں صادر ہوئی ہیں جو فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں کہ دنانیر ایک جنس ہیں جو دراہم سے مختلف ہیں، یہ بات تو پہلے سے طے شدہ تھی۔ لیکن فقہاء عصر نے عملات ورقیہ اور معدنیہ کو عملات ذہبیہ اور فضیہ پر قیاس کیا ہے جو احادیث صحیحہ میں منصوص ہیں اس لحاظ سے قیاس کیا گیا ہے کہ ہر ملک کی کرنسی دوسری کرنسی کے مقابلے میں مختلف جنس ہو گی، کیونکہ یہ نقود اعتبار یہ ہیں کہ اصلا تو

facebook.com/masimfarooq

نقود نہیں تھے لیکن اصطلاح میں ان کا اعتبار کیا گیا ہے نقود کے ساتھ مجلۃ الفقہ الاسلامی الدولی نے بھی یہی موقف اختیار کیا۔

ومن أمثلة ذلك:

کویت کے ایک عامہ فتوی کلی قرار جو صادر ہوئی تھی یہاں عربی عبارت ہے جو حذف کر دی گئی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں ہے:

ترجمہ: یعنی اگر ایک ہی ملک کی کرنسی بیچی جائے گی اسی ملک کی کرنسی سے تو تفاضل حرام ہے لیکن اگر مختلف ملکوں کی کرنسی بیچی جائے گی تو اس میں تفاضل جائز ہے۔

فتختلف من حيث الجنس تبعا لجهة اعتبارها نقدا.

سوال پیدا ہوا کہ جنس کیسے مختلف ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جہت جس نے اس کو نقد کا اعتبار کیا وہ جہت مختلف ہے اس ملک کی اور ہے اس ملک کی اور کیونکہ ان کے پیچھے کوئی سونا چاندی تو ہے نہیں جیسا کہ آپ معلوم کر چکے جب پیچھے سے سونا چاندی نہیں ہے تو یہ عبارت ہے قوت خرید کے ایک معیار سے وہ معیار ایک ملک سے دوسرے ملک میں بدلتا رہتا ہے اس معیار کا تعین مختلف عوامل کرتے رہتے ہیں وہ عوامل مختلف ممالک میں بدلتے رہتے ہیں اس واسطے اس کو مختلف جنس قرار دیا گیا۔

القبض الحكمي – في الصورة المذكورة في المعيار

قبض حکمی کو صرف کے اندر قبض حقیقی کے حکم میں شمار کیا گیا ہے تو اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ قبضہ ہر چیز کا الگ الگ طریقہ سے ہوتا ہے اور شریعت نے قبضہ کا کوئی طریقہ متعین نہیں کیا تو عرفاً جس کو کہا جاتا ہے کہ اس کو تمکن من التصرف حاصل ہو گیا یعنی تصرف کرنے کی صلاحیت حاصل ہو گئی تو اس کو قبضہ کہا جائے گا اور اس کے ساتھ ضمان بھی متعلق ہو جائے گا اب یہ بتلایا کہ مجمع الاسلامی الدولی نے قبض حکمی کی بہت ساری نئی صورتیں بیان کی ہیں مثلاً اس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ چیک پر قبضہ کرنا قبضِ حکمی ہے میرا اس سے اختلاف تھا لیکن مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد یہی تھی بشرطیکہ رصید موجود ہو یعنی اتنی رقم بینک میں موجود ہو جو چیک پر لکھی ہوئی ہے، مجمع الفقہ الاسلامی نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ چیک دے دینے سے قبض متحقق ہو جاتا ہے، لیکن "الحقت بها بعض هيئات الفتوي صورا اخري" بعض دوسری ہیئات فتوی نے کچھ اور صورتوں کو بھی اس میں داخل کر دیا ہے کریڈٹ کارڈ کی جو رسید ہے جو دستخط کر کے دیدی تو اس سے بھی قبضہ متحقق ہو جاتا ہے۔

نصة الفتوي من ندوة البركة الثانية عشرة علي ماياتي:تسمية دفع الموثقه من حامل البطاقة تقوم مقام القبض كالشيك---الخ

facebook.com/masimfarooq

"البرکۃ"سعودیہ میں ایک گروپ ہے اور دلال البرکۃ کے نام سے اس کی بڑی عمارت ہے ان کی بہت بڑی مختلف قسم کی تجارتیں ہیں اسلامی بینک بھی قائم کیے ہوئے ہیں تو یہ گروپ ہر سال رمضان میں ایک ندوۃ فقہی موضوعات پر منعقد کرتا ہے اور اس میں مختلف موضوعات سامنے آتے ہیں تو ان میں سے جو بارھواں ندوۃ تھا اس میں یہ قرار داد طے کی گئی تھی کہ حامل بطاقہ کی طرف سے مثنیٰ کے اوپر دستخط کر دئے گئے تو وہ قبض کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے چیک ہے بلکہ یہ زیادہ قوی ہے کیونکہ تاجر اس کے فوراً بعد بینک سے وصول کر سکتا ہے اور حامل بطاقہ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔

تقديم ضمان من احدطرفي المضاربة اوالمشاركة للطرف الاخرلمخاطر العملة۔

پیچھے یہ حکم تھا کہ ایک شریک دوسرے شریک کو یہ اطمینان دلائے کہ تم میرے ساتھ مشارکۃ کر لو لیکن اگر کرنسی کے تذبذب کی وجہ سے کوئی نقصان ہوگا تو تمہیں برداشت کتنا ہوگا پھر بیچ میں کوئی ثالث کہہ دے کہ نقصان میں برداشت کروں گا اور میں ضامن ہونگا تو یہ منع ہے تو اس کی دلیل کے طور یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی حرمت کی تاکید پر قرار داد جاری ہوئی۔

التوكيل بمبادلة العملات و القبض :

پیچھے بتایا تھا کہ عقد صرف میں توکیل ہو سکتی ہے لیکن ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ اگر عاقد مجلس میں خود موجود ہے تو وہ اس پر قبضہ کرلے اور اگر وہ خود موجود نہیں بلکہ عاقد نے عقد اور قبض دونوں کا وکیل بنایا تھا تو پھر وکیل ہی کا قبضہ کرنا ضروری ہے اور اگر صرف وکیل بالعقد تھا تو پھر مؤکل بھی قبضہ کر سکتا ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی کے ساتھ "الاولی" کی قید اس لیے لگاتے ہیں کہ ایک اور ادارہ ہے "المجمع الفقہی" مکہ المکرمۃ میں رابطۃ الاسلامی کی ہے لیکن اس کا نطاق اتنا وسیع نہیں ہے اس سے ممتاز کرنے کے لیے الاولی کا لفظ لکھتے ہیں۔

المواعدة فى المبادلة فى العملات---الخ

پیچھے بتایا تھا کہ جس طرح بغیر قبضہ کے عقد صرف کرنا ناجائز ہے، اس طرح مواعدۃ جو جانبین سے وہ بھی ناجائز ہے مواعدۃ کو حرام اس لئے قرار دیا کہ اگر مواعدۃ ملزمہ ہو (ملزمہ کے معنی یہ ہے کہ طرفین اس کے مطابق عمل کرنے کے قانوناً پابند ہو) تو مبادلہ بالعملات کے اندر مواعدۃ ملزم کے حرام ہونے پر اکثر فقہاء متفق ہیں کیونکہ اگر مواعدۃ ملزمہ جانبین سے ہو گیا تو یہ عقد کے مشابہ ہے گویا عقد آج ہو گیا اور چونکہ اس مواعدہ کے فوراً بعد قبضہ متحقق نہیں ہوتا کیونکہ طرفین کا مقصد قبضہ کرنا نہیں ہے، اس لئے جائز نہیں۔

وقد جرى الصرف ---الخ

اسلامی اداروں میں عرف غالب یہ ہے کہ اگر وعدہ ایک طرف سے ہو تو وہ ملزمہ ہوتا ہے چاہے عقد کے اندر اس کی صرحت نہ کی گئی ہو یہ تمام اسلامی مالیاتی ادروں کے اندر ایک عرف عام ہو گیا ہے کہ وعدہ

facebook.com/masimfarooq

کو ملزم قرار دیتے ہیں اور قانوناً بھی اس کو ملزم سمجھا جاتا ہے لہذا مواعدہ اگر بالفرض ایسا بھی ہو جس میں التزامیت کی تشریح نہ کی گئی ہو تب بھی اس کو مواعدہ ملازمہ ہی سمجھیں گے اور جب مواعدہ ملزمہ ہوگا تو تقابض فی المجلس کے بغیر وہ عقد کے مشابہ ہو کر ناجائز ہوگا۔

"اما الوعد من طرف واحد "اور اگر وعدہ ایک طرف سے ہے تو وہ صرف میں ممنوع نہیں، مثلاً ایک جانب وعدہ کرلے کہ میں فلاں تاریخ پر ایک ڈالر ساٹھ پاکستانی روپے میں دوں گا یعنی قیمت آج مقرر کرلی، اب یہ اس طرف سے وعدہ نہیں سمجھا جائیگا اگر وہ اس متعین قیمت پر چاہے گا تو اس قیمت پر اس سے ڈالر خرید لے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو اس کو مجبور نہیں کرسکتا کہ تم اس سے خرید لو وعد من طرف واحد ہونے کی وجہ سے یہ عقد کے مشابہ نہیں ہے جب یہ عقد کے مشابہ نہیں تو یہ ناجائز بھی نہیں ہے۔

المبادلة فی العملات عن طریق الدیون ---اخذ هذه من هذه و اعطی هذه من هذه ---الخ

مثلاً سو دینار واجب تھے اور سو دینار کی قیمت ایک ہزار درہم بنتی ہے تو اس نے آٹھ سو دراہم دیدئے تو آٹھ سو کے مقابلے میں مقاصہ صحیح ہو جائے گا یعنی اسی دینار ساقط ہو جائیں گے لیکن بیس دینار ذمہ میں واجب رہیں گے دراہم واجب نہیں ہونگے، فرق یہ ہوگا کہ جو آٹھ سو درہم دئے اور آٹھ سو درہم دینے کے نتیجے میں اسی دینار کا مقاصہ ہو گیا تو اب جو ذمہ باقی ہے وہ بیس دینار کا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ دیکھو اس دین یعنی سو دینار کو ایک ہزار درہم سے بدل لو جن میں آٹھ سو ابھی لے اور دو سو درہم بعد میں دیدونگا، بلکہ ساتھ ساتھ اسی دینار کی حد تک تو ہو جائیگا لیکن بیس دینار واجب رہیں گے اور یہ بھی اس وقت ہے جبکہ عندالوفا ہو یعنی جس وقت ادائیگی ہو رہی ہے اس وقت عقد ہوا اگر قرض کا عقد ہو مثلاً سو دینار واجب تھے اور ادائیگی کے وقت اس دن کے ریٹ کے حساب سے ایک ہزار درہم دیدئے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ عقد قرض تو ہو دنانیر میں اور عقد قرض کے وقت یہ شرط لگالی کہ ادائیگی دراہم میں کی جائیگی۔ تو یہ نہیں سکتا بلکہ یہ ہوگا کہ دین واجب رہے گا پورے عرصہ میں دنانیر ہی کا جس دن ادائیگی ہوگی اس دن صرف ہوگا اور اس دن کے حساب سے قیمت مقرر کی جائیگی۔

اس میں البتہ کلام ہوا ہے کہ آیا قیمت بازاری معتبر ہوگی یا وہ آپس میں کوئی اور ریٹ بھی مقرر بھی کرسکتے ہیں تو جمہور تو یہی کہتے ہیں کہ اسی دن کا ریٹ ہونا ضروری ہے "بسعر یومها" بسعر یومها سے ثمن مثل مراد لیتے ہیں، لیکن حنفیہ میں سے بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ (فریقین) کسی اور سعر پر اتفاق کرلیں تو وہ بھی جائز ہے وہ کہتے ہیں سعر یومها کا مطلب ہے اس دن کا سعر اس دن کا سعر یا تو بازار کا ہوگا یا ان کا آپس میں اتفاق کا ہوگا سعر یوم کوئی وحی تو ہے نہیں کہ سعر، یوم کے ذریعے مقرر ہوتا ہے بلکہ یہ تو اصطلاح ناس سے مقرر ہوتا ہے لہذا وہ اگر آپس میں باہمی صلاح سے مقرر کرلیں تو وہ بھی صحیح ہے لیکن ہم نے بینکوں

facebook.com/masimfarooq

کے معاملات میں اس کو اختیار نہیں کیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سی صورتوں میں وہ ربا کا حیلہ بن جاتا ہے، لہذا پابندی یہی لگائی ہے کہ اس دن کی جو بازاری قیمت ہے اس دن کے حساب سے مقرر ہوگا۔

صورمن المتاجرة بالعملات---الخ

ما قبل یہ مسئلہ بیان کیا تھا متاجرة العميل بالعملات بمبالغ اکثرممایملکه اس مسئلہ کو ناجائز قرار دیا تھا کیونکہ اس کے ملکیت میں ہے نہیں اور بغیر ملکیت کے اس کو بیچ دیا وبیع مالایملکه ممنوع شرعا اور وہ صورت جس میں موسسہ عمیل کو قرض دیتا ہے کہ تمہارے پاس تو پیسے نہیں ہے ہم سے لے لو پھر اس سے متاجرہ کرو لیکن موسسہ یہ کہتا ہے کہ ہم تمہیں قرض دینگے تم کرنسی کا کاروبار کرو لیکن ہم سے ہی کرو تو اس میں فرق پڑ جاتا ہے لیکن اگر یہ شرط نہیں ہے اور قرضہ بغیر سود کے دے دیا اور پھر وہ جس سے چاہے معاملہ کرے تو پھر محظور منتفی ہو جائیگا۔

المتاجرة بالعملات---الخ

مجھے ڈالر کی ضرورت ہوئی تو پاکستانی روپے لے جا کر ڈالر خرید لیا یہ تو ہوئی بیع اور ایک ہوتا ہے کہ کرنسی خریدی ہی اس کام کے لئے کہ میں اس کو کسی وقت بیچو نگا اور اس سے ربح حاصل کرلونگا یہ متاجرہ ہے جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا تھا کہ ہمارے ''شیخ الصدیق الضریر'' یہ کہتے ہیں کہ متاجرہ جائز نہیں بیع جائز ہے تو اب اگر متاجرہ نہیں ہوگا تو بیع کیسے ہوئی؟ یعنی کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ اس کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کرلیں صراف ہوتے ہیں، منی ایکچینجر ہوتے ہیں ان کاروبار ہی یہی ہے کہ کرنسیاں خریدتے ہیں اور بیچتے ہیں اور اس کے ذریعے ربح حاصل کرتے ہیں اس واسطے بیع کے تحقق کے لئے ضروری ہے کہ متاجرہ بھی جائز ہو اس کے بغیر بیع ہو نہیں سکتی تو شرعا اس میں کوئی مانع ہے نہیں جب تک کہ اس میں بیع کی جو شرائط ہے وہ پوری پائی جائیں۔

المقاصة اوتطارح الدينين(اطفاءالدينين)

ایک کا دین تھا ڈالر میں اور دوسرے کا دین تھا پاکستانی روپے میں ان دونوں نے آپس میں مقاصہ کرلیا۔

الشراءوالبيع---الخ

اس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے مثال کے طور پر میں آج آپ کو ڈالر دے رہا ہوں اور آج ہی تم ریال مجھ کو دے دو لیکن یہ مبادلہ ایک مہینے تک کا ہے یعنی ایک مہینے کے بعد ریال تم نے مجھ سے واپس لینے ہونگے۔

واجراءعمليات---الخ

facebook.com/masimfarooq

اور دوسری طرف ایسے عملیات جاری کرنا جو متزامن ہو یعنی (جن کا زمانہ ایک ہی ہو) تزامن کا معنی دو چیزوں کا زمانہ میں متحد ہونا وقت میں متحد ہونا یک وقت ہونا تو عملیات متزامنہ اسی وقت ساتھ ساتھ جاری کر رہے ہیں کہ میں ریال تم کو واپس کرونگا اور ڈالر تم نے مجھے واپس دینے ہونگے اور قیمت آج ہی طے ہو جائے ایک صورت تو یہ ہے۔

اوشراءعمله التی سبق بیعها۔۔۔الخ

شراء خرید نا اس عملہ کرنسی کا جس کو بیچا جا چکا تھا سوق حاضرہ میں جیسے ڈالر بیچے جا چکے تھے اب یہی ڈالر جو بیچے تھے یہ آئندہ فلاں تاریخ کو خریدے جائیں اور وہ جو ڈالر دیئے ہیں اس کی قیمت آج ہی مقرر کر لی اس نقد کے بھاؤ کے مطابق جو کہ فارورڈ سودے میں قیمت ہوتی ہے تطبیق تقلیدی میں یعنی آج کل یہ ہوتا ہے کہ مثلاً میں کرنسی آج خرید رہا ہوں تب تو اس کی قیمت ۶۲ روپے ہے لیکن میں ایک فارورڈ سودا آج کرتا ہوں تو اس صورت میں فارورڈ کا ریٹ سپاٹ ریٹ سے مختلف ہوتا ہے یعنی مثلا آج ۶۲ کا ہے، تو فارورڈ ریٹ ۶۴ ہو گا تو اس بھاؤ کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ طے کر لیتے ہیں کہ جو ریال ہم بعد میں خریدینگے وہ اس بھاؤ سے خریدینگے اب جب وقت آئیگا تو یہ ڈالر دیدے گا اور وہ ریال دیدے گا یہ سب مصنوعی کھیل ہے۔

فقد تمت ''المتاجرة فی العملات'' بفضل اللہ تعالیٰ وھو الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (2)

بطاقة الحسم وبطاقة الائتمان

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يطبق هذا المعيار على بطاقة الحسم وبطاقة الائتمان التي تصدرها المؤسسات لعملائها، ليتمكنوا بواسطتها من السحب من أرصدتهم نقدا، أو الحصول على قرض، أو دفع أثمان المشتريات والخدمات. وتشمل الأنواع الآتية:

1. بطاقة الحسم الفوري Debit Card
2. بطاقة الائتمان والحسم الآجل Charge Card
3. بطاقة الائتمان المتجدد Credit Card

یہ دوسرا معیار ہے، اس کا تعارف یہ ہے کہ جب سے دنیا میں چوری ڈکیتی کی وارداتیں کثرت سے ہونے لگیں، اور سفر میں نقد رقم لے جانا لوگوں کیلئے مشکل ہوا تو اس وقت سے اشیاء کی خریداری کیلئے ایک طریقہ دنیا کے مختلف حصوں میں جاری ہوا، شروع ہوا مغربی ممالک سے اور پھر رفتہ رفتہ دوسرے ممالک کی طرف بھی منتقل ہوا، ہمارے پاکستان میں تو فی الحال اس کا رواج نہیں ہے، لیکن مغربی ملکوں میں تمام تر خرید وفروخت اسی سے ہوتی ہے۔

ایک کارڈ بنادیا جاتا ہے، جس کو عام طور پر **کریڈٹ کارڈ** کہتے ہیں کہ کوئی بینک یہ کارڈ جاری کر کے مختلف تاجروں کیساتھ ایک معاملہ کرتا ہے کہ جو شخص بھی یہ کارڈ لے کر آئے اور جو کچھ بھی خریداری کرے، آپ اس سے خریدی ہوئی اشیاء کی قیمت وصول کرنے کے بجائے اس کا یہ کارڈ دیکھ کے ایک سلپ پر اس سے دستخط لے لیں کہ اس نے اس کارڈ کی معرفت یہ سامان خریدا ہے اور اتنی رقم اس کے ذمہ واجب ہوئی ہے، پھر وہ دستخط ہمارے پاس لے آئیں گے تو جونہی آپ ہمیں سلپ دیں گے ہم آپ کو فوراً قیمت کی ادائیگی کر دیں گے، اور یہ معاملہ تو تاجروں کیساتھ ہوتا ہے، خریداروں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ آپ ہم سے یہ کارڈ لے لیں، اور جن تاجروں سے ہمارا معاملہ ہے، ان سے جب آپ کوئی چیز خریدیں تو کارڈ دکھا کر خرید سکتے ہیں آپ کو فوری ادائیگی کی ضرورت نہیں ہے، البتہ مہینے کے آخر میں آپ نے مہینہ بھر جتنی خریداریاں کی ہونگیں اس کا بل بنا کر ہم آپ کے پاس بھیج دیں گے، تو جب آپ کے پاس بل آجائے تو بل آنے کے ساٹھ دن کے اندر اندر بعض لوگ پچاس اور بعض بینک تیس دن کی مہلت دیتے ہیں، لیکن عام طور سے ساٹھ دن کی مہلت ہوتی ہے تو ساٹھ دن کے اندر اگر آپ نے بل ادا کر دیا تو آپ پر کچھ واجب نہیں، لیکن اگر ساٹھ دن یا تیس دن کی تاخیر کی تو اس پر سود لگے گا، ساٹھ دن کی حد تک کوئی سود نہیں لگے گا، اس کے بعد سود لگے گا۔

کارڈ جاری کرنے والا بینک دو طرح سے معاملہ کرتا ہے، ایک ان تاجروں کیساتھ جو کہ بائع ہوتے ہیں اور دوسری طرف ان تاجروں سے جن کو کارڈ جاری کیا جاتا ہے دونوں سے بینک فیس وصول کرتا ہے، جس کے نام کارڈ جاری کیا گیا ہے، اس سے ایک تو داخلہ کی فیس وصول کرتا ہے کہ جب آپ پہلی بار اس

facebook.com/masimfarooq

کارڈ کے ممبر بنتے ہیں وہ خاص مبلغ ہوتی ہے یعنی لم سم، مثلاً امریکن ایکسپریس ۷۵ یا ۱۰۰ ڈالر وصول کرتا ہے ،ایک مرتبہ جب ممبر شپ ہوگئی ہو، تو دوسری فیس سالانہ وصول کرتا ہے کہ ہر سال آپ کو پچھتر (۷۵) ڈالر دینے ہونگے تو یہ دو فیسیں خریدار سے وصول کی جاتی ہیں، ایک داخلہ فیس جو ایک مرتبہ ہوتی ہے اور ایک سالانہ فیس جو ہر سال اس کارڈ کی تجدید کیلئے وصول کرتا ہے اور اگر کسی نے تاخیر کردی یعنی ساٹھ دن کے بعد ادائیگی کی تو اس سے سود وصول کرتا ہے، یہ تین ادائیگیاں کارڈ کے حامل کی طرف سے ہوتی ہیں۔

اور تاجروں (مراد دوکان دار) سے جو معاملہ ہوتا ہے، ان سے ادارہ یہ کہتا ہے کہ جتنی رقم کا سامان آپ نے فروخت کیا، اس کا تین یا چار فیصد آپ ہمیں دیں، تو وہ تاجر اس کا ایک معین فیصد حصہ (جو مختلف بینک مختلف حصے رکھتے ہیں کوئی چار کوئی دو فیصد) مثلاً اگر سو کا سامان بیچا ہے تو دو روپے آپ سے وصول کریں گے، تو جب تاجر نے اس کارڈ پر سامان بیچا اور خریدار سے دستخط لے لیے، تو وہ اس کے نتیجے میں یہ دستخط شدہ رسید لے کر فوراً بینک کے پاس چلا جائیگا، اور بینک اسے اپنا دو روپے کمیشن کاٹ کر ۹۸ روپے دے گا یہ "کریڈٹ کارڈ" کے ذریعہ وصولی ہوتی ہے، اس کارڈ کا جو ممبر بنتا ہے، کارڈ اس کے نام جاری کیا جاتا ہے، اس کا ایک مخصوص نمبر ہوتا ہے، اس کارڈ پر اس کا نام بھی ہوتا ہے، کارڈ کے کارآمد رہنے کی تاریخ بھی درج ہوتی ہے اور حامل کارڈ کے دستخط بھی اس کی پشت پر ہوتے ہیں، جب وہ خریداری کیلئے کہیں جاتا ہے تو تاجر (دوکان دار) کو بہت ساری باتوں کی تحقیق کرنی پڑتی ہے:

(۱)۔ **پہلی** یہ کہ کارڈ اصلی ہے کہیں جعلی تو نہیں۔

(۲)۔ **دوسری** یہ تحقیق کہ اس کارڈ پر خریداری کی بینک نے اجازت دی ہوئی ہے کہ نہیں، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کارڈ کی جو مدت ہے وہ پوری تو نہیں ہوئی مثلاً دو سال کیلئے کارڈ جاری ہوا اور مدت ابھی پوری نہیں ہوئی، لیکن حامل کارڈ نادہندہ ہوگئے، یعنی وہ بل کی ادائیگی نہیں کر رہا تو وہ ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے بینک کارڈ کو اس کے حق میں منسوخ کر دیتا ہے کہ اس کارڈ کے ذریعہ خریداری کرے تو تاجر کو دیکھنا ہوتا ہے کہ یہ کارڈ ایسا تو نہیں کہ جعلی ہو، یا اس پر کاروبار و خریداری کی اجازت منسوخ تو نہیں یا کوئی مانع ایسا پیش تو نہیں آیا جس کی وجہ سے اس کو مسترد کیا جائے۔

(۳)۔ **تیسری** یہ کہ آیا حامل کارڈ وہی ہے جس کے نام کارڈ جاری کیا گیا ہے؟ کہیں وہ کارڈ چور تو اٹھا کر نہیں لائے؟

ان سب باتوں کی تصدیق حامل کے دستخط سے ہوتی ہے، جو اس کارڈ کی پشت پر موجود ہیں تو تاجر اس سے دستخط کروا کر دیکھے گا کہ یہ دستخط وہی ہیں کہ نہیں، پہلے دو کاموں کیلئے یعنی یہ بات کہ یہ کارڈ اصل ہے اور دوسرا یہ خریداری کی اجازت بھی حامل کارڈ کو حاصل ہے، اس کام کیلئے ایک مشین ہوتی ہے جو ہر ایسے

facebook.com/masimfarooq

تاجر کے پاس رکھی ہوتی ہے جو کارڈ قبول کرتا ہے، وہ مشین ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کارڈ کا ایک حصہ (جس پر ایک مقناطیس لگا ہوتا ہے) کو اس مشین کے اوپر ایسے کھینچتا ہے تو وہ مشین جواب دیتی ہے کہ یہ کارڈ اصلی ہے اور اس کو خریداری کی بھی اجازت ہے، مشین فوراً جواب دیتی ہے اور اگر کارڈ نقلی ہو یا خریداری کی اجازت نہ ہو تب بھی مشین فوراً بتادیتی ہے کہ معاملہ گڑبڑ ہے، یہ مشین ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، اگر کہیں یہ مشین خراب ہو گئی ہو تو ہر بڑے شہر میں کارڈ جاری کرنے والے بینک کا ایک نمائندہ موجود ہوتا ہے، برانچ موجود ہوتی ہے تاجر اس کو فون کر کے پوچھ لیتا ہے کہ یہ کارڈ نمبر میرے پاس آیا ہے، آپ کے ہاں اس کا اندراج ہے یا نہیں، اور اس کارڈ پر خریداری کی اجازت ہے یا نہیں، تو جب وہ اس بات کی تصدیق کر لیتا ہے ، مشین کے ذریعہ یا ٹیلی فون کے ذریعہ ، تو پھر اس سے دستخط کروالیتا ہے، پھر دستخط ملاتے ہیں کہ یہ وہی آدمی ہے، تصدیق کے بعد تاجر اس کے لئے سامان جاری کرتا ہے، اور جس طرح اس سے سامان حاصل کیا جاسکتا ہے اسی طرح اس کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ اس سے روپے بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں، یعنی جو کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والی کمپنی ہے وہ دنیا کے سارے بڑے بڑے شہروں میں اپنی مشین لگاتی ہے فرض کرو مثلاً آپ لندن گئے اور اچانک چلتے پھرتے آپ کو پیسوں کی ضرورت پیش آگئی تو آپ یہ کر سکتے ہیں کہ وہ کریڈٹ کارڈ لے کر اسی ادارے میں چلے جائیں، جس نے مشین لگائی ہوئی ہے اور وہ کارڈ اس میں داخل کر دیں، مشین آپ سے پوچھے گی ، کتنے پیسے چاہئیں؟ اس کی پہلے تصدیق کرے گی کہ یہ کارڈ اصل ہے اور اس پر معاملات کی اجازت ہے اس کے بعد آپ سے پوچھے گی کہ کتنے پیسے چاہییں؟ تو آپ اس میں ٹائپ کر دیں گے، تو جتنی رقم آپ لکھتے ہیں وہ مشین میں سے نکل کر آجائیں گے، آپ نے لکھا کہ مجھے سو پونڈ چاہییں تو وہ آپ کو سو پونڈ دے گی البتہ اس کی ایک حد ہے، جب تک اس حد تک آپ وصول کرنا چاہیں گے وہ آپ کو مل جائیں گے، یہ جو خدمت ہے کہ پیسے نکال کر دیدے گی تو اس میں بھی ایک ایسی فیس وصول کرتے ہیں، جو بعض جگہ کوئی مبلغ طے ہوتا ہے اور بعض جگہ پر بہت معمولی سا پرسنٹیج (%) ہوتا ہے جو سود کے پرسنٹیج سے بالکل مختلف ہوتا ہے یعنی سود کی شرح اگر آٹھ فیصد تو اس کی 1. فیصد ہے وہ وصول کر لیتے ہیں تو یہ خلاصہ ہے کریڈٹ کارڈ کا اور یہ کاروائی اس طرح ہوتی ہے۔

اب اس کا رواج اور چلن ساری دنیا میں اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ خاص طور مغربی ملکوں میں کوئی بھی شخص کیش لے کر نہیں پھرتا، سارے کام کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ انجام دئے جاتے ہیں، گاڑی میں پیٹرول ڈلوانا ہے تو کریڈٹ کارڈ، بازار سے سودا سلف خریدنا ہے تو کریڈٹ کارڈ، ہوائی جہاز کا ٹکٹ خریدنا ہے، ہوٹل میں ٹھہرنا ہے تو کریڈٹ کارڈ، غرض کریڈٹ کارڈ ہر جگہ استعمال ہوتا ہے، بلکہ جب سے انٹرنیٹ آیا ہے اس وقت جس کو آج کل کا کامرس ٹریڈ یعنی کمپیوٹر کے ذریعہ تجارت کہتے ہیں، مغربی ملکوں میں صورتحال یہ ہے کہ وہاں دستخط کرانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، بس بعض اوقات دستخط کے بغیر بھی دے دیتے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

ویب کامرس میں ہوتا یہ ہے کہ آج مثلاً آپ یہاں کمپیوٹر پر بیٹھے ہیں اور کتاب کی ضرورت ہے اور یہ پتہ نہیں کہ کہاں ملے گی امریکہ میں ملے گی برطانیہ میں ملے گی انگریزی کی کتاب ہے تو ایک بہت بڑی سائٹ ہے کمپیوٹر پر "المیزون" کے نام سے اور دنیا بھر کی ساری کتابوں کی لسٹ اس میں موجود ہے کہ کہاں سے ملے گی تو میں نے وہ اپنے کمپیوٹر پر "المیزون" ٹائپ کیا اور جو مطلوبہ کتاب ہے اور اگر نام یاد نہیں ہے تو مصنف کا نام ٹائپ کیا وہ کمپیوٹر نکال کر لے آئے گا کہ فلاں کتاب ہے اور اس کی قیمت کیا ہے۔اس میں آڈر کرنے کا بھی خانہ ہے کہ میں اس کو آڈر کر دوں گا کہ یہ کتاب مجھے بھیج دی جائے اور وہ کہے گا کہ آپ اپنا کریڈٹ کارڈ نمبر بھیج دیجئے میں اپنا کریڈٹ کارڈ نمبر اس میں ڈال دوں گا وہ اس کو چیک کرے گا کہ یہ کریڈٹ کارڈ صحیح ہے یا غلط؟ چیک کرنے کے بعد بس آپ کی ادائیگی ہو گئی، اب وہ کتاب اور اس کی قیمت اور اخراجات کیلکولیٹ کر کے وہ کتاب آپ تک پہنچ جائے گی اور اس کا بل کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والی کمپنیوں کے پاس پہنچ جائے گا اور وہاں سے ادائیگی ہو جائے گی، تو کریڈٹ کارڈ کمپنی والے آپ کے پاس بل بھیج دیں گے کہ آپ اس کی ادائیگی کر دیں، تو نہ کہیں جانے کی ضرورت اور نہ آنے کی ضرورت، بس کمپیوٹر کے اوپر خریداری ہو جاتی ہے، یہ کہلاتی ہے ویب کامر، مغربی ملکوں میں تو اب یہ عام بات ہو گئی ہے کہ بیٹھے بیٹھے آپ کو یہ ضرورت پیش آئی کہ بھئی مجھے برگر چاہئے تو آپ نے برگر والے کی دوکان اور اس کا نام کمپیوٹر پر نکالا اور اس میں لکھ دیا کہ مہمان آگئے ہیں اتنے برگر مجھے بھیج دو، تو وہیں کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی ہو گئی اور وہ آدمی برگر آپ کے گھر میں پہنچادے گا، تو تجارت کی اب یہ صورتِ حال ہو گئی ہے۔یہ ساری کاروائی کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ہوتی ہے۔یہ تو تھا اس کا مختصر خلاصہ۔

اب ادائیگی کے لحاظ سے اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں، اگرچہ توسعاً ہر کارڈ کو کریڈٹ کارڈ کہا جاتا ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے اس کی تین الگ الگ قسمیں ہیں (جس کو آپ کی کتاب میں بیان بھی کیا گیا ہے)۔

(۱)بطاقة الحسم الفوری(DEBIT CARD)

(۲)بطاقة الائتمان والحسم الاجلی(CHARGE CARD)

(۳)بطاقة الائتمان المتجدد(CREDIT CARD)

(۱)**ڈیبٹ کارڈ** DEBIT CARD) کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لیکن، پہلے یہ بتا دوں کہ آج کل جو معروف کریڈٹ کارڈ دنیا میں چل رہے ہیں وہ یہ ہیں، ایک امریکن ایکسپرس، دوسرا ویزہ ایکسپریس، تیسرا ڈائنس کلب، چوتھا ماسٹر کارڈ۔یہ چار کارڈ دنیا میں چلتے ہیں اور بھی ہیں، لیکن یہ چار ساری دنیا میں چلے ہوئے ہیں اور جس دوکان پر آپ جائیں وہاں اس کے اشتہار لگے ہوئے ہونگے کہ ہم اس کو قبول کرتے ہیں، میں مثلاً امریکن ایکسپریس کی مثال دیتا ہوں کہ مثلاً امریکن ایکسپریس کا کارڈ ہے تو امریکن ایکسپریس ایک

facebook.com/masimfarooq

بینک ہے اور میں امریکن ایکسپریس بینک سے یہ معاملہ کرتا ہوں کہ میں پہلے سے آپ کے پاس رقم رکھوا دیتا ہوں مثال کے طور پر میں نے آپ کے پاس ایک ہزار ڈالر رکھوادئے، اکاؤنٹ آپ ہی کے پاس کھولا ہوا ہے اور جتنی میری رقم میرے اکاؤنٹ آپ کے پاس رکھی ہوئی ہے میں خریداریاں بھی اسی حدود میں کروں گا، چنانچہ آپ کو میرے پاس بل بھیجنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جب میں کوئی خریداری کروں اور تاجر کا بل آپ کے پاس آئے اور آپ اس کی ادائیگی کریں تو ڈائریکٹ میرے اکاؤنٹ سے پیسے نکال کر اپنے واجبات وصول کرلیں اور مجھے اطلاع بھیج دیں کہ آپ کی اتنی خریداری ہوئی تھی، ہم نے اتنے پیسے آپ کے اکاؤنٹ سے نکال دیے۔

DEBIT ڈیبٹ کے معنی ہے نکال لینا اس کے اکاؤنٹ سے خارج کردینا، کٹوتی کرنا تو DEBIT CARD کی بھی دو صورتیں ہیں:

(ا) ایک صورت تو یہ ہے کہ میں نے امریکن ایکسپرن ہی کے اکاؤنٹ میں پیسے رکھوائے ہیں اور اسی کے ساتھ معاملہ ہے، وہ میرے اکاؤنٹ سے جو اسی کے پاس ہے DEBIT کرتا رہتا ہے۔

(۲) دوسری صورت DEBIT CARD کی یہ ہے کہ میں نے امریکن ایکسپریس میں پیسے نہیں رکھوائے، بلکہ "حبیب بینک" میں رکھوائے ہیں لیکن حبیب بینک کو یہ ڈائریکشن (ہدایت) دیدی ہے اور امریکن ایکسپریس کو بھی ہدایت دیدی ہے کہ جب کبھی رقم میرے ذمہ آپ کی واجب ہو تو آپ براہ راست حبیب بینک میں میرے اکاؤنٹ سے نکلوا کر لے لیں، حبیب بینک کو اجازت دے رکھی ہے کہ جب ان کا کوئی مطالبہ آئے تو ادا کردو تو یہ "بطاقۃ الحسم الفوری (DEBIT CARD)" کہلاتا ہے تو اس میں یہ سوال نہیں ہوتا کہ مہینے پر بل بھیجیں پھر ساٹھ دن انتظار کریں اور پھر ادائیگی کی تاخیر میں سود لگے گا وغیرہ وغیرہ یہ قصہ نہیں رہتا، بلکہ براہ راست ادائیگی ہو جاتی ہے۔

(۲) بطاقۃ الائتمان و الحسم الاجل (CHARGE CARD) چارج کارڈ اس کو کہتے ہیں کہ اس میں میری کوئی رقم کارڈ جاری کرنے والے بینک میں نہیں رکھی ہوئیں ہے تو تاجر اسی میں بل بھیجتا ہے اور بل بھیجنے کے نتیجے میں مدت معینہ کے اندر اندر اگر میں نے ادائیگی کردی تو مجھ پر کچھ واجب نہیں ہوتا، لیکن اگر مدت معینہ سے زیادہ میں اگر میں نے ادائیگی کی تو سود دینا پڑتا ہے، پہلی قسم (DEBIT CARD) کو عربی میں "بطاقۃ الحسم الفوری" فوری حسم یعنی کٹوتی اور دوسری قسم کو "بطاقۃ الائتمان والحسم الاجل" کہتے ہیں۔

(۳) کریڈٹ کارڈ (CREDIT CARD) کے اندر یہ ہوتا ہے کہ اس میں قرض شامل ہو جاتا ہے، کیا معنی؟ کہ دوسری قسم میں تو دو مہینے کی مدت دیدی تھی کہ اس میں تم ادائیگی کردینا اور اس میں دو مہینے سے زیادہ کی مدت ہوتی ہے کہ مثلاً چھ مہینے میں ادا کردینا اور اس بات کی کوئی قید نہیں ہے کہ تم کتنا خرچ

facebook.com/masimfarooq

کر رہے ہو، چھ مہینے میں ادا کرنا اور تم جتنی دیر میں ادائیگی کروں گے، ہم سود وصول کرتے رہیں گے تو اس میں معاملہ صرف یہ نہیں ہوتا کہ کارڈ جاری کرنے والے نے ادائیگی کر دی اور وقت پر ادائیگی کر دی، بلکہ اس میں کارڈ جاری کرنے والی کمپنی کارڈ کے حامل کو ایک قرض کی سہولت دیتی ہے کہ فی الحال آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں لیکن آپ خریداری کر لیں اور پھر رفتہ رفتہ ادا کرتے رہیں جتنی دیر میں ادا کریں گے اس کے اوپر سود لگتا رہے گا، یہ کہلاتا ہے اصل میں کریڈٹ کارڈ اور اس کو عربی میں "بطاقۃ الائتمان المتجدد" کہتے ہیں، ائتمان ، کریڈٹ کا ترجمہ ہے، کریڈٹ کا اصل کا معنی ہے اعتبار، اعتماد اور چونکہ قرض کے اندر بھی اعتبار اور اعتماد ہوتا ہے اس لیے اکثر و بیشتر قرضہ کو کریڈٹ کہتے ہیں تو یہ تین قسمیں ہوئیں۔

(۱)۔(DEBIT CARD)

(۲)۔(CHARGE CARD)

(۳)۔(CREDIT CARD)

ان قسموں کے استعمال میں جو شرعی مسائل ہیں، وہ چند یہ ہیں:

(۱) پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ جب آدمی کارڈ کا ممبر بنتا ہے، اس وقت داخلہ کی جو فیس لی جاتی ہے وہ لینا اور دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) دوسرا یہ کہ جو سالانہ فیس لی جاتی ہے وہ لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تیسرا یہ کہ دو مہینے تک اگرچہ سود نہ لگے، لیکن دو مہینے کے بعد سود لگنے کی جو شرط معاہدے میں ہوتی ہے تو ایسے معاہدے کے اندر شامل ہونا، جس میں یہ شرط ہو کہ دو مہینے کے اندر اگر ادائیگی نہ کی تو سود لگے گا تو اس معاہدے کے اندر شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اگرچہ یہ ارادہ ہو کہ سود نہیں لگنے دیں گے، لیکن معاہدے کے اوپر سب کو دستخط کرنے پڑتے ہیں، وہ دستخط کرنا اور اس معاہدے کے اندر شامل ہونا جائز ہے کہ نہیں؟ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اگر تاخیر ہو گئی اور سود ادا کیا تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

(۴) اسی طرح جو زیادہ اہم مسئلہ ہے وہ یہ کہ وہ تاجر سے کریڈٹ کارڈ کا جاری کرنے والا کمیشن وصول کرتا ہے کہ اصل بل سو روپے کا تھا اور یہ اس کو اٹھانوے روپے ادا کرتا ہے تو یہ دو روپے جو اس نے کمیشن لیا وہ اس کے لیے لینا اور تاجر کے لیے دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) پانچواں مسئلہ اس میں یہ ہے کہ ان مشینوں سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے جو نقد رقم نکالی جاتی ہے اور اس کے اوپر جو فیس وصول کی جاتی ہے، اس فیس کا لینا دینا جائز ہے کہ نہیں؟ یہ چند مسائل اس سے وابستہ ہیں، جن کا جواب اس معیار میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

تعارف کے سلسلے کی دو تین باتیں مزید عرض کی جاتی ہیں، تاکہ اسکی مزید وضاحت ہو جائے۔ ایک تو یہ کہ ایک اور قسم ہوتی ہے، جسکو retail card کہتے ہیں۔ یعنی پرچون کارڈ، یہ کارڈ بعض تاجروں کی

facebook.com/masimfarooq

طرف سے جاری کیا جاتا ہے اور اسکی اصل اور بنیاد یہ ہے کہ جو بعض بڑے بڑے تجارتی گروپ ہیں، جنکی دوکانیں اور اسٹور دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں تو ان میں سے بعض نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے پاس جتنے لوگ آتے ہیں، ان میں تقریباً نوے فیصد افراد کریڈٹ کارڈ استعمال کر کے خریداری کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ہر تاجر کریڈٹ کارڈ والی کمپنی کو کچھ کمیشن دینا پڑتا ہے یا اس کے بینک کو تو ہمیں کمیشن دینا ہی پڑتا ہے اور ہماری قیمت کچھ کم ہو جاتی ہے۔ اسکے علاوہ کریڈٹ کارڈ والی کمپنیاں بے انتہاء روپیہ کما رہی ہیں، اس طرح کہ ایک تو ہم سے کمیشن لیتی ہیں، دوسری طرف حاملِ بطاقہ سے اس کی فیس لیتی ہیں۔ پھر سالانہ فیس اور اگر تاخیر ہو جائے تو سود دیتے ہیں تو اس وقت کریڈٹ کارڈ بلینز (کروڑوں) کے حساب سے دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تو اس واسطے ''مصدر بطاقۃ'' بہت آمدنی وصول کرتی ہیں۔ تو ان تاجروں نے یہ سوچا کہ یہ آمدنیاں ان کو کیوں دیں اور خود کیوں نہ لیں، لہٰذا انہوں نے اپنے اسٹور کے لیے اور اپنے گروپ کے لیے ایک کارڈ جاری کیا، مثال کے طور پر ایک سٹور ہے، جو پوری دنیا میں مشہور ہے ''مارکر اسپینسر'' کے نام سے برطانیہ میں مشہور ہے اور دوسرے ملکوں میں بھی بعض جگہ پر ہونے لگا ہے، برطانیہ میں تو ہر آدمی جانتا ہے اور ہر شہر میں، بلکہ ہر شہر کے بڑے بڑے محلوں میں بیسیوں اور تیسیوں انکے اسٹور ہیں۔ اور یہ اس قسم کے اسٹور ہوتے ہیں کہ جن کے اندر متوسط درجہ کے لوگ جا کر خریداری کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا ''ریٹیل'' کارڈ کارڈ جاری کر دیا۔ چنانچہ کوئی آدمی اگر کریڈٹ کارڈ لے کر جائے تو کریڈٹ کارڈ پر خریداری وہاں نہیں ہوتی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ریٹیل کارڈ لاؤ۔ تو پھر خریداری ہوگی یا کیش سے خریدو، تو ریٹیل کارڈ سے خریداری کی صورت میں کارڈ کی حیثیت مختلف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ''ریٹیل کارڈ'' کی بیع سیدھی سیدھی بیع موجل ہے کیونکہ اسکا جاری کرنے والا بھی وہی تاجر ہے جس سے خریداری کی جا رہی ہے تو اسکا حاصل یہ کہ تم پیسے دینے کے بجائے کریڈٹ کارڈ دکھا کر ہم سے لے جاؤ اور ماہ کے ختم پر ہم تم کو بل بھیج دینگے تو سیدھی سادھی بیع مؤجل ہے۔ اسی طرح بہت ساری پیٹرول کمپنیاں ہیں انہوں نے اپنے کارڈ جاری کر رکھے ہیں مثلاً شیل (SHELL) وغیرہ کہ اگر پٹرول ڈلوانا ہو تو کارڈ دکھا کر پٹرول ڈلوا لو اور ماہ کے اختتام پر تمہارے پاس بل پہنچ جائے گا تو وہ بھی ریٹیل کارڈ کہلاتا ہے، تو ان ریٹیل کارڈ کی یہاں بحث نہیں ہے، کیونکہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے سوائے اسکے کہ انکے یہاں بھی ایک شرط ہوتی ہے کہ اگر ایک معین مدت تک تم نے پیسے ادا نہیں کیے تو سود لگ جائے گا اور کوئی اس میں پیچیدگی نہیں، نیز کارڈ جاری کرنے کی فیس بعض ادارے لیتے ہیں اور بعض نہیں لیتے تو اس میں کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے اس معیار میں ریٹیل کارڈ سے بحث نہیں ہے صرف کریڈٹ کارڈ سے بحث ہے۔

دوسری یہ بات بتلانی تھی کہ کریڈٹ کارڈ کا جو طریقہ میں نے بتلایا تھا یہ وہ ہے جس کی ہمیں آپ کو عملاً ضرورت پیش آتی ہے یہ تو اس حد تک کی بات ہے، لیکن یہ کریڈٹ کارڈ جاری کس طرح ہوتا ہے

facebook.com/masimfarooq

اس کا نظام خاصہ پیچیدہ ہے یعنی اس وقت جو دنیا میں کریڈٹ کارڈ زیادہ معروف ہے وہ ایک امریکن ایکسپریس، ایک ویزہ، ایک ماسٹر کارڈ، ایک ڈائنس کلب ہے یہ چار زیادہ مشہور ہے دنیا میں ان کا رواج زیادہ ہے ان میں شاید سب سے زیادہ کثیر الشیوع "ویزا کارڈ" ہے جو سب جگہ چلتا ہے ویزا اور امریکن ایکسپریس ایک دوسرے کے زیادہ متوازی جیسے ہیں، لیکن شاید استعمال ویزا کا زیادہ ہے تو ان کے طریقہ کار میں فرق یہ ہے کہ جہاں تک امریکن ایکسپریس کا تعلق ہے تو یہ امریکن ایکسپریس جاری کرنے والا ادارہ ایک بینک ہے اور امریکن ایکسپریس کے نام سے ساری دنیا میں ایک بینک پھیلا ہوا ہے اور اس بینک نے یہ کارڈ جاری کیا ہے تو وہاں تو معاملہ سیدھا سادہ ہے لیکن جو باقی تین ہیں ویزا، ماسٹر کارڈ اور ڈائنس کلب، تو ان تینوں میں سے کوئی بھی بذاتِ خود بینک نہیں ہے بلکہ ان اداروں کی صورت ایک کلب کی سی ہے کہ بہت سے لوگوں نے مل کر ایک ادارہ بنالیا اس کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ کارڈ جاری کرے بلکہ کارڈ کے جاری کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف بینکوں کو اپنے کارڈ کے نام کو استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے، مثلاً ویزہ والوں نے اجازت دی ہے پاکستان میں سٹی بینک کو کہ آپ ہمارا نام استعمال کر کے کارڈ اشو کردیں، تو اس صورت میں ویزہ کا جو اصل ادارہ ہے اس کا اس کارڈ کے ساتھ صرف اتنا تعلق ہے کہ اس نے ویزے کے ادارے کا نام استعمال کر کے کارڈ اشو کردیا اور جس بینک نے اشو کیا ہے تو کارڈ کے حامل کے ساتھ بھی اب سارے معاملات وہی کرے گا اور تاجروں کے ساتھ بھی، پیسے وصول کرنا، ادائیگی کرنا۔ اور جتنے کام ہیں وہ سارے بینک کرے گا اور بینک ہی کارڈ کا مصدر سمجھا جائے گا ویزا کا صرف نام استعمال ہوگا اور کارڈ کا حامل یا کارڈ قبول کرنے والے تاجر کسی بھی معاملے میں ویزہ سے رجوع نہیں کرسکتے صرف سٹی بینک (city bank) سے رجوع کرے گا تو ویزا کا ادارہ یہ کرتا ہے جب ان کے پاس بینک درخواست دیتا ہے کہ بھئی ہم آپ کے نام کو استعمال کر کے یہ کارڈ جاری کرنا چاہتے ہیں تو وہ بینک کے بارے میں تحقیقات کرتا ہے کہ یہ کتنا قابل اعتماد ہے؟ کتنا نہیں ہے یہ غلط استعمال تو نہیں کرے گا وغیرہ وغیرہ پھر اس کے ساتھ ایک معاملہ کرتا ہے اور معاہدہ کر کے اس کو اجازت دے دیتا ہے تو اب وہ کارڈ جب نکلتا ہے تو اس پر ویزا کا نام بھی لکھا ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی اس بینک کا نام بھی لکھا ہوتا ہے، اور یہ کام اب یونائیٹڈ بینک نے بھی کر لئے ہیں اس کے علاوہ اور کئی بینکوں نے کر لئے ہیں نام ویزا کا ہے، اسی طرح "ماسٹر کارڈ" بھی ایک ادارہ ہے، لیکن ماسٹر کارڈ کے نام سے کوئی ادارہ نہیں ہے بلکہ مختلف بینکوں نے ماسٹر کارڈ والوں سے اجازت لے لی کہ آپ ہمیں اجازت دے دیں، کہ ہم آپ کے نام کو استعمال کرتے ہوئے خود کارڈ جاری کریں تو بہت سے بینکوں نے اس کے نام پر کارڈ جاری کردیئے ہیں، فیصل بینک نے ماسٹر کارڈ کے نام پر کارڈ جاری کئے ہیں، لہٰذا اس میں مختلف فریقوں کے درمیان ایک علاقہ ہے اور اس میں عملاً جو فائدہ اٹھانے والے ہیں وہ حاملِ بطاقہ، تاجر و مصدر، یعنی بطاقوں کو جاری کرنے والا، لیکن اس سے آگے اصل کمپنیوں سے نام استعمال کرنے کا تعلق ہوتا ہے اور بعض اوقات اس نام کے استعمال کرنے والے

facebook.com/masimfarooq

اور مصدر کے درمیان بھی واسطے آجاتے ہیں وہ تفصیلات ہیں، اس میں جانے کی ضرورت نہیں۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس بینک نے کارڈ اشو کیا تھا مثلاً سٹی بینک نے ویزا کا کارڈ اشو کیا تھا تو چاہئے تو یہ تھا کہ جس تاجر نے سامان بیچا، کارڈ قبول کیا، تو وہ پیسے مصدر سے یعنی سٹی بینک سے وصول کرے تو یہ ضروری نہیں کہ جس جگہ کارڈ قبول کیا جارہا ہے اس جگہ میں سٹی بینک کی کوئی برانچ موجود ہو، تو اس واسطے ہر تاجر یہ کرتا ہے کہ اپنے ایک بینک کا انتخاب کر لیتا ہے، وہ کہتا ہے مثلاً میرا بینک تو حبیب بینک ہے اب وہ کہتا ہے حبیب بینک سے کہ تم ہمارے بینک ہو اور ہم سٹی بینک کے کارڈ کو قبول کر رہے ہیں، لہٰذا آپ سٹی بینک کے ساتھ ایسا معاملہ کرو کہ ہم جاکر آپ سے پیسے وصول کریں، ہمارا تعلق تو آپ سے رہے پھر آپ سٹی بینک سے وصول کرتے رہیں تو یہ ایک بینک بیچ میں آجاتا ہے یا مختلف بینک بیچ میں آجاتے ہیں تو اس طرح معاملے کے کئی پرت ہو جاتے ہیں وہ کئی تہیں بن جاتے ہیں تو یہ بینک کا وسیط بھی بیچ میں آجاتا ہے اور بینک کا وسیط کوئی معین نہیں ہوتا ہر تاجر کا الگ الگ ہوتا ہے تو ایک معاملہ وہ جو اصل ادارے نے مصدر کے ساتھ کیا تھا پھر ایک معاملہ وہ ہے جو مصدر نے بینک کے وسیط کے ساتھ کیا پھر ایک معاملہ وہ ہے جو کہ بینکِ وسیط نے تاجر کے ساتھ کیا تو اتنی تہیں ہیں اس میں معاملے کے سلسلے میں، بات اتنی سادہ نہیں ہے ایک آدمی نے لیا اور دوسرے نے ادا کر دیا، بلکہ اس میں اتنے سارے معاہدات ہوتے ہیں تب جاکر یہ نظام چل رہا ہے اب ان کے معاہدات اور معاملات کیا ہوتے ہیں؟ اور ویزہ کے ادارے نے سٹی بینک کے ساتھ کیا معاہدہ کیا؟ اس کی شرائط کیا ہیں؟ پھر سٹی بینک نے بینک کے وسیط کے ساتھ کیا معاہدہ کیا اور اس کی شرائط کیا ہیں؟ تو اس ''بطاقۃ الائتمان'' کے شرعی مسائل پر غور کرنے کیلئے دو جہتیں ہیں،

ایک جہت تو یہ ہے کہ استعمال کرنے والے اس کو جو استعمال کر رہے ہیں، چاہے حاملِ بطاقہ ہو یا تاجر ہو، آیا اس کیلئے جاری شدہ کارڈ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ہے؟ لیکن دوسری جہت اس کی یہ ہے کہ (ظاہر ہے ان سب بطاقات کے اندر چاہے اس کے کچھ حصے جائز بھی قرار دئے جائیں لیکن اس میں شرائطِ فاسدہ ربویہ بے شمار ہیں) اگر کوئی مسلمان ادارہ یا اسلامی ادارہ یا اسلامی بینک کوئی بطاقۃ الائتمان جاری کرنا چاہے تو آیا یہ جاری کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کو الگ جاری کرنا ہو گا تو سارے معاہدات متعلق ہوں گے اور زیرِ غور آئیں گے جو ویزا نے مصدر سے کئے ہیں یا کرتے ہیں اور مصدر سے وسیط کرتا ہے تو یہ سارے معاہدات زیرِ بحث آئیں گے، کیونکہ اب تو ہم خود جاری کرنے جارہے ہیں اور جب خود جاری کرنے جارہے ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا ہم کو ویزہ کے ساتھ کیا شرائط ماننا پڑیں گی اور وسیط کے ساتھ کیا شرائط ماننا پڑیں گی؟ یہ نہیں کہ حاملِ بطاقہ کے ساتھ کیا شرائط ہوں گی اور تاجر کے ساتھ کیا ہوں گی؟ بلکہ ان تمام کا جائزہ لینا پڑے گا لہٰذا یہ سارے معاہدات جو ہیں ان کی شرعی حیثیت کے لحاظ سے متعلق ہو جاتے ہیں تو یہ اس کا پورا پسِ منظر ہے اب اس کو دیکھ لیجئے یہ معیار صرف ان باتوں کی حد تک مرتب کیا گیا ہے جو تقریباً علماء کے اتفاق سے طے

facebook.com/masimfarooq

ہو گئیں اس کے بعض پہلو ابھی تک ایسے ہیں کہ جن کے اوپر رائے مختلف اور متضاد ہیں تو ان کو یہاں اجمال کے ساتھ گزار دیا گیا ہے تاکہ اس پر مزید تحقیق جاری رہے۔

نطاق المعیار

فرمایا کہ اس معیار کا نطاق یعنی اسکوپ (دائرۂ کار) کیا ہے؟ کیا کیا چیزیں اس میں زیرِ بحث آئیں گی؟

يطبق هذا المعيار على بطاقة الحسم الخ

اس کا تعلق ''بطاقۃ الحسم'' سے ہے بطاقۃ الحسم میں ڈیبٹ کارڈ اور چارج کارڈ بھی داخل ہوں گے، ''حسم'' کے معنی ہوتے ہیں کٹوتی کر لینا، تو کٹوتی دونوں صورتوں میں ہوتی ہے ڈیبٹ کارڈ میں بھی اور چارج کارڈ میں بھی اور تیسرا اس کا تعلق بطاقۃ الائتمان سے بھی ہے جس کو کریڈٹ کارڈ کہا جاتا ہے یہ تین مقاصد کیلئے جاری کئے جاتے ہیں ایک مقصد تو بعض اوقات اس کا یہ ہوتا ہے کہ ان کارڈوں کے واسطے سے وہ رقم نکلوا سکیں، تاکہ وہ اس کے واسطے رقم نکلوانے پر قادر ہوں اور اپنے اکاؤنٹوں سے نقد رقم نکلوا سکیں، جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ مشینیں لگی ہوتی ہیں وہاں جا کر کارڈ داخل کر دیا اور نقد رقم نکلوالی، دوسرا مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ اس کے واسطے سے قرض حاصل کیا جاتا ہے، قرض حاصل کرنا بھی دو طریقوں سے ممکن ہے ایک طریقہ یہ ہے کہ مشین سے قرض حاصل کر لیا یعنی ایک تو ہوتا ہے مشین سے نکلوانا اور پھر اگر بل کی جو مدت ہے مثلاً تیس دن یا ساٹھ دن اس کے اندر اندر ادائیگی کر دے تو اس کو یہ لوگ حصول علی قرض نہیں کہتے، کریڈٹ کارڈ کی اصطلاح میں اس کو قرض لینا نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تو ایسا ہی ہے کہ سامان خرید لیا تیس دن کے اندر ادا کر لیا، ایسے وہ بھی ادا کر لیا، لیکن اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی قرض اس مقصد سے لے رہا ہو کہ مجھے ایک سال کیلئے چاہیے، تو ایک سال کیلئے پیسے نکلوائے تو قرض حاصل ہو گیا، یا پھر جو چیزیں اس نے خریدی ہیں ان کی قیمت ادا کرنے کیلئے دکاندار کو کریڈٹ کارڈ دکھا کر سامان خریدا تھا، دکاندار نے دستخط لے لیے اور خریدار چلتا بنا، یا خدمات مثلاً طیارے میں سفر میں ٹکٹ کیلئے یہ کارڈ استعمال کیا، ہوٹل میں ٹھہرا اور جب چلنے لگا تو کارڈ استعمال کر لیا، اب تو بڑے ہوٹلوں میں یہ صورت حال ہو گئی ہے کہ جس وقت آپ داخل ہوتے ہیں تو اسی وقت وہ آپ کے کریڈٹ کارڈ کا پرنٹ لے لیتے ہیں اب جتنے دن بھی آپ رہیں، (پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ آدمی واپس کاؤنٹر کے پاس جا کر حساب کتاب کرے کہ کتنے پیسے دینے ہیں) بس اب جا کر ایک بوکس پڑا ہوا ہے، اس میں آپ اپنا کارڈ ڈال دیجئے اور چلے جائیے، وہ چونکہ پرنٹ پہلے لے چکا ہے تو جتنا بھی بل ہو گا وہ جا کر خود وصول کر لے گا، اس میں بیچ میں کوئی ادائیگی یا لینے دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی، دستخط اور پرنٹ تو پہلے سے اس نے لے لیا تھے، کہ اب میں اس ہوٹل میں داخل ہو گیا ہوں جاتے وقت دستخط کی ضرورت نہیں ہوتی، ورنہ عام طور سے ہوٹل سے نکلتے ہوئے لائن لگتی ہے، ہوائی جہاز کا وقت ہو رہا ہے لوگوں کی لائن لگی

facebook.com/masimfarooq

ہوئی ہے وقت نہیں مل رہا کس طرح ادا کریں، اس لئے وہاں لیٹر بوکس پڑا ہوا ہے اس میں ایکسپریس چیک آؤٹ کیا، اس کے اندر ڈال دیا اور چلا گیا، تو خدمات کی خریداری بھی اس سے ممکن ہے، اور یہ بطاقۃ شامل ہے تین انواع کو:

ا۔ بطاقۃ حسم الفوری: DEBIT CARD

۲۔ بطاقۃ الائتمان والحسم الآجل: CHARGE CARD

۳۔ بطاقۃ الائتمان المتجدد: CREDIT CARD

متجدد کے معنی یہ ہیں کہ اس میں ایک مدت کے بعد خریداری کر کے اس کی ادائیگی کر دی، پھر خریداری کر کے اس کی ادائیگی کر دی، اس کے بعد پھر قرض لے سکتے، تو وہ متجدد ہوتا رہتا ہے اس کے ہر بطاقۃ کے انواع کے کچھ خصائص بتلائے ہیں۔

ا۔ بطاقة الحســم الفورى: اس بطاقۃ کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ بطاقۃ مؤسسہ کی طرف سے صرف اس شخص کیلئے جاری کیا جاتا ہے جس کے اکاؤنٹ رقم موجود ہو، اس واسطے کہ یہ حسم الفوری کا کارڈ ہے، یعنی جونہی خریداری کرے گا اس کے اکاؤنٹ سے پیسے فوراً DEBIT یعنی حسم ہو جائیں گے۔

ب: تخول هذه البطاقة لحاملها االسحب---الخ

یہ بطاقۃ قدرت دیتا ہے یا اختیار دیتا ہے اپنے حامل کو سحب کا یعنی مشینوں سے رقم نکلوانے کا، یا سلع اور خدمات کی قیمتوں کی ادائیگی کا، صرف اتنی مقدار میں جتنی رقم اس کے اکاؤنٹ میں موجود ہے، ''متاح'' کی قید اس لئے لگائی تاکہ منجمد نہ ہو، جو جتنا اکاؤنٹ موجود ہے اس کے بقدر اس کو ہر وقت نکلوانے کا اختیار ہے یعنی کہ اس حد تک رہتے ہوئے اس کارڈ سے تم اشیاء بھی خرید سکتے ہو اور خدمات بھی اور مشینوں سے رقم بھی نکلوا سکتے ہو اور اس کی کٹوتی فوراً ہو جاتی ہے یعنی جونہی تاجر بینک کے پاس آئیگا کہ میرے پیسے ادا کرو، بینک فوراً اسی وقت اس کی رسید سے رقم حسم کر کے رقم ادا کر دیتا ہے اور اس کو کسی قرض کے حصول کا اختیار نہیں دیتا، ''ائتمان'' سے مراد قرض ہے، یہ نہیں کر سکتا کہ بھئی تمہارا اکاؤنٹ دس ہزار کا ہے اور تم اس سے بیس ہزار کی خریداری کر لو یا بیس ہزار نکلوالو، یہ نہیں ہو سکتا، بلکہ جتنا اکاؤنٹ ہے اتنا ہی نکلوا سکتا ہے۔

ج: لا يتحمل العميل رسوما---الخ

عمیل سے مراد یہاں حامل بطاقہ ہے، عمیل فیسوں کا تحمل نہیں کرتا، یعنی اس کارڈ کے استعمال کے نتیجے میں اس پر فیس عائد نہیں ہوتی یعنی دکان سے معاملے کے نتیجے میں جتنی قیمت واجب ہوگی اتنی ہی ادا کرے گا محض اس بناء پر کہ اس نے یہ کارڈ استعمال کیا ہے اس پر کوئی فیس عائد نہیں کی جائیگی، سوائے اس صورت کے کہ جب اس کارڈ کے ذریعہ کسی مشین سے نقد رقم نکلوائی ہو اس صورت میں اس پر ایک فیس عائد کی جاتی ہے اس کی تفصیل آگے آئیگی، یا اس نے ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ کوئی اور کرنسی خریدی، یا کسی اور بینک

facebook.com/masimfarooq

کے ذریعہ جو مصدر البطاقۃ کے علاوہ ہے، فرض کرو کہ بطاقۃ صادر کیا تھا حبیب بینک نے اس نے ڈالر خریدے یونائیٹڈ بینک سے، تو اس صورت میں اگر کارڈ کے ذریعہ یہ معاملہ ہو تو حامل پر ایک فیس عائد کی جاتی ہے، اس واسطے کہ جب یونائیٹڈ سے پیسے خریدے تو وہ بینک پیسے حبیب بینک سے لے گا، وہ پاکستانی روپے لے گا، تو جو ڈالروں کی خرید وفروخت میں قیمتوں کو فرق ہوتا ہے وہ وصول کرے گا اور بعض اوقات محض کرنسی کی خریداری پر بھی کچھ فیس بینک چارچ کرتا ہے، تو اس واسطے اس صورت میں کچھ فیس بھی لگ جاتی ہے عام حالات میں فیس نہیں لگتی۔

د:تصدرهذه البطاقة---الخ

ڈیبٹ کارڈ بعض اوقات فیس کے عوض جاری کیا جاتا ہے اور بعض اوقات بلا فیس، عام طور سے جو بلا فیس ہوتے ہیں اسی طرح جو (RETAIL CARD) ہوتے ہیں جو بلا فیس جاری کیے جاتے ہیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا تھا،، لیکن اگر اسی قسم کے ہیں تو پھر اس کی کچھ نہ کچھ فیس ہوتی ہے۔

ھ:تتقاضا بعض المؤسسات--الخ

بعض ادارے بطاقۃ قبول کرنے والے سے مشتریات یا خدمات کی قیمت کی ایک خاص نسبت کا تقاضا کرتے ہیں، یعنی تاجروں سے کہتے ہیں کہ بھئی تم نے جو فروختگی کی ہے، اس کے پیسے ہم ادا کر رہے ہیں کچھ فیصدی حصہ ہم لے لیتے ہیں وہی ہمارا کمیشن ہے۔

بطاقة الائتمان والحسم الآجل: یہ زیادہ استعمال ہوتا ہے یہ وہ ہے جس کو عرف عام میں بھی کریڈٹ کارڈ کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ چارچ کارڈ ہے اس کے خصائص کیا ہیں؟

هذه البطاقة--الخ یہ بطاقۃ قرض کا ایک خاص سیلنگ (لمیڈ) کی حدود میں قرض کا ذریعہ ہے۔

السقف: اصل میں چھت کو کہتے ہیں لیکن آج کل کی مالی اصطلاحات میں سقف ایسی مقدار کو کہا جاتا ہے جس کو کسی مالی معاملے کی حد بنایا جائے، انگریزی میں اس کو سیلنگ کہتے ہیں، سیلنگ چھت کو کہتے ہیں، اس کا ترجمہ ''سقف'' کیا گیا ہے، معنی اس کے یہی ہیں کہ مالی معاملات میں کوئی شخص کسی سے کہے کہ آپ میری طرف سے کاروبار کے وکیل ہیں لیکن اس وقت تک جب تک آپ ایک لاکھ تک کا معاملہ کریں اس سے زیادہ کا نہیں، تو یہ ایک لاکھ روپے سقف ہو گئے، تو یہ ائتمان یعنی قرض کا آلہ ہے، ایک خاص حد میں ایک خاص اور محدود مدت تک کیلئے، جب میں نے اس کریڈٹ کارڈ سے خریداری کی، تو میری طرف سے جو مصدر بطاقۃ ہے وہ ادائیگی کرے گا، تو اب اس مصدر کا قرض میرے ذمہ عائد ہو گیا، اس لئے یہ اداۃ ائتمان ہے، لیکن بطاقہ کے اندر کی شرائط میں ایک خاص حد ہوتی ہے کہ اس حد تک آپ خریداری کر سکتے ہیں، یہ نہیں کہ آپ کے پاس بطاقہ سبز رنگ کا ہے اور آپ نے خریداری کی ہے دس کروڑ کی، اس کی اجازت نہیں ہوتی (اور یہ ادائیگی کا بھی آلہ سمجھا جاتا ہے) کیا مطلب؟ کہ جب میں نے اپنے تاجر کو یہ بطاقۃ دیدیا اور دستخط کر دیے تو تاجر کی نظر

facebook.com/masimfarooq

میں میری طرف سے ادائیگی مکمل ہوگئی ،اب تاجر میری طرف رجوع نہیں کر سکتا اب اُس کا معاملہ ہے اوراس کا تعلق مصدر بطاقۃ سے رہے گا میں بری الذمہ ہو گیا اس لئے یہ ''اداۃ وفا'' بھی ہے یعنی ادائیگی کا آلہ بھی ہے۔

ب: تستعمل هذه البطاقة :۔۔۔الخ

یہ وہی بات ہے جو بطاقۃ الحسم الفوری کی خصوصیات کے تحت گذر چکی ہے۔

ج: لایتیح نظام هذه البطاقة ۔۔۔الخ

اس بطاقہ کا نظام اس بات کا اختیار نہیں دیتا کہ ایسے قرض دینے کی سہولت حاصل کی جائے جو متجدد ہو یعنی بار بار ہو،یعنی ایک مرتبہ قرض لے لیا پھر دوسرا، پھر تیسرا، یہ حق اس میں نہیں ہوتا بلکہ وہی جو حدود معین (مثلاً ایک لاکھ) کے اندر فطرہ محددہ(تیس یا ساٹھ دن) کیلئے ہو اوراسی میں ادائیگی کرنی ہو گی ،جب میں ادائیگی کردوں گا تو قصہ ختم ہو گیا،اب میں نیا قرض اس سے بڑی مدت کیلئے نہیں لے سکتا،کیونکہ مدت متعین ہے،اور حامل بطاقۃ پر فوری ادائیگی واجب ہے۔

الکشوف: کشف کی جمع ہےاوراس کے معنی ''بیانات'' کے ہیں،اصل میں یہ اسٹیٹمنٹ کا ترجمہ ہے،بینک اسٹیٹمنٹ بھیجتا ہے یعنی ایک بیان بھیجتا ہے جس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ ہمارے اس مدت کے دوران کیا کیا معاملات ہوئے۔

د:اذا تاخر حامل البطاقة۔۔۔الخ

اگر حامل بطاقۃ نے ان چیزوں کی قیمت کی ادائیگی میں جو اس نے خریدی تھی، تاخیر کردی تو اس پر سودی فوائد واجب ہو جاتے ہیں، لیکن مؤسسات یعنی اسلامی مالیاتی ادارے ان کے اوپر ربوی فوائد لازم نہیں کرتے۔

ھ:اذا لاتتقاضی ۔۔۔الخ

وہ مؤسسہ جس نے بطاقہ جاری کیا ہے وہ حامل بطاقۃ سے مشتریات وخدمات پر کسی بھی نسبت کا تقاضہ نہیں کرتی،یعنی جو سامان میں نے خریدا،اس کی قیمت مؤسسہ نے ادا کردی،اور بس،اور یہ نہیں کہے گا کہ میں نے قیمت ادا کی ہے لہذا مجھے بھی کمیشن ملنا چاہیے وغیرہ۔البتہ مصدر بطاقۃ تاجر قابل بطاقۃ سے ان مبیعات اور خدمات پر جو بطاقۃ کے ذریعہ حاصل کی گئی ہوں،ایک معین نسبت حاصل کرتا ہے جسے عمولہ کہتے ہیں۔

و: تلتزم المؤسسة في حدود ۔۔۔الخ

یہاں مؤسسہ سے مراد ''مصدر بطاقۃ'' ہے،اور وہ قابل بطاقۃ تاجر کیلئے یہ انتظام اور التزام کرتا ہے کہ میں ان چیزوں کی قیمت ادا کروں گا،جو تم نے بطاقۃ کو قبول کرکے فروخت کی ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

مصدر بطاقۃ بعض اوقات پرانے گاہک کے ساتھ تھوڑی سی رعایت بھی کرلیت ہیں کہ بھئ! اگرچہ کارڈ کی حد مثلاً دس ہزار ڈالر تھی، لیکن حامل نے گیارہ ہزار کی خریداری کرلی ہے چلو میں گیارہ بھی دیدوگا، اگر آپس میں مطابقت ہو جائے، لیکن التزام سقف الائتمان کی حد ہی کا ہوتا ہے اور مصدر بطاقۃ ادائیگی کا جو التزام کرتا ہے یہ ''شخصی'' ہے یعنی براہ راست اس کا تعلق قابل بطاقۃ سے ہے یعنی یہ مصدر و قابل بطاقۃ کا تعلق ہے، اور براہ راست ہے، اس کا کوئی تعلق حامل سے نہیں ہے۔ کیا معنی؟ کہ قابل بطاقہ کا تعلق حامل کیساتھ بائع اور مشتری کا ہے، لہٰذا اس نے جب سامان دیدیا اس کے ذمہ قیمت واجب ہو گئی قیمت واجب ہوتے ہی اس نے کارڈ رکھوادیا اور دستخط کر دیئے تو اس بائع کے لحاظ سے ادائیگی بھی ہو گئی، لہٰذا اب مصدر بطاقۃ جو التزام کیا ہوا ہے اس کا اس خریدار سے کوئی تعلق نہیں، کیا معنی؟ کہ اگر فرض کرو کہ کسی وقت ،مصدر بطاقۃ قابل بطاقۃ تاجر کو پیسے نہ دے تو اب یہ تاجر خریدار سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے تو ہمیں کارڈ دکھا کر چکروں میں پھنسادیا اور وہاں بھیج دیا وہ تو دیتا ہی نہیں، کیونکہ یہ التزام ان دونوں (مصدر بطاقۃ اور قابل بطاقۃ) کے درمیان براہ راست ہے، اور جو حامل بطاقۃ اور قابل بطاقۃ کا تعلق تھا اس کا اس تعلق کیساتھ کوئی رابطہ نہیں جو نہی دستخط کر دیئے۔

''<u>الموسسة المصدره للبطاقة حق شخص و مباشر</u>'' لیکن جو مصدر بطاقۃ ہے اس کا حامل بطاقۃ کی طرف شخصی اور براہ راست حق ہے اس لیے مصدر بطاقۃ نے اس کی طرف سے تاجر کو جو رقم ادا کی ہے، وہ واپس لے سکتا ہے اس کو اس کا پورا حق حاصل ہے اس حق میں کسی اور کا واسطہ نہیں یعنی قابل بطاقۃ کا واسطہ نہیں ہے، بلکہ براہ راست اس کا واسطہ ہے، یہ حق مجرد اور مستقل ہے اور حامل بطاقۃ اور قابل بطاقۃ کے درمیان جو عقد ہوا ہے اس عقد سے اس کا کوئی تعلق نہیں، البتہ یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر وہ جھوٹا بل بھیج دے تو پھر کوئی چارہ کار نہیں ہے، مثلاً آپ نے ایک دوکان سے خریداری کی اور سو روپے کا سامان خریدا اور اس کو بل بھیج دیا پانچ سو روپے کا اور مصدر نے اس کو پانچ سو روپے ادا کر دیئے اب آپ کے پاس مصدر نے پانچ سو کا بل بھیج دیا، تو کیا چارہ کار اگر اس حق کا اس سے تعلق نہیں ہے تو اس کے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ جب میرے پاس پانچ سو کا بل آئیگا، مجھ پر واجب ہے کہ اس عقد کی وجہ سے میں پانچ سو روپے ادا کروں، بلکہ اگر مجھے اس پانچ سو روپے کی رقم پر کچھ اعتراض ہے تو میں اس کے ساتھ احتجاج بھیج دونگا کہ یہ پانچ سو تسلیم نہیں کرتا میں نے تو سو روپے کی خریداری کی تھی یہ پانچ سو روپے کا بل غلط آیا ہے، آپ اس کی تحقیق کیجئے پھر میں پانچ سو بھی ادا کر دونگا، لیکن وہ تحت الاحتجاج ہونگے، تو اب فرض کرو اس نے باقاعدہ احتجاج کیا جو عام طور سے ہوتا ہے کہ میں اس سے مطالبہ کروں کہ تم مجھے میرے دستخط کے ساتھ فراہم کرو کہ میں نے پانچ سو کی خریداری کی تھی تو وہ متعلقہ تاجر سے دستخط شدہ مجھے لادے گا کہ اس نے پانچ سو کی خریداری کی تھی اور وہ دن مقرر کرتا ہے کہ اگر اس نے بیس دن کے اندر اندر جواب دیدیا تو ٹھیک، اگر بیس دن کے اندر جواب نہیں دیا تو

facebook.com/masimfarooq

مصدر یہ کہے گا کہ آپ کے چار سو میں ابھی واپس کرتا ہوں میرا اس سے معاملہ ہے میں اس سے نمٹتا رہونگا کہ اس معاملے کی تحقیق جب تک ہوگی چار سو آپ لے لیجئے اگر تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ خریداری پانچ سو کی تھی تو چار سو آپ سے واپس لے لونگا اگر ثابت نہیں ہوا تو چار سو آپ کو پہلے سے پہنچ چکے ہیں، تاکہ آپ کے پاس پہنچنے میں تاخیر نہ ہو تو یہ طریقہ ہوتا ہے، اور یہ ہی مقصد ہے، لیکن جس وقت بل آگیا اس وقت ادائیگی ضروری ہے اگر اس کی ادائیگی میں تیس دن تاخیر کروں یا ساٹھ دن تاخیر کروں تو اس پر سود لگ جائیگا تو اس کی ادائیگی اس وقت ضروری ہے لیکن ساتھ ساتھ احتجاج بھی کردو، احتجاج کا جواب جو نہی آئیگا تو معاملہ صاف ہو جائیگا اور وہ واپس کردیتے ہیں واپس کرنے کا معنی بسا اوقات یہ ہوتے ہیں کہ تمہارے اکاؤنٹ میں اس نے رکھ دیۓ اس دوران اور بھی خریداریاں ہوتی رہتی ہیں اس میں ایڈجسٹ (داخل کرتے رہتے ہیں) کریں گے اس کو کبھی کوئی جاکر لینا چاہے تو جاکر لے سکتا ہے لیکن یہ کام اتنا تیز رفتار ہوتا ہے کہ چند دنوں میں یہ کام کردیتے ہیں چند دن سے زیادہ نہیں لگتے اتنے دن کے اندر اندر ہی فیصلہ کرکے واپس کر سکتے ہیں، لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ جو نہی ہمارا بل وصول ہوگا آپ کو اس بل کے پیسے ادا کردیں گے۔

بطاقة الائتمان المتجدد

هذه البطاقة اداة الائتمان ---الخ

یہ بطاقۃ الائتمان (قرض) کا آلہ ہے، ایک ایسی سقف کے حدود میں جس کی تجدید ہوتی رہتی ہے، کیا معنی؟ کہ مثلاً ایک کارڈ ہے اس کو ایک لاکھ تک قرض لینے کی اجازت ہے جب ایک لاکھ قرض پورا ہو جائیگا تو ادائیگی ہوگی، لیکن پھر خود بخود مزید ایک لاکھ کی تجدید ہو جائیگی اور یہ تجدید اتنے وقفوں کے بعد ہوتی ہے جس کی تحدید مصدر بطاقۃ کرتا ہے مثلاً وہ یہ طے کرتا ہے کہ چھ مہینے میں آپ کو دس ہزار قرض لینے کا حق ہے، جب چھ مہینے پورے ہو جائیں گے دس ہزار کی وصولی ہوگی، پھر اگر اس نے دس ہزار پہلے ادا کردیے تو چھ مہینے کے بعد از سر نو اس کو دس ہزار کا حق مل جائیگا، تو ایک طرف تو یہ قرض کا آلہ ہے اور دوسری طرف ادائیگی کا بھی آلہ ہے، یعنی اس کے ذریعہ بھی سلعہ اور خدمات خریدی جاسکتی ہیں۔

یستطیع حاملها تسدید اثمان السلع---الخ

جس کے پاس یہ کارڈ ہوتا ہے اس کو سلعہ اور خدمات کی قیمتوں کی ادائیگی کی استطاعت ہوتی ہے یعنی تاجروں کے پاس جاکر خریدے، اور اس کو یہ بھی حق ہوتا ہے کہ اس سقف کی حدود میں نقد پیسے مشینوں سے نکلوائے جو حد قرضے کی مصدر بطاقۃ نے معین کی ہے۔

ج: فی حالة الشراء للسلع اوالحصول علی الخدمات---الخ

اس حالت میں جبکہ اس نے کوئی سامان خریدا ہو یا اس نے کوئی خدمات حاصل کی ہوں (جیسے ہوٹل کے بل کی ادائیگی یا ٹکٹ وغیرہ کا کرایا ہو تو اس کو بھی ایک حد تک مہلت دی جاتی ہے، یعنی جس طرح

facebook.com/masimfarooq

دوسرے قسم کے کارڈ یعنی چارچ کارڈ میں ہوتا ہے کہ تیس دن کے اندر اندر اگر اس نے ادائیگی کردی تو اس پر کوئی سود نہیں ہوتا اسی طرح اس کو یہ حق ہوتا ہے کہ فرض کرو، تیس دن مہلت اس کے پاس ہے اس کے درمیان وہ بغیر فوائد کے اپنے مستحقات کی ادائیگی کرے، یعنی اتنے ہی ادا کرے جتنے اس کے ذمے واجب ہوئے ہیں، تیس دن میں اگر دے گا تو اس پر کوئی سود مرتب نہیں ہوگا اور اس کو اس بات کی بھی اجازت ہوتی ہے کہ وہ ایک معین مدت کے دوران ادائیگی کو مؤخر کردے، مثلاً چھ مہینے کے دوران اگر مدت دی گئی ہے تو اسی میں اگر ادائیگی نہ کرے تو اس کے ساتھ ساتھ اس پر سود بھی لگتا رہے گا، لیکن اگر مشینوں سے نقد رقم نکلوائی ہے تو اس پر فترۃ نہیں ملتی، دوسری قسم کے کارڈ میں تو ملتی ہے لیکن اس میں نہیں ملتی، اس نے جس دن سے پیسے نکلوائے اس دن سے اس پر سود لگنا شروع ہو جائیگا، اور اس کا شرح سود عام شرح سود سے زیادہ ہوتا ہے، یعنی اگر کوئی بینک سے قرض لے تو اس کی شرح کم ہوتی ہے بہ نسبت اس کارڈ کے جنہوں نے اس کے ذریعہ حاصل کیا ہو، بعض اوقات ان کے مقابلے میں شرح سود دگنی ہو جاتی ہے،

یہ تینوں قسم کے بطاقات کی تشریح ہوئی، اب تینوں قسموں کا حکم شرعی بیان کرنا مقصود ہے۔

الحکم الشرعی لانواع البطاقات :

اس بند کے اندر ان تینوں قسموں کی تشریح مقصود ہے۔

یجوز للمؤسسات اصدا ر بطاقۃ الحسم الفوری ----الخ

یہ معیار چونکہ مؤسسات کیلئے ہے، اس لئے "بطاقۃ الحسم الفوری" کے حکم شرعی کو بیان فرمارہے ہیں، کہ اگر آپ ایسا بطاقہ جاری کرنا چاہیں، تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں، اس کو جاری کرنا جائز ہے، اور استعمال کرنے والے کیلئے استعمال کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ پیسے پہلے سے حامل بطاقہ کے اکاؤنٹ میں موجود ہوتے ہیں اور حامل بطاقہ اپنے اکاؤنٹ سے ہی پیسے نکالتا ہے، اور کارڈ دکھا کر خریداری کرتا ہے اور تاجر بینک سے رقم وصول کرلیتا ہے، اور رقم پہلے سے موجود ہوتی ہے، بس اس میں سے اس کو ڈیبٹ کردی جاتی ہے، یہ معاملہ تو سادہ حوالہ محضہ ہے کہ جب میں کارڈ لے کر کسی تاجر کے پاس گیا اس تاجر سے میں کہتا ہوں کہ پیسے مجھ سے لینے کے بجائے میرے مدیون جس کے پاس میرا اکاؤنٹ ہے جا کر تم اس سے وصول کرلینا، تو میں نے اپنے دین کا حوالہ بینک کی طرف کردیا، تو تاجر بینک سے وصول کرلے گا، لیکن یہ کارڈ بینک کی طرف سے یا ان اداروں کی طرف سے ان کا اجرا کم ہوتے ہوتے تقریباً ختم ہو گیا ہے، اب یہ زیادہ تر ریٹیل کارڈ کی شکل میں جاری ہوتے ہیں کہ مختلف تجار اپنے کارڈ جاری کرتے ہیں، لیکن جب سے مؤسسات اسلامیہ قائم ہوئے ہیں، انہوں نے یہ جاری کیے ہیں، اس کے علاوہ بیت التمویل ایک کمیٹی ہے اس نے جاری کیے ہیں اسی طرح اور بھی بہت سارے مؤسسات اسلامیہ نے جاری کیے ہیں، لیکن اس میں فی نفسہ معاملہ کی کوئی پیچیدگی نہیں ہے، سیدھا سادھا حوالہ ہے، کوئی الجھن نہیں صرف ایک الجھن ہے جس کا ذکر آگے آئیگا، اس کو یہاں ملحوظ

facebook.com/masimfarooq

رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مؤسسہ کیلئے ضروری ہے کہ جب یہ ایسا کارڈ جاری کرے تو اس کی شرائط میں یہ بات موجود ہو کہ اس کارڈ کے ذریعہ کوئی ایسی چیز نہیں خریدی جائیگی جو شرعاً ممنوع ہو، مثلاً کوئی اس سے جاکر شراب خریدے یا قمار خانے میں اس کو استعمال کرے یا کسی اور حرام کام میں اس کو استعمال کرے، تو یہ شرط لگانی ضروری ہے کیونکہ اگر یہ شرط نہ لگائی جائے، تو اگر کسی نے اس کے ذریعہ شراب خریدلی، ایک تو اس کی خریداری میں فی الجملہ معاون بنے، اس لئے کہ اس کارڈ کی بنیاد پر اس نے شراب خریدی ہے اور دوسری طرف یہ ہے شراب کی ادائیگی کی قیمت کا لینے اور دینے (جو دونوں حرام تھے) کا حوالہ ہم نے قبول کرلیا، ایک آدمی شراب خریدے اور تاجر سے کہے کہ پیسے فلاں سے لو، تو اس فلاں کیلئے یہ حوالہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ معاملہ حرام تھا اور حرام معاملہ کا حوالہ قبول کرنا جائز نہیں، لہذا یہ شرط ضروری ہے کہ کوئی شخص اس کو خلاف شرع امور کی خریداری میں استعمال نہ کرے، اور مؤسسات اسلامیہ اور اسلامی بینکوں کیلئے یہ بہت بڑا مسئلہ پیش آیا، کہ ہم کس طرح اس کی نگرانی کریں کہ وہ آدمی اس کو ناجائز کام میں استعمال نہیں کرتا، کیونکہ کارڈ تو ہر قسم کا آدمی استعمال کرتا ہے، صالح و فاسق، تو بالآخر شرائط معاہدہ میں یہ درج کرلیا کہ کوئی اگر اس کو ناجائز کام میں استعمال کرے گا تو ایک تو ہم اس کی ادائیگی کے پابند نہیں ہیں، اور دوسری طرف اس کا کارڈ آئندہ کیلئے فوراً منسوخ سمجھا جائیگا۔ جونہی اس نے اس کو غلط کام میں استعمال کیا، تو اس کارڈ فوراً منسوخ کردیا جائیگا، اور آئندہ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، اس میں تو صرف اتنا ہی مسئلہ تھا، جو اصل ہے اور زیادہ زیر بحث ہے اس سے آگے کچھ مسئلہ نہ تھا

دوسری قسم ہے، یعنی بطاقۃ الائتمان والحسم الآجل، جس کو "چارج کارڈ" کہتے ہیں، اس میں شرعی اعتبار سے بنیادی۔۔۔۔(۱۱۶،۱۱۵ نہیں ملے) اور اصل کاپی میں بھی نہیں ہیں اس لیے معذرت کی جاتی ہے۔

میرا ذاتی رجحان اس طرف ہے کہ حوالہ ہے کفالہ نہیں ہے کفالہ کے تحقق میں مجھے تھوڑا سا اشکال ہے، کفالت ماننے میں **ایک** خرابی یہ ہے کہ کفالہ میں مکفول لہ متعین ہونا چاہئے اور یہاں مکفول لہ متعین نہیں ہے، کیونکہ جب کارڈ جاری کیا تو پتہ نہیں کہ یہ شخص کارڈ لے کر اس کو کہاں جاکر استعمال کرے گا، کس بائع سے خریدے گا، یہ پتہ نہیں تو کفیل ایسی کفالت عام لے رہا ہے جس کا مکفول لہ متعین نہیں، **دوسری** خرابی یہ ہے کہ کفالہ کہتے ہیں ضم ذمۃ الی ذمہ کو، مطلب یہ کہ اس کفالت کی وجہ سے مدیون اصلی بری نہیں ہوتا، بلکہ دائن کو یہ حق حاصل ہے کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے مطالبہ کرے تو پہلے ایک ذمہ تھا، پھر کفالت کی وجہ سے دو ذمے ہو جاتے ہیں تو جو اصیل ہے، وہ کفالت کے بعد بری نہیں ہوتا اور اس صورتحال (کریڈٹ کارڈ) میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب خریدار نے کریڈٹ کارڈ دکھا کر دستخط کردیئے، وہ بری ہو گیا، اب بائع اس سے مطالبہ کسی صورت میں نہیں کرسکتا تو اس واسطے کفالت کا معنی نہیں پایا گیا۔

facebook.com/masimfarooq

(۱)مکفول لہ کا غیر متعین ہونا(۲)اصیل کا بری ہو جانا،ان دووجہوں سے اس کو کفالت نہیں کہہ سکتے ہیں،لہذا متعین ہو گیا کہ حوالہ ہے اور اس میں حوالہ کے اطراف ثلاثہ متعین ہیں،اطراف ثلاثہ محیل، محتال، محتال علیہ، محیل حامل بطاقہ ہے، محتال تاجر ہے اور محتال علیہ مصدر بطاقہ ہے،حنفیہ کے نزدیک حوالہ کی صحت کے لئے ان تینوں کی تراضی بھی شرط ہے، تراضی کے بغیر حوالہ متحقق نہیں ہوتا، محیل تو راضی ہے،اس واسطے کہ اس نے بطاقہ خود دیا، محتال راضی ہے،اس واسطے کہ اس نے چیک کر لیا مشین کے اوپر اور چیک کرنے کے بعد اطمینان کر لیا کہ بطاقہ صحیح ہے۔

یہ جو تعلق ہے حامل بطاقہ کا مصدر بطاقہ کے ساتھ ،وہ حوالہ ہے جن حضرات نے یہ کہا تھا کہ یہ کفالہ ہے تو انہوں نے یہ کہا کہ چونکہ یہ کفالہ ہے مصدر بطاقہ کفیل بن رہا ہے حامل بطاقہ کے لئے اب جو اجرت یا فیس وہ وصول کررہا ہے، یہ کفالت کی اجرت اور فیس ہے اور کفالت کی فیس وصول کرنا اور اجرت لینا جائز نہیں، لہذا یہ اجرت لینا بھی جائز نہیں۔

ایک تیسری تقریر یہ کی گئی ہے کہ یہ وکالۃ ہے، کفالۃ اور حوالہ نہیں ہے،وہ اس طرح کہ مثلاً میں نے جاکر بطاقہ کے ذریعے سامان خریدا اور میرے ذمے پیسے واجب ہو گئے تو میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی میرے سے پیسے لینے کے بجائے میں فلاں کو وکیل بنارہا ہوں،وہ تمہیں ادائیگی کریگا،وہ میرا وکیل ہے اور چونکہ وہ وکیل ہے،اس واسطے وکالت کی اجرت وہ لے سکتا ہے کہ وہ اس کو پیسے ادا کریگا پھر آپ سے وصول کریگا اور اپنی اس وکالت کی جو خدمت اس نے انجام دی ہے،اس کی اجرت وہ لے سکتا ہے، بعض لوگوں نے یہ توجیہ بھی کی ہے، لیکن یہ توجیہ بھی صحیح نہیں بیٹھتی، کیونکہ وکیل کی ذمہ داریاں بڑی محدود ہوتی ہیں، وکیل کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ موکل کے کام کو اس کے کہنے پر انجام دے، اگر میں نے کسی کو بل ادا کرنے کا وکیل بنایا تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ مجھ سے پیسے لیکر اس تک پہنچائے، اگر میں اپنے اس عاقد کے ساتھ کوئی بے وفائی یا غداری کروں تو اس کی کوئی ذمہ داری وکیل پر عائد نہیں ہوتی، وکیل ضامن نہیں ہوتا، حالانکہ یہاں پر جوں ہی خریداری کی تو ذمہ داری فوراً مصدر بطاقہ کی ہو جاتی ہے، لہذا اس کو تنہا وکالت کہنا بھی درست نہیں تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ مابین مصدر البطاقہ وبین حامل البطاقہ یہ عقدِ حوالہ ہے۔

اب ایک علاقہ ''<u>مابین المصدر و التاجر ای القابل للبطاقۃ</u>'' ہے،اس کے اندر بھی بڑے غور و فکر اور بڑا اختلاف رائے ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ علاقہ وہی ہے جو مکفول لہ اور کفیل کے درمیان ہوتا ہے کہ گویا مصدر بطاقہ نے ضمانت لی ہے کہ آپ کا جو دین حامل بطاقہ کے ذمے واجب ہے، ہم اس دین کے دینے کے پابند ہیں، اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ وکالت ہے تو اس صورت میں

facebook.com/masimfarooq

مصدر ادائیگی کے لئے خریدار کا وکیل ہے، لیکن میں نے جس کو ترجیح دی ہے، وہ وہی ہے کہ اصل علاقہ حوالے کا ہے۔

لہذا ان کے درمیان محتال اور محتال علیہ کا علاقہ ہے، محتال علیہ مصدر ہے اور محتال قابل وتاجر ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا محتال علیہ محتال سے کوئی کمیشن لے سکتا ہے؟ محتال علیہ کہتا ہے کہ میں حوالہ قبول کرتا ہوں، لیکن تمہیں اس دین کا اتنا حصہ مجھے ادا کرنا ہوگا تو اس طرح لینا جائز ہے یا نہیں، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں کچھ اور عناصر بھی شامل ہوگئے ہیں کہ حوالہ ہونے کے باوجود مصدر بطاقہ کی متعدد خدمات ہیں، جو حامل بطاقہ کے لئے بھی انجام دیتا اور قابل بطاقہ کے لئے بھی، مثلا حامل بطاقہ کے لئے یہ خدمت انجام دیتا ہے کہ وہ ایک طرف ہر ایک آدمی کا کارڈ جو بذات خود ایک اچھا خاصہ قیمتی کارڈ ہوتا ہے، پلاسٹک کا ہوتا ہے اس میں ایک خاص مشین نصب ہوتی ہے، مقناطیس اس کے اوپر لگا ہوتا ہے، پھر ہر آدمی کے حساب کتاب کے لئے اس کا اکاؤنٹ محفوظ رکھنا، اس نے کب استعمال کیا؟ اور کہاں استعمال کیا؟ اور کتنا استعمال کیا؟ اور اس کا پورا حساب کتاب رکھنا اور وہ حساب کتاب ماہانہ بھیجنا اور ان لوگوں کے (جنہوں نے خریداری کی ہے) بل جمع رکھنا اور ان سب سے بل وصول کرنا اور بل وصول کر کے انکو اپنے پاس محفوظ رکھنا اور بوقت ضرورت، وہ حامل بطاقہ (اگر یہ کہے کہ جو آپ نے بل میں لکھی ہے میں نے خریداری نہیں کی) کو بھیجنا گویا بیشمار اس قسم کی مصدر بطاقہ حامل بطاقہ کے لیے انتظامی خدمات انجام دیتا ہے، پھر ہر شہر کے اندر مشین رکھنا کہ جہاں سے وہ نقد رقم بوقت ضرورت نکال سکے، وہ مشینیں بذات خود بہت قیمتی ہوتی ہیں، پھر انکا حساب رکھنا اور ان کا انتظام کرنا، یہ وہ خدمات ہیں جو حامل بطاقہ کے لیے مصدر بطاقہ انجام دیتا ہے۔ اسی طرح قابل بطاقہ کے لیے بھی بہت ساری انجام دیتا ہے مثلاً ان کو وہ مشین فراہم کرنا، جن سے وہ کارڈ کو چیک کر سکیں، پھر ان مشینوں کو ایکٹیویٹ کرنا کہ اسکا فوری جواب اس کو مل جائے، پھر اس وقت ان کارڈوں کا جو سب سے بڑا فائدہ جو تاجر اٹھاتے ہیں، وہ یہ ہے کہ یہ تاجروں کو گاہک فراہم کرتا ہے اور اچھے گاہک فراہم کرتا ہے، یعنی جہاں یہ کارڈ قبول کیے جاتے ہیں تو وہاں انکی تصویریں لگی ہوتی ہیں تو جو اچھے اور بڑے خریدار ہوتے ہیں، وہ یہ دیکھ کر جاتے ہیں کہ ان کے پاس یہ مشین لگی ہوئی ہے یا نہیں مطلب یہ ہے کہ یہ کارڈ گاہکوں کو کھینچتا ہے تو ان بطاقات کے مصدرین ان کے پاس گاہک بھیجنے کا انتظام کرتے ہیں تو یہ خدمات ہیں، جو انکے لیے بھی انجام دیتا ہے تو اب سنیے وہ تین مسئلے جو میں نے بتائے تھے:

پہلا مسئلہ:

یہ کہ جو یہ ابتدا میں فیس وصول کرتے ہیں اور سالانہ وصول کرتے ہین ان فیسوں کا کیا حکم ہے؟

بعض حضرات نے یہ کہا کہ چونکہ یہ کفالہ ہے اور کفالہ ہونے کی وجہ سے یہ ضامن بنا ہے تو یہ کفالہ کی اجرت ہوئی، لہٰذا یہ ناجائز ہونا چاہیے۔ تو اسکی تردید ابھی ہوگئی کہ اس کو کفالت قرار دینا صحیح نہیں، دوسرا یہ کہ بعض

facebook.com/masimfarooq

حضرات نے یہ کہا کہ درحقیقت جو فیس وصول کی جارہی ہے یہ اس رقم کا عوض ہے، جو یہ بطور قرض تاجر کو دیتے ہیں، مثلاً میں نے خریداری کی میرے ذمہ قرض ہوگیا، انہوں نے اپنی طرف سے اپنی جیب سے ادا کردیا تو اپنی جیب سے ادا کرنا گویا مجھے ادا کرنا ہوا تو یہ میرے لیے قرض ہوا، کیونکہ یہ میرے ذمہ واجب ہے کہ میں اس رقم کو ادا کروں تو یہ جو فیس وصول کی جارہی ہے، درحقیقت قرض دینے کی وصول کی جارہی ہے، لہٰذا یہ ربوا ہے تو جو لوگ اسکو ناجائز کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کے ناجائز ہونے کی دو وجہوں میں سے کوئی ایک ہے:

۱۔ یہ کفالت ہے اور کفالت کی اجرت جائز نہیں۔

۲۔ یہ اقراض ہے اور اقراض کے اوپر زیادتی وصول کرنا جائز نہیں یہ سود ہے۔

لیکن دونوں دلیلیں غلط ہیں، پہلی دلیل تو اس لیے غلط ہے کہ یہ کفالہ ہے ہی نہیں، اور دوسری دلیل اس لیے غلط ہے کہ اس سے قرض سے تین وجہ سے کوئی جوڑ نہیں۔

۱۔ اگر قرض نہیں لے گا، تب بھی فیس دینی پڑے گی۔

۲۔ قرض کی رقم سے اسکا کوئی ارتباط نہیں ہے، یعنی دس روپے کا سامان کسی نے خریدا یا دس لاکھ کا، دونوں سے فیس یکساں ہی ہوگی۔

۳۔ شرح سود جو متعارف ہوتی ہے، اس سے اسکا کوئی جوڑ نہیں ہوتا، بلکہ ایک لم سم رقم ہوتی ہے، جو شروع میں وصول کی جاتی ہے اور سالانہ وصول کی جاتی ہے۔ تو اس کا نہ کفالت سے تعلق ہے اور نہ اقراض سے۔

لہٰذا تیسری صورت کے سوا اور کوئی حل نہیں ہوسکتا کہ یہ فیس ان خدمات کی ہے جو مصدر بطاقہ حامل بطاقہ کے لیے انجام دیتے ہیں، یعنی کارڈ کا جاری کرنا، اس کی تجدید کرنا، بلینز (کروڑوں) لوگوں کے حسابات رکھنا، اس کے حسابات بھیجنا، اس کے لیے عملہ کو رکھنا، پھر اس کا ڈاک کا خرچہ، کیونکہ ہر آدمی کے پاس بذریعہ ڈاک یہ سب چیزیں پہنچتی ہیں، ذرا کسی کا کارڈ گم ہوگیا، فوراً وہ اس کو اطلاع کردیتا ہے، وہ اس کارڈ کو کینسل کرتا ہے، پھر دوسرے کارڈ کا اجراء، بیشمار انتظامی مسائل ہیں، تو ان خدمات کے عوض یکمشت فیس وصول کی جاتی ہے، شروع میں بھی اور سالانہ بھی، شروع میں جو فیس وصول کی جاتی ہے، اس کی مقدار عموماً زیادہ ہوتی ہے اور سالانہ جو وصول کی جاتی ہے، اس کی مقدار کم ہوتی ہے، شروع میں زیادہ اس لیے ہوتی ہے کہ کیونکہ اکاؤنٹ کا پورا حساب کھولنا پڑتا ہے، کاروائیاں زیادہ ہوتی ہیں اور سالانہ پھر ہر سال تجدید ہوتی رہتی ہے تو اس واسطے ان فیسوں کو لینا یا دینا ناجائز نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ

facebook.com/masimfarooq

نہیں،نہ ہی قرض کے اوپر زیادتی ہے،نہ یہ کفالت کی اجرت ہے اور دوسری خدمات حقیقی طور پر موجود ہیں،لہٰذااس کوان کے مقابل قرار دیاجائے گا،یہ ایک پہلوہو گیا،ایک مسئلہ ہو گیا۔(بظاہر یہاں کچھ تشریح حذف ہو گئی ہے)

اوراس شرط پر عمل کا کوئی امکان نہ ہو،امکان نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری حالات میں کوئی امید نہ ہو توایسی صورت شرط لگانے کا گناہ بھی مرتفع ہو جاتا ہے،اگرچہ صراحت کردے،اوراس کی دلیل حدیث بریرہؓ کاواقعہ ہے کہ بیچنے والے نے شرط لگائی کہ ولاءاس کو ملے گی،حالانکہ یہ شرط فاسد تھی،لیکن یہ ایسی شرط فاسد تھی کہ اس پر شرعاً عمل نہیں ہوتااور یہ شرط فاسد عقد کو فاسد نہیں کررہی تھی،بلکہ شرط خود فاسد ہو گی تو بظاہر اس شرط لگانے کا گناہ ہونا چاہئے،لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا"**واشترطی لهذا الولاء**"شرط لگانے کی اجازت دی۔اس لیے کہ"الولاء لمن اعتق"کہ اس شرط پر عمل تو ہونا نہیں،اب وہ ضد پر آئے ہوئے ہیں،اس کے بغیر مانتے نہیں ہیں،لہٰذا شرط لگادو،لہٰذا اگر اس شخص نے اس بات کا مکمل اطمینان کرلیاہو کہ اس شرط پر کبھی عمل نہیں ہوناتواس صورت میں ان شاءاللہ یہ امید ہے کہ اس شرط کے لگانے کا گناہ بھی مرتفع ہو جائے گا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس شرط کے سلسلے میں بلویٰ عام ہے،یہ صرف کریڈٹ کارڈ کی بات نہیں،بلکہ یہ شرطیں آج کل ہر چیز میں لگی ہوئی ہیں،بجلی کے بل میں یہ شرط ہے،ٹیلی فون کے بل میں یہ شرط ہے،گیس کے بل میں یہ شرط ہے اور دنیا بھر کے جتنے منافع انسان حاصل کرتا ہے،سب کے اندر یہ شرائط موجود ہوتی ہیں،بجلی کے بل میں یہ شرط لگی ہوتی ہے کہ اگر وقت مقررہ پر بل کی ادائیگی نہ ہو تو اتنے پیسے زیادہ دینے پڑیں گے،ٹیلی فون کے بل کے اندر بھی یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ اگر وقت پر آپ ٹیلی فون کا بل ادا نہیں کروگے تو اتنے پیسے زیادہ دینے پڑیں گے،ہر بل کے اندر یہ شرط لکھی ہوئی ہے تو اگر یہ کہاجائے کہ اگر کوئی آدمی وقت پر بل بھرنے کا اہتمام کر بھی لے تب بھی اس کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس میں یہ شرط لگی ہوئی ہے یعنی نہ اس کے لیے بجلی اور ٹیلی فون کا استعمال جائز نہیں ہوگااور نہ گیس کا استعمال جائز ہوگا اور نہ دنیا کی کسی منفعت کا استعمال جائز ہوگا تو بلوی عام ہے،اس لیے میں حضرت بریرہؓ والی دلیل عرض کررہاہوں،اس پر عمل کرنے کے بجائے چارہ نہیں تو جب تک انسان کو اس بات کا اعتماد ہے اور اس نے اس کے اسباب ووسائل بھی جمع کردیے ہیں(یہ نہیں کہ بس فرضی اعتماد کرلیا)کہ بروقت ادائیگی کردوں گا تو اس کے لیے اس عقد میں شامل ہونے کی گنجائش ہے،البتہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ اس میں بھی اطمینان کا جو صحیح طریقہ ہے،وہ یہ ہے کہ وہ اس چارج کارڈ میں بھی ڈائریکٹ ڈیبٹ(DEBIT)کا طریقہ اختیار کرے چارج کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جس ادارے نے کارڈ جاری کیا ہے،اسی کے پاس رقم رکھوائی جائے،بلکہ چارج کارڈ میں ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ میں نے امریکن ایکسپریس کا کارڈ لے رکھا ہے،لیکن میرا اکوئنٹ حبیب بینک میں ہے تو میں حبیب بینک کو خط لکھ دیتا ہوں کہ جب بھی امریکن ایکسپریس کی طرف

facebook.com/masimfarooq

سے بل آئے آپ ادا کر دیا کریں اور امریکن ایکسپریس سے بھی یہ کہہ دیتا ہوں کہ جب بھی میرا بل آیا کرے، آپ جا کر حبیب بینک سے وصول کیا کریں تو جب بھی اس کے پاس بل آیا اس نے حبیب بینک جا کر وصول کر لیا، اور جب وصول ہو گیا تو اس نے میرے پاس بل بھیج دیا کہ آپ کے اکاؤنٹ میں سے فلاں فلاں بل کی ادائیگی کے لیے اتنے پیسے نکال لیے گئے ہیں، تاکہ بعض اوقات غیر شعوری طور پر سود لگنے کا امکان ہوتا ہے کہ مثلاً آدمی سفر پر ہے یا بیمار ہے یا بل کے پہنچنے میں دیر ہو گئی اور بل کی ادائیگی میں ارادی تاخیر نہیں کی، بلکہ غیر ارادی طور پر تاخیر ہو گئی تو کبھی نہ کبھی سود لگ جانے کا احتمال ہے، وہ احتمال تاکہ رفع ہو جائے، یعنی ضروری نہیں کہ ڈیبٹ کارڈ (debit card) لے، چارج کارڈ ہی ہو لیکن اس میں سسٹم ڈیبٹ کارڈ کا کر دے تاکہ کوئی خلفشار نہ رہے تو پھر اس صورت میں ان شاء اللہ امید ہے کہ گناہ مرتفع ہو جائے گا، اور اس کا استعمال کرنا جائز ہو گا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ تاجر کے ساتھ جو "مصدرِ بطاقہ" کا معاملہ ہے اور وہ اس مسئلہ میں شاید سب سے اہم ہے کہ تاجر سے جو مصدرِ بطاقہ کمیشن وصول کرتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر دیکھا جائے تو اس میں کئی جہات ہیں، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بالکل ناجائز ہے اور ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بِل آف ایکسچینج کے ڈسکاؤنٹ کے مساوی (برابر) ہے اور دونوں کا حکم ایک جیسا ہے بل آف ایکسچینج کا مطلب یہ ہے کہ ایک تاجر نے سامان بیچا تو مشتری نے دستخط کر کے بِل دے دیا کہ میرے ذمے تین مہینے کے بعد ایک ہزار روپے رقم واجب ہے۔ وہ ایک ہزار روپے کا بل لیکر کسی بینک کے پاس جاتا ہے کہ تم مجھے نو سو نوے روپے دے دو اور جب وصول کرنے کا وقت آئے گا تو تم وصول کرتے رہنا یہ ناجائز ہے تو یہاں پر بھی صورتِ حال یہ ہے کہ اس (حاملِ بطاقہ) کے ذمے تاجر کے ایک ہزار روپے واجب ہوئے اور اس نے بطاقہ کے ذریعے رسید دے دی کہ میرے ذمے واجب ہیں، اب تاجر رسید لے کر مصدرِ بطاقہ کے پاس جاتا ہے کہ میرے ایک ہزار روپے حاملِ بطاقہ پر واجب ہیں تم اس ایک ہزار کے بجائے مجھے نو سو نوے روپے دیدو اور تم حاملِ بطاقہ سے بعد میں وصول کرتے رہنا تو گویا یہ بل آف ایکسینج کے ڈسکاونٹ کے مترادف ہے تو اگر اس جہت سے دیکھا جائے تو یہ کمیشن لینا جائز نہیں ہو گا، دوسری جہت اس میں یہ ہے کہ درحقیقت یہ قبولِ حوالہ کی اجرت ہے اور قبولِ حوالہ کی اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے، تیسری جہت اس میں یہ ہے کہ یہ ایک جدید قسم کا سمسرہ ہے، یعنی مصدرِ بطاقہ اپنے عاملین کو تاجروں کے پاس بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ان کے ساتھ بیع و شرا کا معاملہ کر لو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جو تاجر کریڈٹ کارڈ کو قبول نہ کرے تو اس کے پاس کبھی گاہک آئے گا ہی نہیں الّا ماشاء اللہ، یعنی منجملہ ان کے اعمال میں سے ایک عمل یہ بھی ہے کہ وہ تاجروں کو گاہک مہیا کرتا ہے۔

facebook.com/masimfarooq

اس کو بل آف ایکسچینج کے ڈسکاونٹ کے اوپر تو قیاس نہیں کر سکتے وہ درست نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ بل آف ایکسچینج کی ڈسکاونٹنگ میں یہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض بینک، تاجر کو پیسے دینے کے بعد اگر اصل مدیون کے پاس گیا اور وہ مفلس ہو گیا یا کچھ اور ہو گیا جس کی وجہ سے بینک کو پیسے نہیں ملے تو بینک لوٹ کر ادھر آسکتا ہے اور تاجر کو کہہ سکتا ہے کہ یہ تمہارا بل تھا اور یہ مجھے وصول نہیں ہوا، لہٰذا میرے پیسے واپس کرو، بخلاف یہاں کے کہ اگر بالفرض یہاں مصدرِ بطاقہ کو حاملِ بطاقہ سے پیسے نہیں ملے تو وہ تاجر سے وصول نہیں کر سکتا، اس واسطے یہ بل آف ایکسچینج کے ڈسکاونٹنگ والی بات ہے ہی نہیں۔

ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بہت ساری خدمات انجام دیتی ہی، ان میں بہت ساری خدمات ایسی بھی ہیں جو قبولِ حوالہ کی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو سمسرہ کی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو دفتری اور تجارتی نوعیت کی ہیں اب بعض خدمات ایسی ہیں جن پر اجرت وصول کرنا جائز ہے اور بعض پر اجرت وصول کرنا جائز نہیں ، مثلاً قبولِ حوالہ پر اجرت نہیں ہو سکتی، لیکن سمسرہ اور دفتری خدمات پر ہو سکتی ہے تو جہاں ایک آدمی خدمات کا ایک مجموعہ انجام دے رہا ہو اور ان میں سے بعض قابلِ اجرت ہیں اور بعض نہیں، تو ہم تصحیحاً للعقد اجرت کو قابلِ اجرت امور کی طرف منسوب کریں گے ،حنفیہ کے ہاں ایک خاص اصول ہے کہ بظاہر خواہ وہ کتنی ہی غیر معقول بات نظر آتی ہو، لیکن عقد کو صحیح کرنے کیلئے اس پر عمل کیا جاتا ہے، مثلاً مدِ عجوہ میں صرفاً للجنس الی خلاف الجنس پر عمل کیا، اس میں بعض اوقات یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ایک روپیہ ایک کلو سونے کے مقابلے میں اور دس ہزار ڈالر ایک نگینہ کے مقابلے میں، لیکن یہ سب کچھ تصحیحاً للعقد ہے تو جہاں ایک شخص خدمات کا ایک مجموعہ انجام دے رہا ہو، جن میں سے بعض قابل اجرت ہیں اور بعض نہیں تو مجموعے پر اجرت لے سکتے ہیں، اس لیے ہم کہیں گے یہ سمسرہ اور تجارتی خدمات کے عوض ہے، اگرچہ وہ خدمت قبولِ حوالہ کی بھی انجام دیتا ہو تو اس طرح تاجر کیلئے بھی یہ جائز ہے کہ مصدرِ بطاقہ کے ساتھ یہ معاملہ کرے۔

3/2 بطاقة الائتمان المتجدد

لایجوز للموسسات اصدار بطاقة الائتمان

موسسات کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ بطاقۃ الائتمان المتجدد جاری کردے جو ذات الدین المؤجل ہو یعنی جن میں حاملِ بطاقہ موجل، یعنی مختلف مدتوں میں قسطوں میں بل ادا کرے اور اس میں سود لگایا جائے تو یہ جائز نہیں ایک بات یہ بھی ذکر کردوں کہ بظاہر اس کے جائز ہونے کا راستہ ہے ہی نہیں، اس میں سود ہی سود ہے، کیونکہ قرض پر جو زائد ادا کیا جائے گا وہ سود ہوگا، بعض معاصرین نے اس کو تھوڑا سا تبدیل کرکے بطاقۃ الائتمان المتجدد مرابحہ کی بنیاد پر جاری کرنے کی تجویز پیش کی ہے:

وہ یوں ہے کہ بطاقۃ کو جاری کردیا، اب مثلاً سو روپے کی چیز ہے، جو بازار میں بک رہی ہے، خریدار آیا اور آکر اس نے بطاقہ دکھایا کہ میں یہ چیز خریدنا چاہتا ہوں تو وہ تاجر مصدرِ بطاقہ سے رابطہ قائم کرے اور اس

facebook.com/masimfarooq

سے کہے کہ یہ ایک خریدار موجود ہے اور فلاط چیز خریدنے آیا ہے تو مصدرِ بطاقہ کہے کہ میں اس کو خریدتا ہوں اور یہ بیع ڈسکاونٹنگ ریٹ پر ہو جائے، یعنی وہ جو تاجر سے کمیشن کاٹے گا یعنی سو روپے کی چیز پر دو یا تین فیصد تو ستانوے روپے میں اس نے خرید لی اور پھر اس گاہک کو ایک سو پانچ میں بیچ دی کہ تم اس کی قیمت مجھے تین مہینے بعد ادا کر دینا تو مرابحۃ اُس کی فروختگی ہو جائے گی، پھر وہ ایک سو پانچ روپے تین مہینے کے بعد اس سے وصول کرلے گا، یہ تجویز بعض لوگوں نے پیش کی ہے کہ **بطاقۃ الائتمان المتجدد** کو مرابحہ کے طریقہ پر کیا جا سکتا ہے، یا پہلے سے گاہک کو قبضہ کا وکیل بنائے، قبضہ کرنے کے بعد بیع صحیح ہو جائے گی، پھر اس کے بعد گاہک کو بیچ دے تو اس صورت کا حکم ہمارے ہاں یہ ہے کہ الواحد لا یتولیٰ طرفی العقد تو وکیل والی صورت ہمارے مذہب کے مطابق تو نہیں بن سکتی، لیکن حنابلہ کے ہاں یہ جائز ہے کہ ایک شخص طرفی عقد کا متولی بن جائے، وہ کہتے ہیں کہ بلویٰ عام ہے، اس لئے حنابلہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے وکیل بنادے اور وہ دونوں طرف کا کام کرے۔

اگر اسکو صحیح طریقہ سے انجام دیا جائے تو شاید اس کی کوئی صحیح شکل بن جائے، یعنی یہ کہ اس میں پہلے مشتری کو وکیل بنائیں، پھر ایسا ہو کہ مشتری وکیل کی حیثیت سے قبضہ کرے، پھر اپنے لیے فروخت کر دے، یا پھر کسی تیسرے فریق کو وکیل بنائے، جس میں **الواحد لا یتولی طرفی العقد** کا اعتراض لازم نہ آئے، لیکن اس میں سارا مسئلہ یہ ہے کہ یہ طریقہ مآلِ کار سودی بن جائے گا، کیونکہ مرابحہ کی اجازت چند شرائط اور قواعد کیساتھ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ کم از کم اتنا فرق ہونا چاہیے کہ کچھ عرصہ تک بیچا ہوا سامان بینک کے قبضہ میں رہے، اس کا ضمان وہ قبول کرے، پھر اس پر نفع حاصل کرے، لیکن یہاں ربح مالم یضمن یعنی ضمان تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، اگر ساری شرائط کا لحاظ رکھا گیا، پھر بھی ایک آنی چیز ہے اور وہ بھی رفتہ رفتہ کثرت تعامل سے مٹ جائیگی اور اس میں اور ایک سودی کارڈ میں کچھ فرق نہیں رہے گا، ہم نے اس تجویز کی مخالفت کی ہے۔

اردن میں ایک بہت بڑا اجتماع ہوا ہے بطاقۃ الائتمان کے مسئلے پر غور کیلئے، ہمارے ایک دوست جو مکہ مکرمہ میں ایک ادارے کے سربراہ ہیں، انہوں نے اس اجتماع میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ مرابحہ کے طریقہ پر اس کو کر سکتے ہیں، لیکن میں نے اس کی پر زور مخالفت کی، جو منظور نہیں کیا گیا، دیکھنا یہ چاہیے کہ مآل کار نتیجہ کیا نکلے گا، آپ کتنی بھی شرائط لگادو، اولاً تو یہ بات متعذر نہیں تو متعسر ضرور ہے کہ ہر خریداری پر مصدر بطاقۃ کیساتھ رابطہ ہو، کیونکہ بڑے اسٹوروں میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی گیا، ٹرالی لی اس میں کئی قسم کی اشیاء جمع کیں، لے کر کاؤنٹر پہ آیا، کاؤنٹر والے کے پاس لوگوں کی لائن لگی ہوئی ہے، جو ادائیگی کر کے جلدی سے نکلنا چاہتے ہیں، اب وہ ہر آدمی کے بارے میں یہ لکھے کہ کونسی چیزیں اس نے خریدی ہیں یا خریدنا چاہتا ہے، پھر یہ سب تفصیل مصدر بطاقۃ کو بتائے، اور سب اشیاء بتانی ہوں گی، تب ہی تو خریداری مکمل

facebook.com/masimfarooq

ہو گی، ورنہ نہیں، اب اگر وہ سواشیاء چھوٹی چھوٹی مثلاً پنسل کاغذ و قلم، نسوار، پان گٹکا وغیرہ خریدنا چاہتا ہے اور اس کی اتنی قیمت ہے تو اگر یہ کام اسٹوروں پر شروع ہو جائے تو وہاں تو سارا ٹریفک ہی جام ہو جائے، یہ عملاً یہ طریقہ تقریباً متعسر ہے، اور پھر یہ کہنا کہ اس نے خریدا، جب کہ ضمان تقریباً نہ ہونے کے حکم میں ہے تو یہ محض ایک کاغذی کاروائی ہو گی، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بالآخر عملاً یہ چیز ایک سودی کارڈ جیسا بن جائیگا، اس واسطے یہ تجویز قابل عمل نہیں۔

اصل میں سارا قصہ یہ ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ بلویٰ عام ہے، لہذا اس پر عمل کرنا چاہیے، کوئی طریقہ اگر نکلتا ہو تو اس میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے، تو میں نے اس پر یہ کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ شرعی طور پر کوئی متبادل طریقہ تلاش کرنا اس وقت ضروری ہے، جہاں کوئی معاملہ حاجت کا ہو اور وہ شرعاً مطلوب ہو، اگر وہ شرعاً مطلوب نہیں یا حاجت نہیں تو اس کے متبادل تلاش کرنے کی ہمیں بھی حاجت نہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ لوگ کہیں گے کہ علماء اس کا متبادل لانے سے قاصر ہیں تو ہیں قاصر!!! اس واسطے کہ یہ ایسی چیز ہی نہیں کہ جس کا متبادل دیا جائے، کوئی شخص یہ کہے کہ قمار کا متبادل دو، ہم جوا کھیلتے ہیں، اس کا متبادل شرعی جوا نکالو تو یہ احمقانہ بات ہے، اس لئے کہ جوا ہے ہی غلط، اس کا متبادل لانے کی ہمیں حاجت ہی نہیں، تو جتنے پیسے انسان کے پاس نہیں ہیں، اس سے زیادہ کی خریداری کرے، یہ شرعاً مطلوب نہیں ہے۔ جتنی چادر ہے اتنے پاؤں پھیلانے چاہییں۔

ایک تو تمویل ہوتی ہے کہ ایک آدمی کوئی منصوبہ بناتا ہے، وہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس میں ایک یا دو آدمی مل کر کام نہیں کر سکتے، اس کے لئے بہت سارے لوگوں سے پیسے لینے پڑتے ہیں، لیکن جو ذاتی اشیاء ہیں ان میں آدمی اتنی خریداری کرے جتنے اس کے پاس پیسے نہیں ہی تو یہ کوئی شرعی مطلوب نہیں۔ اس کارڈ کا حاصل صرف اتنا ہے کہ آدمی ہر وقت پیسے اٹھائے اٹھائے نہ پھرے، چوری ڈکیتی کا زمانہ ہے تو یہ سہولت اسکو میسر ہو جائے، لیکن اس کو اگر استعمال کیا جانے لگے اس کام کیلئے کہ آدمی اپنے چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے یہ سوچ کر کہ اس وقت تو قرضہ مل رہا ہے، اور تین یا چھ مہینے میں کہیں سے لے دے کر ادا کر دونگا تو اس نقطہ نظر سے خریداری کرنا اپنے وسائل سے آگے بڑھنا ہے، یہ کوئی شرعی مطلوب نہیں ہے، آپ اتنا ہی خرید سکتے ہیں جتنے پیسے تمہارے پاس ہیں، اگر نہیں ہیں تو چھوڑ دو، جب پیسے آئیں گے تو اس وقت خریداری کرنا، جب یہ شرعاً مطلوب نہیں تو اس کے متبادل کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس وقت دنیا بھر کی یہ صورتحال ہے۔ اس میں سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے جاتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی کام بغیر قرض کے نہیں ہوتا، اور ایسا خبیث چکر چھایا ہوا ہے کہ اس میں سب ہی مبتلاء ہیں، اس وقت کوئی فرد ایسا نہیں ہے جو مقروض نہ ہو، جتنے اس کے پاس اثاثے ہیں اس سے زیادہ کا مقروض نہ ہو، یہاں تک کہ جتنے سرمایہ دار ملک ہیں، ان کا

facebook.com/masimfarooq

بھی یہی حال ہے،امریکہ مقروض ہے،انگلینڈ مقروض ہے،اور مقروض ہونے کے نتیجے میں جتنا پیسہ ہے،اس سے کروڑوں گنا اخراجات ہیں اور یہ مبالغہ نہیں،لیکن دنیا میں جتنے نوٹ گردش میں ہیں،اس سے اربوں گنا روپیہ پھیلا ہوا قرض ہے۔ابھی جو سود کا فیصلہ لکھا ہے،اس میں میں نے انگلینڈ کی تفصیل لکھی ہوئی ہے،اور جتنے پونڈ گردش میں ہیں،جو حکومت نے جاری کیے ہوئے ہیں،وہ زیر گردش پونڈ کا تقریباً تین فیصد ہیں،ستانوے فیصد محض بلبلہ ہیں،یعنی اس کے آگے نوٹ بھی نہیں،صرف کمپیوٹر کے اندر نمبر لکھے ہوئے ہیں،تو اس سارے نظام نے ایک ایک فرد کو قرضے میں جکڑا ہوا ہے،قرضے سے براحال کیا ہوا ہے،ہمارے پاکستان کے ساتھ کیا مصیبت ہے کہ اس وقت چھ سو بلینز کا قرضہ ہے،اب قرضہ کو ادا کرنے کیلئے مزید قرضہ جب لیں گے تو اس پر سود لگے گا اور پھر اس کی ادائیگی کیلئے قرضہ،یعنی ایک ایسا جال ہے،جس سے آدمی کسی بھی وقت نکل ہی نہیں پاتا۔

لوگ کہتے ہیں کہ اگر سود ختم کردو گے تو بیرونی ممالک سے قرضہ کیسے لوگے؟تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جتنے مقروض ملک قرضہ دینے والے ملکوں کے محتاج ہیں،اتنی ہی قرضہ دینے والی قومیں ان کی محتاج ہیں،جو ان سے قرض لیتے ہیں،ان کا سارا کاروبار قرض کے لین دین پر چل رہا ہے،اگر قرضہ لینے والا نہ ہو تو،ان کی بدھیا بیٹھ جائے،اگر کوئی مقروض قوم انکار کردے کہ بھئی میں قرضہ نہیں لیتا اور سارے اقوام انکار کردیں تو ان کا سارا کاروبار ٹھپ ہو جائے،کیونکہ ان کا زیادہ تر پیسہ قرضوں کے ذریعہ آرہا ہے تو اس وقت جو پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کا چکر چلا ہوا ہے،اس نے یہ مزاج دیا ہے کہ چادر سے زیادہ پاؤں پھیلاؤ اور جتنے وسائل تمہارے پاس نہیں ہیں،اس سے زیادہ خریداری کرو،یہ چیز اس جگہ تو کارآمد ہو سکتی ہے کہ جہاں بڑے بڑے پروجیکٹ اور بڑے بڑے منصوبے بنانے ہوں،جیسے ہمارے ہاں بڑے بڑے مل اور کارخانے،کیونکہ یہ ہمارے ملک کی بنیادی ضرورت ہیں،اب لوہے کے کارخانے کے ہمارے پاس وسائل نہیں تھے،لہٰذا دوسروں سے حاصل کر کے لگایا،تاکہ مستقبل میں یہ ملک کی ضرورت کو پورا کر سکیں،لیکن ذاتی اشیاء کی خریداری کیلئے قرضہ کو بیچ میں لانا دین،عقل اور معاشی اصولوں کے بھی خلاف ہے تو اس واسطے ہمیں اس کا متبادل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

احکام عامه:

1/4 انضمام المؤسسات إلى عضوية المنظمات العالمية الراعية للبطاقات

کریڈٹ کارڈ کے نظام میں کارڈ جاری کرنے والا عموماً بینک ہوتا ہے،جیسے امریکن ایکسپریس،لیکن بعض کارڈ جاری کرنے والے بینک نہیں ہوتے جیسے ویزا،ماسٹر کارڈ اور ڈائنس کلب وغیرہ یہ سب بینک نہیں ہیں بلکہ ایک ادارے کو قائم کر لیا گیا ہے،اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ کارڈ کے اجراء کی لائسنس دیتا ہے،اس کی نگرانی کرتا ہے،یہ سب عالمی تنظیم ہیں،اس وقت صورتحال یہ ہے کہ چونکہ یہ دنیا پر چھائے ہوئے ہیں،آج

facebook.com/masimfarooq

آپ اپنے نام سے کوئی کارڈ جاری کر کے دیکھو تو ایک پیسہ بھی اس کی قیمت نہیں ہو گی، جب تک ان اداروں میں سے کسی ایک کا نام اس کیساتھ نہیں لگا ہو، اس وقت تک نہ کوئی اس قبول کرنے کیلئے تیار ہو گا، نہ کوئی اس کا ممبر بنے گا، کیونکہ انہوں نے ایک ساکھ پوری دنیا میں عالمی طور پر قائم کر لی، اب وہ ساخت ایسے ہی نہیں قائم کر لی ہے، محنت کی اور ایسا شفاف نظام بنایا کہ واقعی قابل تعریف ہے، میں نے پہلے بتایا تھا کہ اس کے اندر کتنے واسطے ہوتے ہیں، ایک جاری کرنے والا، پھر ایک بینک جس نے اس کو استعمال کیا ہے، پھر بینک کا وثیقہ ہوتا ہے، تاجر ہوتا ہے، خریدار ہوتا ہے، اتنے اس میں اطراف ہیں، لیکن روز کا روز شام کے وقت میں حساب برابر ہوتا ہے، یعنی ایسا سسٹم ہے کہ ایک دن سے اگلا دن نہیں ہوتا، سارے اطراف کا حساب ایک دن میں پورا ہو چکا ہوتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے یہ بڑی محنت وذہانت سے اور بڑی شفافیت سے کام لیا ہے کہ کوئی الجھن کسی کے ساتھ نہ ہو، اس واسطے لوگوں کو اعتماد ہے، تو جب تک اس کا نام نہیں ہو گا، اس وقت تک کوئی کارڈ جاری نہیں کر سکتا، لہذا اگر کوئی مسلمان کارڈ جاری کرنا چاہتا ہے تو نام اس کا استعمال کرنا ہو گا، لیکن اس کے ساتھ نام استعمال کرنے کیلئے کچھ معاہدات کرنے پڑتے ہیں وہ آیا ان کے ساتھ درست ہیں یا نہیں؟ تو اس عبارت میں اس کا جواب ہے کہ مؤسسات کیلئے جائز ہے کہ وہ منظم ہو جائیں، ان منظمات عالمیہ سے جو بطاقات کیلئے نگران تنظیم ہے، البتہ اگر کوئی شرط شریعت کے خلاف ہو تو پھر اس سے اجتناب ضروری ہو گا۔

<u>ب: يجوز للؤسستات ان تدفع للمنظمات ...الخ</u>

مؤسسات کیلئے جائز ہے کہ وہ ان عالمی تنظیموں کو (جو بطاقات کی نگران ہیں) اشتراک کی فیس ادا کریں، کیونکہ جب آدمی ان منظمات کیساتھ شامل ہوتا ہے تو اس کی ایک فیس ہوتی ہے وہ فیس دے سکتے ہیں، اسی طرح جو خدمات ان کی طرف سے کی جاتی ہیں، اس کی اجرت بھی دی جا سکتی ہے، جب تک کہ وہ ربوی فوائد پر مشتمل نہ ہو اور اگر ربا براہ راست نہ ہو چھپا ہوا ہو، تب بھی اس سے اجتناب ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ اجرت میں کریڈٹ کے مقابلہ میں اضافہ کیا جائے، یعنی کوئی صورت ایسی ہو کہ کوئی قرض دے رہا ہے تو اس پر تو براہ راست سود وصول نہیں کیا، لیکن کوئی خدمت تھی، اس خدمت کی اجرت زائد کر دی تو عام حالات میں اجرت کم ہوتی ہے، لیکن اس نے چونکہ قرض لیا، جسکی وجہ سے خدمت کی اجرت زیادہ کر دی تو یہ اضافہ بھی سود کے حکم میں ہے، لہٰذا جائز نہیں۔

<u>2/4 العمولة التي تحصل عليها المؤسسات من قابل البطاقة يجوز للمؤسسات المصدرة للبطاقة أن تتقاضي عمولة من قابل البطاقة بنسبة من ثمن السلع والخدمات.</u>

یہ وہی بات ہے جو تفصیل کے ساتھ ما قبل میں آچکی ہے کہ اس کارڈ میں بہت سارے خدمات ہیں تو ان کے عوض میں عمولہ لینا جائز ہے۔

facebook.com/masimfarooq

3/4 الرسوم التي تتقاضاها المؤسسة من حامل البطاقة

یہ تین قسم کی فیسیں ہوتی ہیں، ایک شروع میں عضویہ کی، پہلی مرتبہ جب کوئی بطاقہ لیتا ہے تو اس کی فیس ہوتی ہے، دوسری اس کی تجدید کی اور تیسری استبدال کی، یعنی اگر گم ہو گیا یا چوری ہو گیا یا تبدیل کرانا ہے تو اس کی ایک فیس ہوتی ہے تو یہ تینوں فیسیں جائز ہیں۔

4/4 شراء الذهب والفضة والنقود بالبطاقات

یہ مسئلہ ہے کہ سونا چاندی کی خرید وفرخت بطاقات سے ہو سکتی ہے یا نہیں تو یہاں پر کہا گیا ہے کہ ذھب یا فضہ یا نقود کی خرید وفروخت چارج کارڈ سے بھی ہو سکتی ہے اور ڈیبٹ کارڈ سے بھی، اس حالت میں جب کہ مؤسسہ کے لیے ممکن ہو کہ وہ پیسے ادا کر دے قابل بطاقہ کو بغیر اجل کے، مطلب یہ ہے کہ ائتمان اجل کا تعلق تو حامل بطاقہ کے ساتھ ہے، لیکن تاجر کو تو فوری طور پر ادائیگی ہو جائے گی، اس واسطے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، اس کو جائز قرار دینے کی بنیاد میری رائے میں مختلف ہے، میری نظر میں اس کی بنیاد یہ ہے کہ یہ بیع صرف ہے ہی نہیں، لہذا اس میں تقابض بھی شرط نہیں اور وہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ یہ بیع صرف ہے، ان کے نزدیک قسیمہ (کاؤنٹر پارٹ) پر جب دستخط کر دے تو بس قبضہ ہو گیا اور اس کو قبضہ شمار کیا جاتا ہے، اس واسطے جب تقابض کی شرط پوری ہو گئی تو وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

5/4 السحب النقدي بالبطاقة

(أ) يجوز لحامل البطاقة أن يسحب بها مبلغا نقديا،

انہوں نے جگہ جگہ مشینیں لگائی ہوئی ہیں کہ جہاں پر آپ کو پیسے نکالنے کی ضرورت ہو تو آپ اس کارڈ کو اندر داخل کریں تو جتنے پیسوں کی ضرورت ہے، وہ اس میں سے نکل آتے ہیں، یہ مشینیں ساری دنیا میں پھیل گئی ہیں، ہمارے پاکستان میں بھی کثرت سے رواج پا گئی ہیں تو کہا کہ حامل بطاقہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے نقد مبلغ نکالے چاہے، وہ جتنی رقم نکال رہا ہے، وہ اسکے اکاؤنٹ کے حدود میں ہو، یعنی اکاؤنٹ میں اس کی جتنی رقم ہے، اس کی حدود میں ہو یا اس سے زیادہ ہو، مثلاً اس کے اکاؤنٹ میں ایک ہزار روپے ہیں، لیکن اس نے بارہ سو روپے نکال لئے تو یہ بھی جائز ہے، اس شرط پر کہ اس ربوی فوائد مرتب نہ ہونگے۔

(ب) يجوز للمؤسسة المصدرة للبطاقة أن تفرض رسما مقطوعا متناسبا مع خدمة السحب النقدي، وليس مرتبطا بمقدار المبلغ المسحوب.

جس نے بطاقہ جاری کیا، وہ اگر اس کیش نکالنے کے اوپر فیس مقرر کرے تو جائز ہے، جو متناسب ہو کیش نکالنے کی خدمت کے ساتھ اور جو مبلغ محسوب ہے، اس کی مقدار کے ساتھ مرتبط نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ یہ نہ ہو کہ دو یا تین فیصد جتنا نکالوں گے، اس کا اتنا فیصد فیس ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مبلغ مقطوع کہ کوئی شخص جتنی رقم نکالے گا، اس کے اوپر مثلاً ایک ڈالر چارج کرینگے، وہ خواہ کم نکالے یا زیادہ نکالے، البتہ

facebook.com/masimfarooq

بعض اوقات یہ ہو سکتا ہے کہ زیادہ رقم نکالنے کی صورت میں خدمات زیادہ انجام دینی پڑتی ہیں، یعنی اس میں یہ ہوتا کہ رقم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنااور اس کا انتظام کرنا اور پھر اس کا حساب اور کتاب رکھنا، خدمات زیادہ ہو جاتی ہیں، لہذا اگر اس میں سلیب ہو یعنی ایک سے لیکر ایک ہزار ڈالر تک پر ایک ڈالر چارج ہو گا اور ایک ہزار ڈالر سے لیکر دس ہزار ڈالر پانچ ڈالر چارج ہونگے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ وہاں پیش نظر یہ نہیں ہے کہ جتنی رقم دی گئی ہے اس پر اضافہ وصول کرنا، بلکہ مقصود یہ ہے کہ انہوں نے جگہ جگہ مشینیں نصب کی ہیں، ان کی دیکھ بھال، صحیح طریقہ سے وہ کام کریں، پھر ان مشینوں میں یہ مطلوبہ رقم موجود رہے، جب کوئی آدمی رقم نکالنے کے لیے آئے تو رقم موجود ہو، پھر اس کی حفاظت، یہ ایک بڑا زبردست کام ہے، اس واسطے ان خدمات کے عوض میں رقوم اور فیسیں وصول کی جاسکتی ہیں، لیکن وہ فیس ان خدمات کے ساتھ ہی متناسب ہونی چاہئے اور اس کا تعین، اس رقم کے مبلغ سے نہ ہو جو وہاں سے نکالی گئی ہے۔

6/4 المميزات التي تمنحها الجهات المصدرة للبطاقة

(أ) لا يجوز أن تمنح المؤسسات حامل البطاقة امتيازات تحرمها الشريعة؛

صورت حال یوں ہے کہ جو کارڈ جاری کرنے والے ادارے ہوتے ہیں، ان کی آمدنی بہت ہوتی ہے، جتنا کارڈ استعمال کیا جائے اتنی ہی زیادہ آمدنی ہو گی، اس لیے کہ یہ ہر تاجر سے کمیشن وصول کرتے ہیں، اصل آمدنی ان کی یہی ہے یا سودی آمدنی جو بطاقۃ الائتمان المتجدد پر حاصل کرتے ہیں، اصل آمدنی یہ دونوں ہیں، لہذا وہ اپنے حاملین بطاقۃ کو مختلف ترغیبات دیتے ہیں کہ آپ ہمارے بطاقۃ جتنا استعمال کرینگے، آپ کے پوائنٹس بنتے جائیں گے، اتنا استعمال کروگے تو اتنے پوائنٹس ہونگے، اتنے پوائنٹس بن جائیں گے تو اتنا انعام ملے گا۔

اس میں بعض مرتبہ یہ ہوتا کہ کارڈز بھی تین چار قسم کے ہوتے ہیں، ایک بلو کارڈ، ایک گولڈن کارڈ وغیرہ، جتنا جتنا جس نے استعمال کیا ہو، اس کے لحاظ سے، اس کی درجہ بندیاں ہوتی ہیں، مثلاً کسی کے پاس اگر گولڈ کارڈ ہے تو مصدر البطاقۃ کی نظر میں وہ اچھا آدمی ہے، زیادہ کارڈ استعمال کرتا ہے اور اچھا گاہک ہے، اس لیے اس کے ساتھ کچھ خصائص لازمی طور پر ہو جاتے ہیں، مثلاً جس کے پاس گولڈن کارڈ ہو گا، اس کا خود بخود انشورنس ہو جائے، لائف انشورنس ہونے کی صورت میں اس کا جو پریمیم ہے، وہ مصدر البطاقۃ ادا کرے گا یا جس کے پاس وہ کارڈ ہو گا، وہ مخصوص جگہوں پر داخل ہو سکتا ہے، مثلاً ائیر پورٹ پر جو فرسٹ کلاس کے لاؤنج بنے ہوئے ہیں تو چاہے آپ کے پاس فرسٹ کلاس کا ٹکٹ نہ ہو، لیکن کارڈ دکھا کر آپ اس میں داخل ہو سکتے ہیں یا بعض ہوٹل اور نائٹ کلبز ہیں، آپ ان میں اس کارڈ کے ذریعہ داخل ہو سکتے ہیں تو یہ بعض خصائص ہوتے ہیں، تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی بطاقہ کے ساتھ کوئی ناجائز خصائص لگے ہوئے ہیں، مثلاً

facebook.com/masimfarooq

انشورنش، تقلیدی انشورنش جس میں قمار اور ربا کا عنصر ہوتا ہے، ایسے کوئی خصیصہ اپنے کارڈ کے ساتھ ملحق کرنا جائز نہیں یا نائٹ کلب اور سینما میں داخلہ ہے تو اس طرح نہ استعمال کرنے والے کے لیے جائز اور نہ ہی مصدرہ کے لیے جائز کہ وہ اس طرح کا کارڈ جاری کرے، جس کے ساتھ ناجائز قسم کے خصائص ملحق ہوں۔

اسی طریقے سے یہ بعض مرتبہ کوئی انعام دیتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر اتنا ہمارے کارڈ کو استعمال کرے گا تو اس کو فلاں چیز مفت مل جائے گی، مثلاً ہوائی جہاز کا ٹکٹ مل جاتا ہے، ہوٹل میں مفت قیام مل جاتا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ بہت قیمتی قسم کی شرابیں ہوتی ہیں، وہ بھی مفت مل جاتی ہیں، یعنی جو انعامات ہیں، ان کے اندر بھی تفصیل ہے کہ ایسا انعام جاری کرنا جو شریعت کے خلاف ہے اور گناہ ہے، وہ جائز نہیں اور ایسا انعام جو شریعت کے خلاف نہیں اور کوئی گناہ کا کام نہیں ہے تو اس کا جاری کرنا بھی درست ہے اور اس کا لینا بھی درست ہے، جہاں تک حامل بطاقہ کے لینے کا تعلق ہے اور حامل بطاقۃ کا تعلق اقراض کا نہیں ہے (وہ تو ان کا مقروض ہے کم از کم تین یا ساٹھ دن تک جب تک بل اس کے پاس آئے وہ مقروض ہے)، لہذا اگر کوئی مقرِض اپنے مقروض کو انعام دیتا ہے تو مقروض کے لیے کوئی قباحت نہیں، اس واسطے اس کا استعمال اس کے لیے جائز ہے، بشرطیکہ وہ انعام خود خراب اور حرام نہ ہو تو بتایا کہ جائز نہیں مؤسسات کے لیے کہ وہ حامل بطاقہ کو ایسے امتیازات عطا کرے، جس کو شریعت نے حرام کر دیا ہو، جیسے کہ لائف انشورش ہے یا حرام جگہوں پر داخلہ، جیسے نائٹس کلب، یا محرم قسم کے ہدایا پیش کرنا، جیسے شراب وغیرہ۔

یجوز منح حامل البطاقۃ ممیزات لا تحرمھا الشریعۃ الخ:

اس کا دوسرا پہلو ہے کہ ایسے ممیزات اگر حامل بطاقہ کو دیں، جو شریعت نے حرام قرار نہیں دیے، مثلاً جس سے حامل بطاقہ کو اولویت حاصل ہو جاتی ہے، بہت سی خدمات کے حصول میں، مثلاً یہ کہ ہوائی جہاز کی لائن میں آپ چلے جائیں تو آپ فرسٹ کلاس اکاؤنٹ میں اپنی چیکنگ کرالیں، جلدی سے آپ کا کام ہو جائے گا یا ہوٹلوں کی ریزرویشن میں کمی کر دی جائے اور ایئر لائنز کی کمپنیوں کے اندر یا ریسٹورینٹس وغیرہ میں تو اس قسم کی جو اولویت اور تخفیف ہو، وہ درست ہے، بلکہ میں نے بتایا کہ اب تو وہ خود ہدایا بھی دیتے ہیں اور اچھے خاصے قیمتی ہوتے ہیں تو اس میں بہت ساری چیزیں دیتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس اتنے پوائنٹس ہوں، وہ اتنی چیزیں لے سکتا ہے اور کسی کے پاس اتنے ہوں، وہ یہ چیزیں لے سکتا ہے، اسی پوائنٹ کے لحاظ سے ہدایا تقسیم کرتے ہیں، اسی طرح یہ ایک قسم کی ترغیب ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

فقد تمت ''بطاقۃ الحسم و بطاقۃ الائتمان'' بفضل للہ تعالی و ھو الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم(3)

المدين المماطل

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)نص المعیار:

یطبق هذا المعیار علی المدین الملئ المماطل الخ:

اس معیار میں اس مدین سے بحث نہیں ہے جو معسر، مفلّس، دیوالیہ ہو یا وہ مدین جو دین کو ادا کرنے سے کسی شرعی عذر کی وجہ سے تاخیر کر رہا ہے، بلکہ اس معیار میں اُس مدین، کفیل او ٹھیکیدار سے متعلق گفتگو ہے جو ملیئ یعنی مالدار ہوں اور اُنہیں کوئی شرعی عذر بھی در پیش نہ ہو، لیکن پھر بھی وہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے ہوں۔ اسی طرح اس گفتگو میں وہ شخص بھی شامل ہے جس نے کسی کام کے کرنے کا عہد کیا ہے اور وہ اپنے وعدہ پورا کرنے سے تاخیر کر رہا ہے۔

فیصیر مدین بمقتضی الشرط الجزائی:

شرط جزائی کا معنی یہ ہے کہ عقد میں یہ شرط لگانا کہ اگر دوسرے فریق نے مقررہ وقت پر اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں کو پورا نہ کیا تو اس کے پر اتنا جرمانہ عائد ہوگا، اس کو الشرط الجزائی کہتے ہیں۔

(۲)الحکم الشرعی

(أ)تحرم مماطلة المدین القادر علی وفاء الدین:

مدیون کا اپنا دین ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود دین ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لینا حرام ہے۔

(ب) لا یجوز اشتراط التعویض المالي نقدا أو عینا، وهو ما یسمی بالشرط الجزائي:

مدین اپنے وقت پر ادائیگی نہ کر سکا تو اس کے اوپر مقرر کردہ جرمانہ (خواہ اسکی مقدار مقرر کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، وہ جرمانہ نقد کی شکل میں یا عین کی شکل میں) عائد کرنے کی شرط لگانے کو شرطِ جزائی بھی کہتے ہیں اور جرمانہ عائد ہونے کی یہ شرط لگانا، اگرچہ کسبِ فائت کی وجہ سے ہو، جائز نہیں ہے۔

الکسب الفائت:

الفرصۃ الضائعۃ ترجمہ ہے انگریزی کی ایک اصطلاح کا، جس کو کہتے ہیں (opportunity cost) (opportunity) کا مطلب ہوتا ہے موقع اور cost کا معنی ہے لاگت، یعنی کسی کا موقع خراب کرنے کی لاگت۔

الفائت (الفرصۃ الضائعۃ) فرصہ کے معنی موقع جتنے دنوں مدین نے دائن کے حق کی ادائیگی میں تاخیر کی۔ اتنے دن تک میں اگر دائن وہ رقم کسی نفع بخش کاروبار میں لگاتا تو اس سے متوقع نفع مدین سے لینے کو الکسب الفائت کہتے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

ربوی معاملات میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی وقت پر ادائیگی نہ کرے تو اس کے اوپر opportunity costلاگو کر دیا جاتا ہے، یعنی یہ رقم جو تم نے مجھے ادا نہیں کی میں اگر اس کو کسی سود پر چلاتا تو اتنا سود ملتا، لہٰذا اب وہ تم ادا کرو۔

وہاں opportunity costمیں ہوتا یوں ہے کہ مثلاً شروع میں معاہدہ طے ہوا تھا کہ تم مجھے دس فیصد سود ادا کرو گے، اب اس نے وقت پر ادائیگی نہیں کی تو اب وہ دس فیصد نہیں رہے گا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا اِس وقت بازار میں شرح سود کتنی ہے؟ بازار میں شرح سود اگر بارہ فیصد ہو گئی ہے تو مطلب یہ ہے کہ تم نے میرے بارہ فیصد ضائع کیے ہیں، لہٰذا بارہ فیصد کے حساب سے ادائیگی کرو تو اس کو opportunity cost کہتے ہیں، اس کا ترجمہ عربی میں الفرصۃالضائعۃیاالکسب الفائت سے کیا گیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ الفرصۃالضائعۃیاالکسب الفائت کو بنیاد بنا کر بھی کوئی جرمانہ مقرر کرنا جائز نہیں۔

جرمانہ مقرر کرنے کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کرنسی کی قیمت میں تغیر کی بناء پر جرمانہ مقرر کیا جائے۔ یعنی دائن مدین سے یوں کہے کہ جب تم نے مجھ سے پاکستانی ایک لاکھ روپے لیے تھے۔ اس وقت ایک ڈالر پاکستانی پچپن روپے میں میں ملتا تھا، لیکن اب چونسٹھ روپے میں ملتا ہے۔ عملہ (کرنسی) کی قیمت میں تغیر پیدا ہونے کی وجہ قیمت کا فرق ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ روپے کرو۔ یہ زیادتی وصول کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ عملہ کی قیمت کے تغیر کے لحاظ سے تعویض (جرمانہ) ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی وجہ میں نے بحوث میں تغیر قیمۃالعملہ کے تحت تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دیون کی ادائیگی میں جو تماثل (الاقراض تقضی بامثالہا) قدر میں معتبر ہے، دیون کی ادائیگی میں قیمت کے اعتبار سے تماثل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا جتنے روپے لیے گئے تھے۔ اتنے ہی واپس کرنے ہوں گے۔ جہاں معاملہ قرض کا ہو تو وہاں قیمت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا تغیر قیمۃ العملۃ کا اعتبار نہیں ہے۔

اب اس میں **دو باتیں** عرض کر دیتا ہوں:

ا۔ یہ جو کہا کہ تعویض عن الفرصۃالضائعۃ جائز نہیں قرض میں یہاں یہ سمجھ لیجئے کہ بعض فقہاء متاخرین، مثلاً شیخ مصطفی زرقاء، یوسف قرضاوی، بلکہ صدیق الضریر صاحب، اس کے علاوہ کئی حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے اور وہ اس بات کے قائل ہیں کے تعویض مقرر کرنا جائز ہے۔

یہ حضرات تعویض مقرر کرنے کا طریقہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مثلاً بینک نے کسی کو مرابحۃً کوئی چیز فروخت کی۔ اب اس کا قرض کسی کے ذمہ واجب تھا۔ اس نے وہ وقت پر ادا نہیں کیا تو جتنے دن اس نے ادائیگی میں تاخیر کی اتنے دن اتنی رقم اگر اسی بینک کے حساب استثمار میں رکھی جاتی، تو اس پر اگر کوئی نفع ہوتا تو وہ نفع مدیون کے ذمہ عائد کیا جائے اور یہ ربو نہیں ہے، بلکہ تعویض عن الضرر ہے، اس لیے کہ اس میں اور ربوا میں مندرجہ ذیل کئی فرق پائے جاتے ہیں:

facebook.com/masimfarooq

(۱) ایک فرق تو یہ ہے کہ ربوا میں معسر اور موسر کا کوئی فرق نہیں ہوتا، لیکن ہم یہ مطالبہ صرف موسر اور مماطل سے کرتے ہیں۔ معسر سے یہ مطالبہ نہیں کرتے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ اس پر کوئی معین شرح مقرر نہیں، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں اگر حساب استثمار میں رقم رکھی جاتی تو اس پر نفع آتا یا نہیں؟

اگر اس مدت میں نفع آیا ہی نہیں استثمار کا تو ہم بھی کوئی مطالبہ نہیں کرتے، لیکن اگر اس مدت میں کوئی نفع آیا تو ہم اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اتنا وہ ادا کریں اور ربوا میں یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر صورت میں واجب الاداء ہوتا ہے، مدین معسر ہو یا موسر ہو اور حسابِ استثمار میں نفع آیا ہو یا نہیں، بہر صورت یہ واجب الاداء ہوتا ہے، ہم نے یہ شرطیں لگائی ہیں، تاکہ یہ صرف خالص ضرر کی تعویض ہو اور ربا نہ بنے۔

اور ان حضرات کا مزید کہنا یہ ہے کہ اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اگر یہ تعویض نہ لگائیں تو دین کی ادائیگی میں بلاجواز تاخیر کرنے والے تو اسلامی بینکوں کو تباہ کر دیں گے، کیونکہ ان کو تو اپنے اوپر جرمانہ عائد ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا، لہٰذا وہ تاخیر پر تاخیر کرتے چلے جائیں گے اور اس کا مداوی نہیں ہوگا اور اگر عدالت میں معاملہ لے کر جائیں تو آج کل عدالتیں مہینوں اور سالوں میں فیصلے کرتی ہیں، لہٰذا اس سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر بلاجواز دین کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والے کے خلاف تعویض مقرر کرنا جائز ہے۔

لیکن یہ موقف اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ زیادتی خواہ کسی بھی طریقہ سے وصول کی جائے، معین ہو یا غیر معین ہو یہ "قرض جر نفعاً" کے تحت داخل ہے اور یہ کہنا کہ معسر سے نہیں لیں گے، تو عملاً اس کا نفاذ اس لیے ممکن نہیں کہ ہر آدمی کہے گا کہ میں معسر ہوں، کیونکہ کسی بھی شخص کے معسر ہونے کا معیار مقرر کرنے کے لئے کوئی پیمانہ نہیں ہے، چنانچہ جو ادارے اس پر عمل کرتے ہیں انہوں نے یہ قاعدہ بنا لیا کہ ہمارے پاس کسی بھی شخص کو معسر قرار دینے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ معسر اس کو کہا جائے جو مفلّس ہو جائے۔ تفلیس سے پہلے کسی کو معسر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اب تفلیس ایک انتہائی معاملہ ہوتا ہے اور تفلیس کے بعد تو سود والے بھی سود وصول نہیں کر سکتے، تو اگر یہ وصول نہ کر پائیں تو تعویض اور سود کے مابین کوئی خاص فرق نہیں رہے گا۔

رہا یہ کہ ہم اس کو حسابِ استثمار میں رکھنے کے حساب سے تعویض مقرر کرتے ہیں، لہٰذا حسابِ استثمار میں اگر نفع نہ آیا تو ہم کسی نفع کا مطالبہ نہیں کرتے ہیں، لیکن حسابِ استثمار کا جس طریقہ سے رواج ہے، آج تک ایسا نہیں ہوا کہ نفع بالکل نہیں آیا ہو، لہٰذا وہ تقریباً ایسے ہی ہے، جیسا کہ طے کر لیا گیا ہو اور ویسے بھی کل قرض جر نفعاً میں داخل ہونے کی وجہ تعویض مقرر کرنے کا مندرجہ بالا طریقہ کار شرعی اصول کے خلاف ہے۔

facebook.com/masimfarooq

وہ حضرات اس تعویض مقرر کرنے کے سلسلے میں ''لا ضرر ولا ضرار'' سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں مذکور فرمان کے مطابق ضرر کا کچھ مداوا کرنا چاہئے۔

ان حضرات کے مذکورہ استدلال کے بارے میں یہ عرض ہے کہ حدیث میں بلکہ پوری شریعت میں کہیں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی کہ کسی شخص کے اوپر دین کی بروقت ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے کوئی مالی جرمانہ عائد کیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ وہ صراحتاً چوری کرے تو اس کا ہاتھ تو کاٹ دیں گے، لیکن یہ کہنا کہ اتنے دن تک تم نے میرا مال ضائع کیا تو اب opportunity cost ادا کرو، اس کی کہیں کوئی نظیر موجود نہیں ہے، نیز یہ مسئلہ مدینِ مماطل کا آج نیا پیدا نہیں ہوا، ہمیشہ سے رہا ہے یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو مالدار آدمی ہے، وہ اگر ٹال مٹول کرے تو اس کی آبرو کو بھی یہ حلال کر دیتا ہے اور اس کی سزا کو بھی حلال کر دیتا ہے، سزا دینا تو برحق ہے، لیکن یہ نہیں کہا ''یحل مالہ'' چنانچہ تاریخ میں اس کی کوئی نظیر بھی نہیں ہے، لہذا یہ موقف ہمارے نزدیک درست نہیں ہے۔ اور اس کی مزید تفصیل میں نے احکام البیع بالتقسیط میں ''بحوث قضایا فقہیہ'' کے اندر بیان کی ہے۔

۲۔ دوسرا مسئلہ تغیر قیمۃ العملۃ کا ہے، آج کل بہت سوال اٹھتا ہے کہ عملہ کی قیمت بدل گئی، لہذا کم از کم اتنی مالیت تو دائن کو مل جائے جتنی اس نے دی تھی تو اس کے جو مختلف طریقے تجویز کیے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ بازار کی قیمتوں کے اشاریوں کے اعتبار سے ادائیگی ہو، یعنی افراط زر کی شرح جتنی بڑھی ہے، اتنی شرح سے، اصل دین پر اضافہ کیا جائے، مثلاً کسی زمانے میں تین فیصد افراط زر میں اضافہ ہوا، تو اب دین کے اندر بھی تین فیصد اضافہ کیا ہے۔

یہ طریقہ تو بالکل بھی شریعت کے مطابق نہیں ہے، البتہ ایک دو امکان ایسے ہیں، جو ابھی بھی میرے نزدیک غور طلب ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو سونے سے وابستہ کیا جائے کہ اصل اب تو اس کی پشت پر سونا تو نہیں، لیکن ہوتا یہ تھا کہ شروع میں ان نوٹوں کی پشت پر سونا ہوتا تھا، لیکن بعد میں سونا دینے سے انکار کر دیا لیکن یہ کہنا کہ اس کا سونے سے رابطہ بالکل منقطع ہو گیا کے بجائے یہ بات غور طلب ہے کہ اب بھی اگر ہم یہ کہیں کہ حکماً (اگرچہ حقیقتاً نہیں ہے) اس کا رابطہ سونے سے ہے اور اس بناء پر ہم یہ کہیں کہ جب اس نے پاکستانی روپے دیے، تو اس نے پاکستانی روپے کے بقدر اس دن جو سونا آتا تھا وہ دیا ہے، لہذا اب جب ادائیگی کرے تو اس سونے کی قیمت میں ادائیگی کرے، اس کا ایک امکان غور کیلئے موجود ہے، خاص طور سے ان ملکوں کے اندر جہاں کرنسی کے گرنے کی شرح بہت تیز رفتار ہے اور یہ واقعات پیش آئے ہیں مثلاً لبنان، ترکی، روسی فلسطین اور افغانستان وغیرہ میں، کہ اتنی تیز رفتاری کیساتھ شرح گری کہ کوئی حساب نہیں، اس لیے جہاں کرنسی اتنی تیز رفتاری کیساتھ گرتی ہو، وہاں اس کرنسی کو ملحق بالکساد کر کے کساد کے احکامات اس پر لگائے جائیں، کساد کا حکم یہ ہے کہ جو فلوس دیے تھے وہ کاسد ہو گئے، تو اس وقت مدین کے

facebook.com/masimfarooq

ذمہ اس کی قیمت واجب الاداء ہو جاتی ہے، تو جہاں اس قسم کا بہت فاحش قسم کا فرق ہو گیا ہو، ایسی صورت میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی گنجائش ہے کہ اس کو ملحق بالکساد کر دیا جائے، وہ در حقیقت ضرر کی تعویض نہیں، بلکہ اس پر کساد کا حکم لگا دیا گیا ہے۔

(ج) لا تجوز المطالبة القضائية للمدين المماطل بالتعويض المالي نقدا أو عينا عن تأخير الدين.

یہ بات تو واضح ہے کہ قضا میں مدیون مماطل سے تعویض مالی کا مطالبہ کرنا، نقداً ہو یا عیناً، جائز نہیں۔

(د) يتحمل المدين المماطل مصروفات الدعوى وغيرها من المصروفات التي غرمها الدائن من أجل تحصيل أصل دينه.

مدیون مماطل پر یہ شرط عائد کرنا جائز ہے کہ وہ دعوی وغیرہ کے اخراجات برداشت کرے، یعنی اگر دائن کو اپنے قرض وصول کرنے کیلئے عدالت میں دعویٰ عائد کرنا پڑے، تو اس دعوی کے جو اخرجات ہونگے وہ مدیون مماطل برداشت کرے گا اور اس دین کو حاصل کرنے کیلئے جو اخراجات برداشت کرنے پڑے وہ غریم برداشت کرے، یہ مسئلہ کہ مصارفِ مقدمہ کس کے ذمہ ہونگے، ہمارے فقہاء متاخرین نے اس پر بحث کی ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق فتویٰ دیا ہے، کہ مقدمہ کے مصارف اس کے ذمہ ڈالے جا سکتے ہیں، اور اصل یہ ہے کہ قرض دینے کیلئے اور اس کی بروقت وصولی کیلئے جو کچھ اخراجات دائن کو واقعۃً کرنا پڑیں، اس کا مطالبہ مدیون سے کیا جا سکتا ہے، یعنی وہ اخراجات جو قرضہ دینے کیلئے بعض اوقات کرنے پڑتے ہیں کہ ابھی قرضہ نہیں دیا لیکن اس شخص کی حالت کا جائزہ لینے کیلئے اس کو کچھ محنت کرنی پڑی، یا اسکو کچھ خرچ کرنا پڑا، تو وہ بھی اس سے وصول کر سکتا ہے، اور اصل اس میں قرآن کریم کی وہ آیت ہے وليملل الذى عليه الحق۔۔۔الخ جس شخص کے ذمہ حق واجب ہے، املاءِ وثیقہ کی ذمہ داری اس پر ہے، اس کا لکھنا لکھوانا اس پر اگر کچھ خرچ کرنا پڑے، تو وہ بھی مدیون ہی خرچ کرے گا، تو اس سے یہ اصول نکلتا ہے کہ دائن کو دین کی توثیق وغیرہ میں جو اخراجات کرنے پڑتے ہیں، وہ مدیون برداشت کرے گا۔

ھ:يحق للدائن...الخ

دائن کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اس کو سیال بنانے کیلئے رہن کی بیع کا مطالبہ کرے،، تسییل کا معنی ہے نقد کی شکل میں منتقل کرنا، اس کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرنا، جیسا کہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ یہ شرط لگائے کہ میں قرضہ اس وقت دونگا جب تم مجھے اس رہن کی بیع کا حق تفویض کر دو، تاکہ اس کے ثمن سے اپنا حق وصول کر سکوں، اور اس کیلئے قاضی کے قضا کی ضرورت نہ پڑے، یعنی عام طور سے ہوتا یہ ہے کہ جب مدین نے اپنا حق ادا نہیں کیا اور رھن رکھا ہوا ہے، تو دائن کو قاضی کے پاس دعویٰ کرنا پڑتا ہے، استغاثہ

facebook.com/masimfarooq

کرناپڑتا ہے، نالش کرنی پڑتی ہے کہ ابھی اس نے میرا دین ادا نہیں کیا، رہن رکھا ہوا ہے اس کو فروخت کرنے اجازت دی جائے، آج کل عدالتی کاروائی بڑا وقت لیتی ہے اور پیسے بھی کافی خرچ ہو جاتے ہیں، تو اس واسطے اگر یہ شرط عقدِ قرض ہی میں لگائی جائے کہ مجھے قاضی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ مدیون کی طرف سے تفویض کی جارہی ہے کہ جب ایسا ہو تو وہ خود بیچ کر اس کے پاس جو چیز ہے، اس سے پیسے حاصل کرے، تو یہ بھی درست ہے۔

(و) يجوز اشتراط حلول الأقساط جميعها إذا تأخر المدين المماطل عن سداد قسط منها. والأولى أن لا يطبق هذا الشرط إلا بعد إشعار المدين ومضي مدة مناسبة لا تقل عن أسبوعين.

عقد کے وقت یہ شرط لگانا بھی جائز ہے کہ اگر مدین مماطل کو ایک قسط کی ادائیگی میں تاخیر ہو گئی تو تمام اقساط حال ہو جائیں گی یعنی فوراً ادا کرنی پڑے گی چاہے دین چھ ماہ یا ایک سال کے لیے ہو، لیکن اولی یہ ہے کہ مدیون کو نوٹس دینے سے پہلے اس پر عمل نہ کیا جائے لیکن یہ نوٹس دو ہفتوں سے کم نہ ہو، تاکہ یہ نہ ہو کہ قسط کی ادائیگی میں صرف ایک گھنٹہ گذرا، اور ساری قسطیں حال ہو گئیں، بلکہ اس کو کچھ وقت دیا جائے۔

ز) إذا كانت العين المبيعة في حالات المرابحة قائمة بحالتها التي كانت عليها، وكان المشتري مماطلا في أداء الثمن، ثم أفلس، فإن البائع (المؤسسة) يحق له استرداد العين المبيعة، بدلا من الدخول في التفليسة.

مرابحہ میں عین مبیع قائم کی ہے اور اسی حالت میں ہے جس حالت میں اس کی فروختگی ہوئی تھی اور مشتری اداءِ ثمن میں مماطلت سے کام لے رہا ہے، اور پھر وہ مفلس اور دیوالیہ ہو گیا، تو بائع یعنی مؤسسہ کو دیوالیہ کی کاروائی میں داخل ہونے کے بجائے عینِ مبیع کے واپس لینے کا حق ہو گا، اس میں ایک مسئلہ فقہیہ ہے۔ وہ یہ کہ فقہاء ثلاثہ کا اس میں مشہور اختلاف ہے کہ اگر بیع کی جائے اور مبیع قائم ہو اور مشتری مفلس ہو گیا تو احناف کا مؤقف یہ ہے کہ وہ اسوۃ للغرماء ہوتا ہے، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ مال بعینہ بائع لے سکتا ہے، اور حدیث بھی آئی ہے، یہاں ان معاملات میں مماطلت بہت زیادہ شائع ضائع ہے اور بہت زیادہ اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، لہذا اس میں ائمہ ثلاثہ کے مذہب کو اختیار کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ مبیع لینے کا حق بائع کو ہو گا۔

(ح) يجوز أن ينص في عقود المداينة؛ مثل المرابحة، على إلتزام المدين عند المماطلة بالتصدق بمبلغ أو نسبة بشرط أن يصرف ذلك في وجوه البر بالتنسيق مع هيئة الرقابة الشرعية للمؤسسة.

عقود مداینہ مثلاً مرابحہ میں جائز ہے کہ اس بات کی تصریح کر دی جائے کہ مدین اگر مماطلت کرے گا تو وہ ایک خاص رقم یا قرض کی رقم کی کچھ خاص نسبت مثلاً ۴ یا ۵ فیصد صدقہ کرنے کا التزام کریگا بشرطیکہ اسے وجوہِ برّ میں صرف کیا جائے۔ اور اس میں مؤسسہ کے ہیئۃ الرقابۃ الشرعیہ کیساتھ مشاورت و

facebook.com/masimfarooq

تحقیق کی جائے گی اور وہ بتائے گی کہ اس کو کس جگہ خرچ کیا جائے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ مماطلت کی وجہ سے مؤسسہ کو اپنی آمدنی میں اضافہ کرنا جائز نہیں،البتہ یہ جائز ہے کہ مدیون خود التزام کرے کہ اگر میں نے مماطلت کی اور وقت پر ادائیگی نہ کی تو میں اتنی رقم صدقہ کردوں گا،اس کیلئے اگر خود مؤسسہ کے اندر ایک الگ شعبہ یا فنڈ قائم کر دیا جائے،جس سے اس رقم کو وجوہ بر میں خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے اور بنیاد یہ ہے کہ ویسے تو ہر ایک آدمی التزام کر ہی سکتا ہے،لیکن مالکیہ کے ہاں اس بات کی صراحت ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں اپنے وقت پر قرضہ ادا نہ کروں تو اتنا صدقہ کرونگا،تو یہ التزام مالکیہ کے بعض حضرات کے نزدیک قضاءً بھی لازم ہو جاتا ہے،"احکام البیع بالتقسیط"میں،میں نے بعض حضرات کی وہ عبارتیں نقل کی ہیں،جس میں یہ ہے کہ التزام قضاءً بھی لازم ہو گا،صرف دیانۃً نہیں،اور یہ مماطلت کی جو صورتحال اس وقت ہے اس سے بچنے کیلئے یہ ایک مناسب تجویز ہے،البتہ بینک اس کو استعمال نہیں کرے گا بلکہ وجوہ بر میں اس کو صرف کیا جائیگا،لیکن سمجھنا چاہیے کہ یہ معاملہ اسی طرح ہونا چاہیے کہ مدیون خود التزام کرے،چنانچہ عقد میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ میں اس بات کا التزام کرتا ہوں کہ اگر بروقت ادائیگی نہیں کی تو اتنی رقم ادا کرونگا،یہ نہیں کہ بینک اس بات پر جرمانہ عائد کرتا ہے۔اس سے بینک کی آمدنی کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا،لیکن جو مقصود ہے کہ مدیون پر دباؤ ہو،اور وہ بروقت ادا کرے اس سے یہ مقصد پوری طرح حاصل ہو جاتا ہے،تو اس لیے مدین مماطل سے بروقت رقم وصول کرنے کی یہ ایک متبادل تجویز ہے۔اس میں ایک بات مزید یاد رکھنی چاہیے،کہ چونکہ یہ التزام ہے اور التزام میں تملیک کی بھی ضرورت نہیں،لہذا وہ اگر یہ کہے کہ میں وجوہ بر میں خرچ کرونگا،یا بینک کے خیراتی فنڈ میں دونگا،تو اب بینک کے خیراتی فنڈ میں جو بھی قواعد مرتب کر لیے جائیں اس میں تملیک کرنا کوئی ضروری نہیں،اور ہم نے یہ تجویز رکھی تھی کہ اس فنڈ کو ایسا رکھا جائے کہ علاوہ اس کے کہ اس سے بہت سے خیراتی کام ہوں،بہت سے لوگوں کو بلاسودی رقم کی ضرورت پڑتی ہے،مثلاً کوئی شخص قرض کے علاوہ کوئی اور معاملہ مثلاً مرابحہ وغیرہ نہیں کرتا،بلکہ اس کو قرض ہی مطلوب ہوتا ہے،تو اس سے ایسے قرضے بھی ادا کیے جائیں،اور واپس لیئے جائیں،تو اس میں خاصی گنجائش ہے۔

2/2 الكفيل

(أ) يجوز للدائن مطالبة الكفيل بالدين بمقتضى القواعد الشرعية المقررة. ويحق للمؤسسة مطالبة أي منهما ما لم يشترط مطالبة المدين أولاً.

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفیل لے لیا،تو پھر مؤسسہ کو حق ہے کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرے چاہئے کفیل سے،چونکہ کفالت میں ضم الذمۃ الی الذمہ ہوتا ہے،اس لئے دونوں سے مطالبہ کر سکتا

facebook.com/masimfarooq

ہے،البتہ اگر اس میں کفیل نے یہ شرط لگادی کہ پہلے اصیل سے مطالبہ کروا گر وہ نہ دے تو پھر میں دوں گا، تو اس شرط کی پابندی کی جائیگی۔

(ب) يطبق على الكفيل المماطل كل ما ورد ذكره بالنسبة إلى المدين المماطل.

جس طرح اصیل مماطل ہے اسی طرح کفیل بھی مماطل ہو گیا، تو اس کے اوپر بھی وہی ساری باتیں اور احکام جاری ہونگے، جو پیچھے مدین مماطل کے بارے میں گزر چکے ہیں

3/2 المقاول أو المتعهد

يجوز النص على شرط الجزائي في عقود المقاولات وعقود الاستصناع وعقود التوريد.

عقد مقاولات اور عقود توریدمیں شرط جزائی کی تصریح کرنا جائز ہے، شرط جزائی کا مطلب یہ ہے کہ جیسے مقاولات (ٹھیکہ داری) میں کسی ٹھیکہ دار سے بات ہوئی کہ تم ہمیں فلاں تاریخ تک یہ مکان بنا کر دے دوگے، اگر تم نے اس میں اس تاریخ سے تاخیر کی تو فی یوم کے حساب سے تمہاری اجرت میں اتنی کمی ہو جائے گی، اس کو الشرط الجزائی کہتے ہیں، تو یہ شرط جزائی مقاولات کے عقود میں جائز ہے اور عقود استصناع و مقاولات میں جو تعمیر ہوتی ہے وہ در حقیقت استصناع ہی ہوتی ہے، اسی طرح اور بھی اگر کوئی عقد استصناع ہے مثلاً تم میرے اتنے کپڑے تیار کرو، یا فلاں چیز تیار کر کے لاؤ گے تو اس کے اندر بھی شرط جزائی جائز ہے اور عقود التورید کے اندر بھی جائز ہے "تورید" کے معنی ہیں سپلائی کہ مثلاً آج کل یہ معاملہ ہوتا ہے کہ مثلاً کوئی ہوٹل ہے اس کو روزانہ تین وقت کا کھانا پکا کر رکھنا پڑتا ہے، وہ کسی سپلائیر سے یہ معاہدہ کرتا ہے، کہ تم مجھے روزانہ اتنا آٹا اتنے چاول اتنی دالیں وغیرہ وغیرہ فلاں وقت پر فراہم کروگے یا فلاں چیز اس وقت تیار کرے دوگے تو اس کے اندر بھی شرط جزائی عائد ہی جاسکتی کہ اگر تم کھانا پکا کر فلاں وقت تک لے آئے تو پوری اجرت ملے گی اور اگر بروقت نہ لائے تو فی گھنٹہ کے حساب سے اتنی کمی ہو جائیگی کیونکہ اگر وہ وقت پر نہ لائے تو سارا کھیل ہی بگڑ جاتا ہے، اس کی اصل یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں اجارہ میں ہے کہ: ان خطّه غداً فبنصف درهم تو اس سے اس میں سہارا لیا ہوا ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ ان عقود کے اندر وقت اہمیت رکھتا ہے کہ وقت پر اگر سپلائی نہ کی گئی تو سارا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، یہ کوئی جرمانہ نہیں بلکہ قیمت یا اجرت میں کمی ہے۔

وفي حال المماطلة عن أداء مبلغ الشرط الجزائي تطبق أحكام المدين المماطل ذات الصلة بالمقاول أو المتعهد. ويجوز حسم المبلغ من استحقاقات المقاول.

یعنی شرط جزائی کے مطابق جو رقم مقاول یا صانع یا مورد کو ادا کرنی تھی، اگر اس نے وقت پر ادا نہ کی تو اس کے اوپر وہ احکام جاری ہونگے جو مدین مماطل کے پیچھے ذکر کئے گئے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

ويجوز خصم المبلغ ---الخ

اور اس مبلغ کو مقابل کے استحقاق سے کاٹنا جائز ہے، یعنی اس کی جو اجرت ہے اس میں کمی کرے۔

4/2 الجزاءات المعنوية للمماطلة

يحق للمؤسسة إدارج اسم المدين المماطل في قائمة العملاء غير المرغوب في التعامل معهم (القائمة السوداء), وتحذير المؤسسات الأخرى منه، سواء عند استفسارها عنه أم مباشرة بتبادل المؤسسات لتلك القوائم.

مؤسسہ کو یہ بھی حق ہے کہ مدین مماطل کا نام بلیک لسٹ یعنی ایسے گاہکوں کی فہرست میں درج کردے جن کے ساتھ تعامل مرغوب نہیں ہے، اور دوسرے موسسات کو اس سے باخبر کردے کہ اس سے ہوشیار رہیں یہ آدمی معاملات میں صحیح نہیں، چاہے پوچھنے کے وقت کیا جائے یا براہ راست فہرست بھیج دی موسسات آپس میں ان فہرستوں کا تبادلہ کرلیں، اگر اس پر عمل کیا جائے تو حکومت کے لیے یہ بہت موثر ہو سکتا ہے، جو انفرادی موسسات ہیں وہ بیچارے اگر کوئی تجویز بھی دینگے تو دوسرے موسسات اس کو شرح سود پر پالیسی دینے کو بھی تیار ہونگے، لیکن اگر حکومت اپنے طور پر اس بات کو نافذ کرے تو کسی کو مماطلت کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

5/2 أحكام عامة

(أ) يحق للمؤسسة تتبع أحوال المدين المماطل وتصرفاته المالية، وهذا من ملازمته ومتابعته.

مؤسسہ کو یہ حق ہے کہ وہ مدینِ مماطل کے حالات کا تعاقب اور جستجو کرتا رہے اور اس کے مالی تصرفات کی چھان بین کرتا رہے، یہ اس کی ملازمت و متابعت میں داخل ہے یعنی فقہاء کرام نے یہ حق دیا کہ کہ دائن مدیون کو لازم پکڑلے کہ جہاں تو جائے گا وہاں میں بھی جاؤں گا، آج کل کے عقود میں بہت سی شرطیں لگائی جاتی ہیں کہ ہر تین مہینہ کے بعد مثلاً مدیون اپنی مالی حالات کا بیان (اسٹیٹمنٹ) ہمارے پاس بھیجا کرے، کہ میری اتنی آمدنی ہو رہی ہے اور مجھے اتنا نفع ہو رہا ہے، دائن مدیون کو یوں کہے کہ تو اپنے تصرفات مالیہ ہمیں بتائے گا تو دائن کو یہ کہنے کا حق ہے۔

(ب) لا مانع من قبول ما يقدمه المدين المماطل عند السداد من زيادة على الدين على أن لا يكون هناك شرط مكتوب أو ملفوظ أو ملحوظ, أو عرف، أو تواطؤ على هذه الزيادة.

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدیون اپنی رضامندی سے زیادہ دے اور عقد کے وقت نہ کوئی شرط ہے نہ مکتوب، نہ ملفوظ ہے اور نہ ہی ملحوظ، عرف اور تواطؤ بھی نہیں کہ پہلے سے سازش بنائی ہوئی ہے کہ اس طرح کرینگے، تو پھر جائز ہے۔

facebook.com/masimfarooq

ج) يجوز أن تشترط المؤسسة في عقد المداينة أنه عند تأخر المدين عن السداد الخ

مؤسسہ کے لئے یہ شرط لگانا جائز ہے کہ اگر مدین نے ادائیگی میں تاخیر کی تو موسسہ کو حق ہوگا کہ وہ اپنا دین عمیل کے حسابات یعنی اس کے جتنے اکاؤنٹ ہیں ان میں سے جس سے چاہے وصول کرلے، چاہے وہ حسابات جاریہ یعنی کرنٹ اکاؤنٹ ہو یا یا استثمار یعنی انوسٹ منٹ اکاؤنٹ ہو اوراس کے لئے مدین سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہ ہوگی، مگر اجازت نہ لینا اس صورت میں ہے جب وہ اکاؤنٹ اسی کرنسی میں ہے جس کرنسی میں اس کے ذمے دین واجب تھا، لیکن اگر اکاؤنٹ کسی اور کرنسی میں ہے تو صَرف کے سعر کا مقرر کرنا ضروری ہوگا (کیونکہ دوملکوں کی کرنسیوں میں آپس میں اختلاف ہوتا ہے) اور یہ مقرر کرنا یا تو باہمی اتفاق سے ہوگا یا عمیل کی طرف سے موسسہ کے لئے تفویض لی جائیگی کہ وہ اس دن کے بازاری بھاؤ کے مطابق صرف کرے۔

اس مسئلہ میں شروع سے اختلاف ہے کہ خلاف جنس کی صورت میں دائن مدیون سے اپنا دین لے سکتا ہے یا نہیں؟

حنفیہ کے ہاں اس جنس سے لے سکتا ہے غیر جنس سے نہیں لے سکتا، اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ لے سکتا ہے، لیکن متاخرین حنفیہ نے شافعیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ ہر جنس سے لے سکتا ہے لیکن یہاں کرنسی کے معاملے میں احتیاط برتی گئی ہے، اگرچہ اس مفتی بہ قول کے مطابق جائز یہ بھی تھا کہ خلاف جنس سے بھی لے لیا جائے۔ مزید احتیاط یہ برتی گئی ہے کہ اس کو عقد مداینہ کے اندر مشروط کرنے کی شرط لگادی ورنہ مسئلہ ظفر میں تو اگر عقد کے اندر شرط نہ بھی ہو تب بھی لے سکتا ہے۔

2/6 ثبوت المماطلة

تثبت المماطلة إذا تأخر المدين عن السداد في الموعد المحدد بعد المطالبة المعهودة ما لم يثبت المدين إعساره.

مماطلہ اس وقت ثابت ہوگی جب مدین مقررہ مدت کے اندر ادائیگی سے تاخیر کرے اور مطالبہ پر بھی ادا نہ کرے البتہ اگر وہ اپنا اعسار ثابت کردے تو پھر مماطل نہیں کہلائے گا، اور اس پر مماطل کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

فقد تمت ''المدین المماطل'' بفضل اللہ تعالیٰ وھو الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (5)

الضمانات

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الملكية الفكرية: یہ 'intellectual property' کا ترجمہ ہے اس سے مراد حقِ تالیف، حقِ نشر، حقِ ایجاد وغیرہ ہیں کہ جو انسان کو کسی ذہنی کاوش کے نتیجے میں حق حاصل ہو تو وہ انسان کی ذہنی ملکیت ہے اور اس میں نیا پروگرام ڈیزائن کرنا وغیرہ بھی داخل ہیں۔ اس طرح حقوق کی خرید وفروخت کے بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں:

۱۔ حقوق مال نہیں ہیں، لہذا ان کی بیع وشراء درست نہیں ہے۔

۲۔ حقوق اب یہ مال بن گئے ہیں، للہذا اب ان کی خرید وفروخت جائز ہے تو یہاں اس معیار میں اسی دوسرے مؤقف کو بیان کیا گیا ہے۔

ولا يخل هذا الاشتراط بالعقد المشترط فيه

ضمان کی شرط عقد کو فاسد نہیں کرتی، کیونکہ یہ شرط عقد کے ملائم ہے۔

1/2/2 لا يجوز اشتراط الكفالة أو الرهن في عقود الأمانة، مثل عقد الوكالة أو الإيداع؛ لمنافاتهما لمقتضاها، ما لم يكن اشتراطهما مقتصرا على حالة التعدي أو التقصير أو المخالفة، وبخاصة عقود المشاركات والمضاربة، حيث لا يجوز اشتراط الضمان على المضارب أو وكيل الاستثمار أو أحد الشركاء سواء كان الضمان للأصل أم للربح، ولا يجوز تسويق عملياتها على أنها استثمار مضمون.

ضمان لینا اسی صورت میں جائز ہے کہ جب کوئی عقد ہوا اور اس عقد کی نتیجے میں کسی کے ذمہ دین واجب الاداء ہو جائے تو مدیون سے ضمان لینا جائز ہے، لیکن جہاں دین لازم نہیں ہو رہا، بلکہ کفالۃ، ودیعۃ کی طرح کوئی عقدِ تبرع ہو رہا ہو یا مضاربۃ وغیرہ ہو تو ان صورتوں میں ضمان طلب نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر عقدِ تبرع میں کوتاہی کی بناء پر کوئی ضمان واجب ہو جائے تو اسے وصول کیا جا سکتا ہے۔

2/2/2 لا يجوز الجمع بين الوكالة والكفالة في عقد واحد؛ لتنافي مقتضاهما، ولأن اشتراط الضمان على الوكيل بالاستثمار يحول العملية إلى قرض بفائدة ربوية بسبب ضمان الأصل مع الحصول على عائد الاستثمار. أما إذا كانت الوكالة غير مشروطة فيها الكفالة، ثم كفل الوكيل من يتعامل معه بعقد منفصلا فإنه يكون كفيلا لا بصفة كونه وكيلا، حتى لو عزل عن الوكالة يبقى كفيلا.

اکثر بینکار یہ چاہتے ہیں کہ وکیل کو بھی ضامن بنایا جائے اور وکالۃ اور کفالۃ کا معاملہ بھی ساتھ ساتھ رہے، مثلاً بینک اپنے مخصوص گاہکوں کو جانتا ہے اب التمويل المجمع وغیرہ میں کئی بینک مل کر ایک بینک کو وکیل بناتے ہیں کہ ہم سب کی مشترکہ رقموں سے تم سرمایہ کاری کرو تو اب جن مختلف بینکوں نے ایک بینک کو وکیل بنایا تو وہ یہ کہتے ہیں کہ تم ہماری رقم سے جس شخص کے ساتھ معاملہ کرو گے اس کے بارے ہمیں

facebook.com/masimfarooq

اطمینان کے لئے کوئی ضمانت چاہئے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کو ضامن بنائیں؟ تو ہوتا یہ ہے کہ مختلف بینک مل کر اسی وکیل بینک کو ہی ضامن بنا دیتے ہیں جو جائز نہیں ہے۔

أما إذا كانت الوكالة غير مشروطة فيها الكفالة الخ

یہ فی نفسہ محلِ نظر ہے کیونکہ اگر عقدِ منفصل کے ذریعہ کفیل بن بھی گیا تو بھی یہ بحیثیت وکیل کے تو مطالِب ہوگا، کیونکہ مدیون سے معاملہ کرنا اسی کی ذمہ داری ہے اور کفیل کی حیثیت سے یہ مطُالَب ہے یوں "مطُالِب اور مطالَب" ایک ہی ہو گیا، لہٰذا مجھے اس پر تحفظ ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی اور حل آسانی سے نظر نہیں آتا۔ بس یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ الگ الگ حیثیت سے مطالِب اور مطالَب بن رہا ہے اور دونوں حیثیتیں ایک دوسرے کو متلازم نہیں ہیں، نیز یہ عقدِ منفصل تو ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان کے درمیان ایک تفاہم تو ہوگا کہ کفالتِ عقد بھی کریں گے تو جیسا کہ پہلے بتایا تھا کہ اگر عقد میں شرط نہ ہو بلکہ تفاہم یا وعدہ کی شکل میں ہو تو اس کی گنجائش ہے، لہٰذا یہ طریقہ کار صحیح ہے، بہر حال میری نظر میں یہ طریقۂ کار محلِ نظر ہے۔

سواء أكان بمستند عادة أم رسمي:

چاہے عام کاغذ ہو یا قانونی طور پر کارروائی کی صورت میں لکھی جائے

لا يحق للمؤسسة الكفالة مع عدم حق الرجوع على المكفول عنه إلا إذا كانت مخولة بالتبرع:

اسلامی موسسہ مکفول عنہ سے رجوع نہ کرنے کی صورت میں کفالہ نہیں دے سکتی، کیونکہ ان کے پاس پیسے شرکاء کے ہیں اور یہ ان کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتے اگر اجازت ہو تو پھر ٹھیک ہے، لیکن اجازت مل جانا عملاً نا ممکن ہے۔

اسلامی بینک نے کسی سے عقد کیا اور عمیل کے ذمہ پیسے لازم ہو گئے۔ اس سے کفالہ مانگی تو وہ کسی دوسرے بینک سے ضمانت لے آیا تو اب اس سے یہ تحقیق ضروری نہیں کہ آیا تم نے اس بینک کو کفالہ کی فیس دی ہے یا نہیں؟ کیونکہ کفالہ کے لئے فیس دینے کے غلط کام کی ذمہ داری عمیل ہی پر ہے۔ آپ کو تو اس نے کفیل لا کر دے دیا بس آپ کا معاملہ ختم ہو گیا ہے۔

یہ بھی بڑا مسئلہ ہے کہ آج کل کی تجارت خصوصاً بین الاقوامی تجارت میں کفالہ کے بغیر تجارت تقریباً نا ممکن ہے، کیونکہ بائع کو اپنے مال کی ضمانت چاہئے ہوتی ہے تو اتنے متبرّعین (احسان کرنے والے) کہاں سے لائے جائیں؟

تو اب ایک سوچ یہ چل رہی ہے کہ کفالہ پر موجودہ حالات کی وجہ سے فیس لینے کا جواز ہونا چاہئے اور یہاں پر انہوں نے فیس کی شکل میں حقیقی خرچے کی وصولی کی اجازت دی ہے تو اس میں ایک تو یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ کس کفالہ پر کتنا حقیقی خرچہ ہوا ہے، لہذا اس کا تعین تو بہت مشکل ہے، جبکہ بعض

facebook.com/masimfarooq

حضرات یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ کفالت میں جتنا خرچہ اور کام ہوئے ہیں ان کی حقیقی نہیں بلکہ اجرت مثل لی جاسکتی ہے کمافی کتابۃ الفتاوی۔

سوال یہ ہے کہ اجرت مثل کیا ہو؟ کیونکہ "مثل" تو سودی اور ناجائز معاملے میں واجب ہوتی ہے، نیز یہ بھی مسئلہ ہے کہ بینکوں میں اس کی شرح کا کیسے تعین ہو؟ تو اب عملًا یہ ہورہا ہے کہ بینکوں نے مختلف مقداریں مقرر کررکھی ہوئی ہیں کہ مثلاًایک لاکھ سے دس لاکھ کی گارنٹی کی یہ اجرت اور دس لاکھ سے زائد رقم کی گارنٹی کی یہ اُجرت ہوگی۔ یہ سودی بینکوں میں ہر روپے کے حساب سے ہوتاہے اور اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ جتنی بڑی رقم ہوتی ہے اس کا حساب کتاب رکھنا بھی اتناہی مشکل ہوتاہے، لہذا رقم کی مقدار کے کم یازیادہ ہونے کااُجرت پراثرپڑناچاہیئے۔

مجوّزین کے دلائل :

پہلے زمانے میں اتنے بڑے بڑے معاملے نہیں ہوتے تھے اور کبھی کبھار کفالہ کی ضرورت پڑتی تھی اوراب چونکہ معاملات کچھ کی نوعیت بدل گئی ہے، اس لئے اس سلسلے میں جواز کا قول اختیار کرناچاہیئے

اصل فلسفہ:

کفالہ کے بدلے میں اُجرت لینے کے ناجائز ہونے کا اصل فلسفہ ایک مثال کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ زید نے قرضہ لیا خالد سے اور بکر نے اجرت کی شرط پر کفالت دی تو اصل جو قرضہ دینے کااحسان کیاوہ خالد نے کیاوہ توقرض کے بدلے میں ایک روپیہ بھی نہیں لے سکتا، لیکن بکر نے کچھ بھی نہیں دیابلکہ اگر کبھی ضرورت پڑی تو وہ دے گا، لیکن بکر بڑے مزے سے اُجرت لے رہاہے۔

جب خالد جو کہ اصل احسان کرنے والاہے اس کے لیے اُجرت لیناحرام ہے تو بکر کے لیے اجرت لیناتو بطریقہ اولیٰ حرام ہے اور اسی لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی کفالہ کے عوض اجرت لینے کو جائز قرار نہیں دیا۔

جواز کا پہلو : واللہ تعالیٰ أعلم صرف یہ ہوسکتاہے کہ آج کل کفالہ صرف ایک انتظام نہیں رہابلکہ بہت سے اعمال اور خطرات کا مجموعہ بن گیاہے توایک توان کے مقابلے میں فیس ہوسکتی ہے دوسرا یہ کہ اگر یہ صورت ہوجائے کہ کفیل پرضمان آہی جائے تو یہ جو فیس ہوتی ہے اس رقم کا نقصان برابر کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتی بلکہ بہت معمولی ہوتی ہے، لہذا اگراس کو خدمات ہی کے مقابلے میں قرار دیا جائے تو شاید گنجائش ہوجائے۔

فلا یجوز لها أن تضمن تقلبات أسعار صرف العملة

جس طرح مضارب یاشریک رأس المال کی ضمانت نہیں لے سکتے اسی طرح کرنسی کی قیمت کے

facebook.com/masimfarooq

بدلنے سے نفع میں یا راس المال میں کمی واقع ہونے کے نقصان کی ضمانت بھی کبھی نہیں لے سکتے۔

ومن ذلك رهن الأسهم:

اس کا بھی حاصل یہ ہے کہ شیئرز کو رہن رکھواتے ہیں اور یہ بھی درست ہے۔

وتكون الرهونات في مرتبة واحدة

آج کل قانونی طور پر جو رہن رکھے جاتے ہیں تو اس میں یہ ہوتا ہے کہ اس رہن میں پہلا حق فلاں دائن کا ہے جب وہ اس میں سے اپنا دین وصول کر لے گا تو اس کے بعد دوسرے دائن کا حق ہوگا تو اس طرح ترتیب قائم ہوتی ہے تو یہاں بتایا کہ اگر ایک ہی وقت میں سب سے معاملہ کر کے رہن رکھا گیا ہے تو پھر کسی کو اولویت حاصل نہ ہوگی بلکہ فیصد اور تناسب سے دیون ادا ہوں گے اور اگر معاملات مختلف اوقات میں کیے گئے ہوں تو الحق للمتقدم کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ويجوز أن يدعه لدى المدين

یعنی ایسا ہوتا ہے کہ رہن تو راہن کے قبضہ میں ہوتا ہے لیکن مرتہن کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ جب چاہے اس کو بیچ کر اپنا دین وصول کرے، مثلاً مدیون کی کار تو راہن کے پاس رہن ہے وہ استعمال کرتا رہے لیکن مرتہن کو یہ کار بیچ کر اپنا دین وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے۔اس کو چارج (charge) یا لین (lain) کہتے ہیں، اگر مرہونہ چیز مرتہن کے قبضہ میں ہو تو اُسے الرہن الحیازی (mortgage) کہتے ہیں۔

چارج والی صورت میں بظاہر کوئی خلاف شرع بات نہیں ہے البتہ فرہان مقبوضہ سے اشکال ہوتا ہے لیکن اس کے دو جواب ہیں۔

۱۔ یہ قید واقعی ہے کہ عام طور سے مقبوض ہوتا ہے احترازی اور شرطی نہیں ہے۔

۲۔ کاغذات وغیرہ کے لحاظ قبضہ اختیار میں ہوتا ہے۔

يجوز للراهن أن يوكل المرتهن أو غيره بالبيع وسداد الدين من الثمن:

چونکہ قانونی طور پر رہن فروخت کرنے کے لئے قضاء قاضی کی ضرورت ہوتی ہے اس سے بچنے کے لئے راہن، مرتہن کو مرہونہ چیز کی فروختگی وغیرہ کے معاملات کا وکیل بناتا ہے تو یہ درست ہے۔

زید نے بکر کو ادھار بیچا تو بیع ہو گئی، لیکن زید اپنی ملکیت کا اس وقت تک حق رکھتا ہے جب تک بکر ثمن ادا نہ کرے تو قانوناً یہ گنجائش لیکن یہ بتایا کہ امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس کے بعد تک کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور مجلہ میں امام محمدؒ کے قول ہی کو اختیار کیا گیا ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

لا حق للبائع في اشتراط عدم انتقال ملكية المبيع بعد البيع ضمانا للثمن

بیع ہو جانے کے بعد ثمن کی ادائیگی تک ملکیت منتقل نہ کرنے کی شرط لگانا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ اگر ملکیت ہی منتقل نہ ہوئی تو بیع کس چیز کی ہوئی البتہ مبیع کو استیفاء ثمن تک روک سکتا ہے۔

facebook.com/masimfarooq

ويجوز للبائع أن يشترط على المشتري رهن المبيع عنده لضمان حقه في استيفاء الأقساط المؤجلة، كما يجوز له حبس المبيع لاستيفاء ثمن البيع الحال.

ایک ہے حبس المبیع لِاستیفاء ثمن تو یہ قبضہ سے پہلے ہوتا ہے اور چیز بائع ہی کے ضمان میں رہتی ہے، نیز یہ صرف بیوع حالہ میں ہو سکتا ہے۔ بیوع مؤجلہ میں نہیں ہو سکتا۔ البتہ بیوع عاجلہ میں رہن رکھا جاسکتا ہے کہ مبیع مشتری کو دے کر پھر اسی چیز کو اپنے پاس رہن رکھوالے۔

5/4/4 مصروفات توثيق الرهن وحفظه وبيعه يتحملها المدين الراهن.

رہن وغیرہ کی رجسٹری وغیرہ میں خرچہ کرنا مدیون کی ذمہ داری ہے کیونکہ وليملل الذي عليه الحق ہے۔

یجوز للراھن أن ینتفع بالمرھون بإذن المرتھن، ولا یجوز للمرتھن الانتفاع بالرھن مطلقا ولو بإذن الراھن.

اگر عقد میں شرط نہ ہو تو اگرچہ بعض فقہاء نے راہن کی اجازت سے مرہونہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی ہے، لیکن چونکہ اس کا عام رواج ہو چکا ہے کہ یہ شرط عقد کے ساتھ ہی بالآخر مشروط ہو جاتی ہے۔ اس لئے مطلقا منع کیا ہے۔

في حساب استثماري

مرہونہ چیز راہن کی اجازت سے حساب استثماری میں رہن رکھی جاسکتی ہے، لیکن کرنٹ اکاؤنٹ میں نہیں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مرتہن یعنی بینک خود اس رقم سے نفع اٹھاتا ہے اور حساب استثماری میں بھی بینک کو نفع ہوتا ہے لیکن وہ باقاعدہ ایک عقد مضاربت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ عقد کے بغیر نہیں ہوتا۔

فسخ البيع المؤجل الثمن

یہ خیار نقد ہے۔ حنفیہ کے ہاں بیع مؤجل میں خیار نقد ہے یا نہیں، یاد نہیں آرہا، البتہ حنابلہ کے یہاں تو ہے۔

لا يجوز اخذ الاجرت على خطاب الضمان

یعنی بینک ضمانت دینے سے پہلے کچھ رقم (مارجن) اپنے پاس رکھ کر ضمانت دیتا ہے اور کبھی اس کے بغیر بھی دے دیتا ہے شرعی لحاظ سے کسی بھی صورت میں ضمانت دینے کا عوض لینا جائز نہیں ہے۔ مارجن کو غطاء کہتے ہیں۔

الضمان بنوعيه (الابتدائي و الانتهائي)

"ابتدائی" تو یہ ہے کہ دائن مدین سے مطالبہ کئے بغیر شروع سے ہی بینک سے مطالبہ کر سکتا ہو اور "انتہائی" یہ ہے کہ دائن پہلے مدین سے مطالبہ کرے گا اور اگر وہ انکار کرے تو بینک سے رجوع کر سکے گا۔

facebook.com/masimfarooq

او السندات الاذنية

اس سے پرامیسری نوٹ مراد ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

تعهد بالتبرع

یہ بہت ہوتا ہے کہ مضارب تو نقصان کی ضمانت لیتا نہیں، لیکن کوئی فریق ثالث یا بسااوقات حکومت، راس المال اور نفع کی ضمانت لے لیتی ہے۔ اگر واقعی یہ طرف ثالث ہے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ ضمان نہیں، کیونکہ ضمان ہمیشہ کسی دین پر ہوتا ہے، جبکہ یہاں طرف ثالث پر کوئی دین نہیں ہوتا، بلکہ یہ محض وعدہ اور تبرع ہے اور وعدہ عام حالات میں لازم نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ ہے کہ وعدہ معتبر اعذار کی وجہ سے منسوخ ہو سکتا ہے اور یہاں اگرچہ بذریعہ عدالت وعدہ لازم بھی ہو جاتا ہے خصوصاجب مؤسسہ وعدہ کرتی ہے، لیکن بہر حال طرف ثالث کی حد تک اس کی گنجائش ہے۔

علی أن یکون بالقیمة المعروضة ومن دون مقابل الضمان.

یعنی قیمت وہی ہو جو دوسرے لوگوں کے لئے رکھی گئی تھی۔ بینک کو ضمانت دینے کے عوض فیس کے بجائے کم قیمت پر شیئرز دینا بھی دو وجہ سے ناجائز ہے۔

ا۔ ایک تو یہ کہ یہ فیس ہو گئی۔

۲۔ ابتداء میں جب دس روپے والا شیئر ساڑھے نو کا دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے ایک شیئر ساڑھے نو میں دیا ہے۔ لیکن وہ حصہ دار دس کا ہوگا تو یہ ناجائز ہے۔

المزایدات

نیلام جس میں زیادہ کی بولی لگائی جاتی ہے۔

المناقصات

ٹینڈر۔ جس میں کم سے کم بولی لگائی جاتی ہے، ٹینڈر پیش کرنے والوں سے عام طور پر دو قسم کی رقمیں لی جاتی ہیں:

ا۔ بالکل ابتداء میں ٹینڈر پیش کرنے والوں سے لی جاتی ہے۔ اس کا حاصل تقریباهامش الجدیة ہی ہے، لہذا منظوری نہ ہونے کی صورت میں وہ رقم واپس کرنی ضروری ہے۔ اسے ضبط کر لینا جائز نہیں بلکہ یہ رقم امانت کے حکم میں ہے۔

۲۔ جب کسی کا ٹینڈر یا نیلام کی بولی منظور ہو جائے تو اس کے بعد اس سے کچھ رقم اپنے پاس جمع کراتے ہیں تاکہ ٹھیکیدار کام میں ٹال مٹول نہ کرے اور بھاگ نہ جائے۔ اب دیگر لوگوں کے ٹینڈرز تو نامنظور کر دیئے گئے، لہذا ایسا نہ ہو کہ یہ ٹھیکیدار بھی کام میں ٹال مٹول شروع کر دے۔

facebook.com/masimfarooq

اس کا حکم بھی ھامش الجدیة کا ہے۔ البتہ اگر ٹھیکیدار کی کسی کوتاہی کی وجہ سے پراجیکٹ کو کوئی نقصان پہنچا اور اس نے مطلوبہ معیار پر کام نہ کیا تو اس ھامش الجدیة میں سے اتنے نقصان کے بقدر رقم رکھ سکتے ہیں۔

عند رسوها

یعنی جب کسی کی بولی منظور ہو جائے تو اس کا نام لکھ لیا جائے۔

للمؤسسة حق الاسترداد

یہ ائمہ ثلاثہؒ کے قول کے مطابق ہے کہ بینک کو دوسرے دائنین کے مقابلے میں بعینہ اس چیز کی وصولی میں حق اولویت حاصل ہے۔

للقائمین بالتصفیة

کمپنی دیوالیہ ہو جائے تو اس کے اثاثے بیچ کر مستحقین اور شیئر ہولڈرز میں ان کا لگایا ہوا حصہ تقسیم کرنے کے لئے جو شخص عدالت کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اس کو القائم بالتصفیہ یعنی Liquidator (لیکیوڈیوٹر) کہتے ہیں تو وہ پہلے اپنی اجرت لے سکتا ہے۔

فقد تمت ''الضمانات'' بفضل اللہ تعالیٰ وھو الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (6)

تحول البنك التقليدي إلى مصرف إسلامي

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحول بنک التقلیدی الی مصرف اسلامی:

کسی سودی بینک کا مکمل طور پر اسلامی بینک میں تبدیل ہو جانا مراد ہے،اور یہ بہت پیچیدہ معاملہ ہے

اووحدات اسلامیه: یعنی کوئی اسلامی یونٹ کھول دے۔

فالاصل التخلص منها فوراً:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی نئی پارٹی نے بینک خریدا اور اسے شریعت کے مطابق چلانا چاہتی ہے ،تو وہ گذشتہ پارٹی سے یہ معاہدہ کرلے کہ آپ اپنے تمام سودی معاملات کو ہماری تاریخِ خریداری سے پہلے پہلے نمٹادیں،اور پچھلا حساب بے باق کردیں،اب اگر وہ گاہک ہم سے معاملہ کرنا چاہ رہے ہیں،تو ہمارے قواعد کے تحت اسلامی طریقہ پر ہمارے ساتھ نئے سرے سے معاملہ کر سکتے ہیں۔

مراعاة لظروف الواقعية للبنک:

ایسے معاہدے ہیں جن کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے کہ اگر ختم کردیا تو آگے بینک چل ہی نہیں سکتا، مثلاً حکومت سے سودی معاملہ کررکھا ہے،تو حکومت تو اپنے حساب سے اصولی طریقہ پر معاہدہ پورا کریں گے،وہ تو ختم نہیں کرنے دے گی کیونکہ یہ مشکل ہوتا ہے،تو آپ فوراً اگرچہ ختم نہ کرسکیں لیکن اس سودی عنصر سے اپنے کو بچانا شروع کردیں،اب اس قرضہ پر سود وصول نہ کریں،صرف اصل قرضہ وصول کریں یا سود وصول کرکے صدقہ کردیں۔

تاهيل الطاقات الازمية:

جمع طاقت یعنی اسلامی معاملات کیلئے اس کے رجال کار پیدا کرنا۔

الادواة وايجاد البدائل:

اپنے معاہدات تیار کرے،اور ''بدائل''،یعنی تمویل کے اسلامی طریقے بنائے۔

الاجراءات النظامية بتعديل الترخيص :

قانونی اجراءات مثلا ''ترخیص''،یعنی لائیسنس حاصل کرنا۔

تعديل عقد التاسيس والنظام الاساسی :

کمپنی کا ''عقد التاسیس''،یعنی میمورنڈم،یعنی نظام الاساسی (آرٹیکل ایسوسیشن) کسی بھی کمپنی کی بنیاد ہوتے ہیں،یعنی کن کن بنیادوں اور طریقہ کار کے تحت کمپنی چلائی جائیگی اس کو طے کیا جاتا ہے،تو یہ سبھی نئے سرے سے بنانا یا اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیلی کرنا ضروری ہے۔

من خلال القنوات المطلوبه:

مطلوبہ اداروں سے منظور کرایا جائے۔

۲۔اعادة بناء الهيكل التنظيمی للبنک :

facebook.com/masimfarooq

یعنی بینک کا تنظیمی ڈھانچہ از سر نو تنظیم دیا جائے گا۔

شروط التوظیف :

ملازم رکھنے کی شرائط میں بھی تبدیلی ضروری ہے۔

تکوین هیئة رقابة الشرعیة :

یہ مستقل بینک کے ملازم نہیں ہوتے بلکہ وقتاً فوقتاً اجلاس منعقد کر کے جائزہ لیتے ہیں، اور مستقل جائزہ کیلئے "رقابہ شرعیہ داخلیہ" ہے۔

اووضع نماذج للعقود:

یعنی شرعی اصولوں کے مطابق ایگریمنٹ بنائے جاتے ہیں، اور اس میں قانونی پہلوؤں کو بھی سامنے رکھنا ہوتا ہے، اس کی وجہ سے وکلاء و قانونی ماہرین سے یہ تیار کرائے جاتے ہیں جس میں پھر شرعاً اشکال ہو جاتے ہیں، پھر "هیئۃ" والے اس کی نشاندہی کر کے ماہرین کو بھیجتے ہیں تو یہ بڑا تیقظ اور بیداری کا معاملہ ہے، یہ انسان کو دھوکہ دے جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

فتح الحسابات لدی المصارف فی الداخل :

بینکوں کو بیرون ملک اپنے اکاؤنٹ کھولنے ہوتے ہیں مثلاً نیویارک یا امریکہ میں ہر بینک کا اکاؤنٹ کھولنا لازم ہے، اس کے بغیر بینک چل ہی نہیں سکتا، اور ڈالر کا ہر چیک پہلے نیویارک پہنچتا ہے، پھر اس کی منظوری ہوتی ہے، تو اکاؤنٹ تو کھولیں مگر اس میں سود سے بچنے کا پورا اہتمام کریں، الاان یکون موقع الضرورۃ

البنوک التقلیدیة المحلیة:

یعنی ایکسپورٹ میں ایکسپورٹر اپنے کاغذات جس بینک کے ذریعہ بھیجتا ہے، اس کو "مراسلہ" کہتے ہیں، اور جس ملک میں ایل سی کھولی گئی وہ بینک تو مقامی ہوتا ہے اس کو "محلیہ" کہتے ہیں۔

اتخاذ الخطوات اللازمیة لتطبیق:

یعنی شرعی اکاؤنٹنگ اور ایڈیٹنگ اور اسٹینڈرڈز تیار کیے جائیں اور ان کے مطابق عمل کیا جائے، اور یہ تیار ہو چکے ہیں۔

التعامل مع البنوک

ایسے بینکوں سے معاملات کس طرح کیے جائیں یہ مرکزی بینک جس کو سینٹرل بینک یا اسٹیٹ بینک کہا جاتا ہے یہ ام البنوک ہوتا ہے اس کے مختلف وظائف ہوتے ہیں، مثلاً

۱۔ یہ بینکوں کا بینک سا ہوتا ہے کہ بینک اپنی فاضل رقوم اس میں رکھواتے ہیں۔

۲۔ رولز اینڈ ریگولیشن یعنی بینکوں کیلئے قواعد وضوابط اور پابندیاں مقرر کرنا مثلاً آپ اپنی جملہ ذرائع میں سے اتنے فیصد سے سرمایہ کاری کر سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں تاکہ اگر مودعین کو رقم واپس کرنے کی

facebook.com/masimfarooq

ضرورت پڑے تو واپس کر سکیں، اور دوسرا یہ کہ معاشرہ میں افراط زر اور تفریط کو کنٹرول کیا جا سکے اور تیسرا یہ بینک لوگوں کے اموال کو ٹھیک طور پر استعمال کرے۔

۳۔ تیسرا وظیفہ جس کو عربی میں ''الاقراض النہائی'' کہتے ہیں، کہ اگر بینک سے لوگوں نے زیادہ پیسے نکلوا لیے تو مرکزی بینک اس بینک کو آخری چارہ کار کے طور پر قرض دیتا ہے۔

۴۔ جب ملک میں افراط زر ہونا شروع ہو جائے تو وہ اپنے پاس موجود۔۔۔

کلیر نگ: یعنی مقاصہ، یعنی کسی نے چیک کے ذریعہ ادائیگی کیلئے چیک بنایا، اب اس کا اکاؤنٹ نیشنل بینک میں ہے، اور لینے والے کا حبیب بینک میں ہے، تو اس طرح مختلف بینکوں کا مختلف بینکوں پر حق ہو جاتا ہے، تو یہ سب چیک کلیر نگ ہاؤس میں جمع ہوتے ہیں، اور اس میں حساب و کتاب ہوتا ہے، اب کس بینک کے ذمہ کتنا رہ گیا اس کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

اس طرح حساب برابر کیا جاتا ہے، یہ ''بیت المقاصہ کلیر نگ ہاؤس'' کے لیے اسٹیٹ بینک کا باقاعدہ ادارہ ہوتا ہے۔ مرکزی بینک تجارتی بینکوں سے کچھ رقوم اپنے پاس رکھواتا ہے جس میں سے کچھ رقم ضمانت کے طور پر ہوتی ہے کہ میں اپنا کام ٹھیک طور سے کروں گا، اور دوسرا یہ کہ مرکزی بینک اطمینان چاہتا ہے کہ ہم آپ سے چیک کٹوائیں تو آپ ادائیگی کر سکیں گے، لہذا کہتا ہے کہ آپ باقی رقوم ہم کو دیں ہم اس کو ایسے کاروبار میں لگائیں گے جس سے ہم فوراً نقد رقم حاصل کر سکیں مثلاً گورنمنٹ سیکیوریٹیز، سیونگ سرٹیفیکیٹس وغیرہ وغیرہ، یعنی جو حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اس کی پرچی کو سیکیوریٹیز کہتے ہیں، کبھی حکوت اسٹیٹ بینک سے قرض لیتی ہے مثلاً ایک لاکھ کا اور اس پر سود دیتی ہے، تو اب ایک کاغذ جاری کرتی ہے کہ ہم پر ایک لاکھ اسٹیٹ بینک کا قرض ہے پلس اتنا سود، ان کاغذات کو'' سندات الخزینہ'' انگلش میں (treasury bill) کہتے ہیں، اسٹیٹ بینک ان کاغذات کو نیلام کرتا ہے،، تجارتی بینک اس کو بذریعہ بولی خرید لیتے ہیں، یعنی نقد پر کم قیمت میں خرید لیتے ہیں کیونکہ بینکوں کے پاس نقد کی قلت ہو جاتی ہے یا نقد کی زیادتی اور سرمایہ کاری کی کمی ہو جاتی ہے، یہ بڑا مسئلہ ہوتا ہے اس کو ''سیولۃ'' کہتے ہیں، اب اسٹیٹ بینک یہ لازم کرتا ہے کہ آپ اتنے فیصد روپے ہمارے پاس سیو لہ میں رکھوائیں تو(liquidity requirement) کہتے ہیں مخفف نام (SIR)''اسٹیٹ بینک لکویڈیٹی رکوائر منٹ'' ہے، تو اسلامی بینکوں میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر نہیں رکھوائے تو بینک نہیں چل سکتا ہے، اگر رکھتے ہیں تو سود لے نہیں سکتے، اگر بغیر سود کے رکھیں تو اتنی بڑی رقم وہاں رک جائے گی تو شرکاء کو نفع میں کیا دیا جائیگا؟۔

اجراءات التمويلات الحكومية :

حکومت کے ساتھ بھی اگر تمویلی معاملہ کرنا ہو تو بھی شرعی طریقہ پر کرے۔

facebook.com/masimfarooq

لاغراض المقاصة على الحسابات الجارية :

یعنی ''کلیر نگ ہاؤس'' میں کچھ رقوم ہر بینک ضمانت کے طور پر رکھواتا ہے، تاکہ اگر ہماری طرف کچھ دین کسی بینک کا نکلے تو ادا ہو سکے، تو یہ رقوم بھی اسلامی طریقہ پر غیر سودی طریقہ پر رکھوانی ہو گی مثلا کرنٹ اکاؤنٹ میں۔

تصح التعامل مع البنوك التقليدية :

دیگر بینکوں سے بھی جو معاملات کیے جائیں وہ بھی اسلامی طریقہ پر ہونے لازم ہیں۔

۲۔ ''في مجال التحويلات'': رقوم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹرانسفر کرنا۔

''والاعتمادات'' لیٹر آف کریڈٹ کھولنا۔

والتمويل المجمع :

''سنڈیکیٹڈ فائینانسنگ'' کئی بینک مل کر جو سرمایہ کاری کرتے ہیں۔

الاعتمادات الغير المغطات :

ایل سی کی مختلف صورتیں:

ایک شخص جاپان سے سامان امپورٹ کرنا چاہتا تو بینک میں ایل سی کھولتا ہے یعنی بینک بائع کو اعتماد کا خط جاری کرتا ہے کہ تمہارے پیسوں کی ادائیگی ہو جائیگی۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ الاعتماد الغير المغطاة :

(with out margin) کہ بینک میں اگر میری کوئی ساکھ ہے تو بینک مجھ سے رقم لیے بغیر ایل سی جاری کر دیتا ہے، اور کبھی رقم لے کر جاری کرتا ہے۔

بلا مارجن جو جاری ہوتی ہے اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔

الف: (l c at sight) جب بائع کاغذات بھیجے اور بینک نے مشتری کو حوالہ کیے تو حوالہ کے ساتھ ہی اس پر رقم واجب ہو جاتی ہے۔

ب: (u s u an c e l c) کہ مشتری کچھ مدتِ مقررہ کے بعد ادائیگی کر دیتا ہے، اب یہ مہلت یا تو خود بائع نے دے رکھی تو بینک وقت پر ادائیگی کرتا ہے اور پھر تاخیر پر مشتری سے سود وصول کرتا ہے، اور یا پھر بینک اپنی طرف سے مہلت دیتا ہے اور پھر سود وصول کرتا ہے، تو بلا مارجن جو ایل سی ہوتی ہے اس میں ۹۹ فیصد سود آہی جاتا ہے، تو اسلامی بینک سود تو وصول نہیں کر سکتے، تو کیا کریں؟ لہذا مضاربہ و مشارکہ کے طور پر ایل سی کھلوانے والے کیساتھ معاملہ کریں یا اس کیساتھ مرابحہ کی تمام شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے کریں۔ عام بینک سود کیساتھ ساتھ ''عمولۃ الارتباط'' یعنی اس بات کی بھی فیس چارج کرتے ہیں کہ تم نے ہم سے معاملہ کیا ہے، اور ہم نے آپ کو سہولت اور فیسیلٹی مہیا کی ہے، یہ فیس اسلامی بینکوں کیلئے لینا جائز نہیں ہے،

facebook.com/masimfarooq

البتہ مرابحہ یااجارہ وغیرہ میں اس کے بجائے نفع اوراجرت میں اضافہ درست ہے۔

اثرالتمول علی الاموال اللتی تلقاھا:

یہ بھی بڑامسئلہ ہے کہ پہلے سے سودی بینک چلاآرہاہے تواب پچھلے سارے معاملات اور آمدنی سود کی ہوتی ہے تواب ان جمع شدہ اموال کاکیاکیاجائیگا۔

ہماری بلڈنگ، فرنیچر،اساسے وغیرہ، سب اس کے ہیں، تو"یجب تصفیۃ آثار۔۔۔" سے یہی تو بیان کیاگیاہے،وہ اس طرح کہ اس بینک کواپنے ملک اور تصرف میں لانے سے قبل بینک والے سے کہاجائے ،تم خوداس تاریخ سے قبل سب سودی معاملات نمٹادو،اور باوجوداس کے جومعاملات ختم نہ ہو سکتے ہوں وہ جاری رہیں گے،اوران کے تصفیہ کی تفصیل بند نمبر۹ میں آئیگی۔

الاسھم الممتازۃ:

یعنی وہ شئیر جن کے ساتھ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں مثلاًان پر نفع اولاً تقسیم ہوگااس کے بعد اگر نفع بچے توباقی شیئرزپر تقسیم ہوگا۔

الانشطۃ :

اپنی کاروائیاں جاری رکھنے کیلئے۔۔۔

زیادۃ اصحاب حقوق الملکیۃ:

یعنی جب سودی معاملات ختم کردیے توبینک کے سرمایہ میں کمی آئی،اور سرمایہ کی ضرورت ہے تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ نئے شئیرزجاری کیے جائیں،اورپرانے شئیرز ہولڈرزان کو خریدلیں تاکہ سرمایہ حاصل ہوجائے،

استقطاب حسابات الاستثمار :

یعنی زیادہ سے زیادہ حسابات استثماراور حسابات جاریہ میں اضافہ ہو۔

اصدار صکوک:

یعنی مثلاکوئی منصوبہ خریدلیا،کوئی ادارہ خریدلیا،اوراس کے صکوک جاری کیے،لوگوں کو کرایہ کی شکل میں نفع ملے گا،تواس کیلئے اسلامی صکوک جاری کرکے بھی پیسے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اجراء عملیات التورق:

یعنی "تورق" کی سادہ شکل کولے کرمؤجل کوزیادہ قیمت پر نفع کے ساتھ بیچنے سے بھی نفع حاصل ہوجائیگا۔

اذاکان راس مال البینک یزداد :

کبھی سودی منافع سے راس المال میں اضافہ نہیں ہوتایعنی ریزرو میں نفع رکھ کرباقی کو تقسیم کردیا جاتاہے،اور کبھی کچھ نفع کے ذریعہ راس المال میں بھی اضافہ کردیتے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

المغارسة :

یہ عقد مالکیہ کے نزدیک ہے اس میں ''شرکۃ فی الزراع'' ہوتی ہے، احناف کے نزدیک یہ نہیں ہے۔

التمويل بالبيع الآجل :

اس میں اور مرابحہ میں فرق یہ ہے کہ تمویل بالبیع الآجل میں مرابحہ کی صورت ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ''مساومہ'' بھی ہو سکتا ہے۔

فلايجب على الملاک الجدد:

سودی بینک کو خریدنے والے مالکوں پر ان فوائد وایرادات سے خلاصی حاصل کرنا ضروری نہیں جو تملک سے قبل حاصل ہو جاتے ہوں، اس کی تفصیل، مستند الاحکام الشرعیہ میں ص ۹۳ میں ہے، یعنی پرانی انتظامیہ نے جو کچھ کمایا تھا، اس کی ذمہ داری اس نئی انتظامیہ پر نہیں آتی۔ البتہ شئیر ہولڈرز نے جو حرام آمدنی سے فائدہ حاصل کیا تھا ان کیلئے تخلص ضروری ہے۔

اصل میں جب نئے مالکین نے بینک کو خریدا تو موجودات اور نقود اور اعیان کو خریدا اور چونکہ پیسے دیکر خریدا ہے، تو اب جہاں تک نقود کا تعلق ہے تو وہ عقود باطلہ میں متعین بالتعیین ہو جاتے ہیں، البتہ اگر وہ مخلوط ہو جائیں تو غیر متعین ہو جاتے ہیں تو ان کی بیع حرام نہیں ہو گی اور حرمت متعدی نہیں ہو گی، تو غیر متعین ہونے کی وجہ سے حرمت سب کی گردن پر رہے گی، منتقل نہیں ہو گی۔

البتہ جو اعیان اور موجودات ہیں وہ یا تو راس المال سے خریدے گئے تھے تب تو کوئی اشکال نہیں، البتہ اگر بالیقین یہ معلوم ہو کہ حرام آمدنی سے خریدے گئے ہیں تو بھی امام کرخی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق معاملہ صحیح ہو جائیگا، اور یہاں قول کرخی کی طرف رجوع کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اگر کسی نے حرام رقم سے کوئی چیز خریدی تو یہ حرام رقم ثمن میں دی تو جائز نہیں، لیکن جب بیع ہو گئی تو یہ خریدی ہوئی چیز کسی کو ھبہ کر دے یا بیچ دے تو جائز ہے، البتہ راس المال میں یا احتیاطی میں جو اضافہ سود سے ہوتا ہے اس کا نکالنا واجب ہے۔

في حال استحقاق البنک على الغير :

کسی کے ذمہ بینک کے سودی دیون تھے، تو اس سے لے کر تلف کر لے، اور صدقہ کر دے، اگر نقد ہو تو اس کے پاس نہ چھوڑے۔

ولو مع التعويض المترتب :

خدمات محرمہ کا معاہدہ ختم کرنے کی وجہ سے اگر جرمانہ بھی ادا کرنا پڑے تو بھی معاہدہ ختم کرے کیونکہ اگرچہ جرمانہ بھی جائز نہیں لیکن یہ ''اہون البلیتین'' ہے۔

facebook.com/masimfarooq

اذا امكن ای یستثنی الالتزام :

یعنی اگر یہ استثنا کرنا ممکن ہو کہ غیر اسلامی معاملات ہم پورے نہیں کریں گے بلکہ وہ بائع پر ہی رہیں گے اور وہی ان کے پورے کرنے کا ذمہ دار رہے گا، تو یہی کرنا ہوگا۔

فیمکن حینئذ التخلص :

اصل میں حرام چیز نجس ہے، جس سے چھٹکارا فی الفور ضروری ہے، لیکن یہاں ایسا کیوں ہے؟ دراصل فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عقدِ باطل یا غصب کے ذریعہ بیع وغیرہ ہوا اور اس سے نفع حاصل ہوا ہو تو اس کا واپس کرنا یا صدقہ کرنا ضروری ہے، لیکن اگر مغصوب منہ خود مہلت دے، اور اس کی اجازت سے اس روپیہ کو تجارتی مقصد میں لگایا جائے، اور اس سے نفع ہو تا وہ حلال ہے۔

ہمارے دور کے فقہاء نے اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر مغصوب منہم بہت زیادہ ہوں اور ہر ایک سے رجوع اور مہلت طلب کرنا ممکن نہ ہو تو اگر غاصب خود اپنے پر یہ التزام کرلے کہ میں اس رقم کے بقدر رقم صدقہ کردوں گا، پھر اسے کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرے تو واللہ اعلم یہ نفع حلال ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید ہوگی، اسی پر مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے بھی فتویٰ دیا ہے۔ اور اس کے سوا ضرورت کے وقت میں کوئی اور صورت نظر نہیں آتی، البتہ اس کی تصریح قدیم فقہاء کے اقوال میں نہیں ملی، اور یہ بھی ہے کہ اس رقم کے اموال میں زکوٰۃ کی طرح تملیک کروا کے صدقہ کرنا ضروری نہیں بلکہ وجوہ خیر میں بھی خرچ کرسکتے ہیں اور یہی ہمارا رجحان ہے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض فتاوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ صدقہ واجبہ نہیں بلکہ صدقہ نافلہ ہے اگرچہ ہم پر اس کا صدقہ واجب ہوگیا ہے، اور نفلی صدقہ میں تملیک ضروری نہیں اب وجوہ خیر میں لگانا جائز ہوا، تو اس میں یہ ضروری ہے کہ یہ کسی بھی صورت میں بینک کے کسی فائدہ میں استعمال نہ ہو۔

فقد تمت ''تحول البنك التقليدي الي مصرف اسلامي'' بفضل الله تعالیٰ وهو الموفق و المعين

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (7)

الحوالة

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر حوالہ 'حوالۃ الدین' بھی ہوتا ہے اور 'حوالۃ الحق' بھی ہوتا ہے، حوالۃ الدین بالنسبۃ الی المدیون ہوتا ہے کہ اس میں ایک مدیون کی جگہ دوسرا آگیا اور حوالۃ الحق بالنسبۃ الی الدائن ہوتا ہے کہ ایک کی جگہ دوسرا آگیا ہے یہ تقریباً لازم وملزوم ہیں، دونوں میں خاص فرق نہیں، بس یہاں ویسے ہی بند کر دیا، یہاں تو چیک کے اجراء کو حوالہ کہا، جبکہ پہلے اور دوسرے معیار میں چیک کو قبضہ کہا تو حوالہ اور قرض ایک جگہ جمع ہو گئے یہ کیسے ہو سکتا ہے، تو یہ تناقض موجود ہے۔

السحب علی المکشوف: اس کو overdraft کہتے ہیں کہ اگر کبھی خریداری کی اور اتنی رقم کا چیک جاری کر دیا جتنی رقم بینک میں اس کے اکاؤنٹ میں موجود نہیں ہے، اس کو السحب علی المکشوف یا الحساب المنکشف کہتے ہیں، تو اب اگر کوئی عام آدمی ہو تو وہ پکڑا جائیگا، لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کی بینک میں کوئی ساکھ ہے تو اس کے ساتھ تعاون ہوتا رہتا ہے، تو بینک اس کو زائد رقم جاری کرتا ہے اور اس پر سود لگاتا ہے۔

حوالہ مقیدہ: حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ جب محتال علیہ پہلے سے محیل کا مدیون ہو، اور اگر پہلے مدیون نہ ہو تو حوالہ مطلقہ ہے، اس کے جواز میں ائمہ کا اختلاف ہے تاہم تمام مذاہب والے اس کو جائز کہتے ہیں۔

السحب علی المکشوف کا اسلامی طریقہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے، بعض لوگ تورق کے ذریعہ اس کا حل تلاش کرتے ہیں، لیکن میں نے عرض کیا کہ ہم ہر مروجہ معاملہ کا حل تلاش کرنے کے مکلف نہیں ہیں، خاص کر اس طرح کے معاملات میں جہاں رقم ان معاملات میں خرچ کی جاتی ہے جو شرعاً پسندیدہ نہ ہوں۔

الشیکات السیاحۃ: ٹریولر چیک

فاذا ظھرھا:

تظہیر یہ ہے کہ ٹی سی کی پشت پر دستخط کر دے تاکہ جس کے ہاتھ میں چیک ہو تو وہ رقم وصول کر لے یہ اصل میں حوالہ ہے۔

الکمبیالیۃ: یہ بل آف ایکسچینج کا عربی نام ہے۔

الشخص المستفید الذی سحب: یعنی جس کے حکم پر لکھا گیا ہے وہ ساحب کا دائن ہو۔

المستفید: اصل بائع جس نے سامان بیچا تھا اور اس کو بل بنا کر دیا گیا اس کو مستفید کہتے ہیں، مستفید مجدد نیا شخص ہے، جس بینک کو اصل بائع نے کمبیالہ فروخت کر دیا تو بینک نیا مستفید بنا۔

فان لم یکن المستفید: اس مستفید سے بھی بینک مراد ہے کہ اگر وہ ساحب کا دائن نہیں ہے تو یہ توکیل ہو گی۔

facebook.com/masimfarooq

تطهیر الاوراق التجاریة: جتنے اوراق مالیہ ہوتے ہیں جیسے کمبیالہ وغیرہ اوراسی طرح کے دیگر کاغذات مثلاً پرامیسری نوٹ وغیرہ، تواکثر لوگ ان کو بینک کی طرف تظہیر کرتے ہیں اور پھر بینک آگے کر دیتا ہے۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔

تظہیر کرنے کے بعد مظہر بالکل بری الذمہ ہو جاتا ہے چاہے اصل مدیون سے پیسے وصول ہو سکیں یا نہیں اس کو "تظہیر تملیکی" کہتے ہیں۔

التظهیرالتوکیلی: اصل مدیون دین سے منکر ہو جائے تو صاحب کمبیالہ رجوع کر سکتا ہے، یہ عام طور پر تظہیر توکیلی ہوتا ہے، یعنی اس میں رجوع کا پہلو باقی ہوتا ہے۔

تظہیر تملیکی کیلئے بڑے بڑے ادارے باقاعدہ موجود ہیں، جو یہ کام کرتے ہیں کہ ہمیں زمین فروخت کردو باقی پیسے وصول کرنا ہمارا کام ہے، اس کیلئے باقاعدہ ماہر لوگ رکھے ہوتے ہیں ان کی باقاعدہ تنخواہیں ہوتی ہیں، یورپ وغیرہ میں اس طرح ہوتا ہے کہ ایک بینک نے مثلاً ایک لاکھ لوگوں کو بیس سال کیلئے قرضہ دیا، اب ان کا سرمایہ تو چلا گیا اب اسے سرمایہ کی ضرورت ہے تو اب یہ تظہیر تملیکی کے ادارے کو اپنے سارے قرضے بیچ دیتا ہے اوروہ پھر وصول کرتا رہتا ہے، اب اسلامی بینک فیکٹرنگ factoring (تظہیر تملیکی کے ادارے) کیساتھ معاملہ نہیں کر سکتے، البتہ ایک جگہ ان سے مشارکۃ متناقصہ کے معاملے میں معاہدہ ہوا ہے، کہ اسلامی بینک اپنا قرضہ تو نہیں بیچے گا لیکن جو اپنا حصہ ہے وہ بیچ دے گا۔

حوالۃ میں اختلاف:

امام صاحبؒ کے نزدیک ہلاکت وتویٰ کی صورت میں رجوع کر سکتا ہے۔

صاحبینؒ وباقی ائمہؒ کے نزدیک اسے رجوع کا حق نہیں ہے۔

ایکسپورٹر اور امپوٹر دونوں ایل سی کے کاغذات کی تظہیر کرتے ہیں، تو اس کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بینک شروع سے ایکسپورٹر کیساتھ معاملہ کرے اس میں کوئی مشکل نہیں۔ دوسرا حل یہ بھی نکالا تھا، جو حضرت تھانویؒ کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک اس سے خریدے نہیں بلکہ قرضہ دیدیے، اور پھر استیفاء الدین کی اجرت مقرر کرلے، جو کہ زمانے کی وجہ سے تبدیل نہ ہو پھر جب وہ وصول کرلے تو دین کا مقاصہ دین کیساتھ ہو جائے اور باقی بینک اپنی اجرت رکھ لے لیکن اس میں دونوں عقد کا منفصل ہونا ضروری ہے، شرعی نکتہ نگاہ سے اس میں اشکال ہے، عقد منفصل کیسے ہوگا، یہ تو بہت ہی ناممکن ہے۔

۲۔ بینک باقاعدہ تفصیل تحصیل الدین کا کام بھی کرتے ہیں، اوراس کی اجرت ہوتب جو کہ ایل سی کے ڈسکاؤنٹ سے کم ہوتی ہے تو اب جب ہم اس کو اجرت زیادہ دیتے ہیں تو اس میں یہ پہلو بھی ہے کہ یہ حق

facebook.com/masimfarooq

کی وجہ سے زیادہ نہیں دی جارہی ہے لہٰذا اشکال ہے کہ حصہ اجرت مثل ہونی چاہیے۔

اس میں اور مرابحہ میں فرق یہ ہے کہ تمویل بالبیع لاجل میں مرابحہ کی صورت ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ مساومہ بھی ہو سکتا ہے۔

فلایجب علی الملاک الجدد:

سودی بینک کو خریدنے والے مالکوں پر ان فوائد وایرادات سے خلاصی حاصل کرنا ضروری نہیں جو تملک سے قبل حاصل ہو جاتے ہوں، اس کی تفصیل، مستند الاحکام الشرعیہ میں ص ۹۳ میں ہے، یعنی پرانی انتظامیہ نے جو کچھ کمایا تھا، اس کی ذمہ داری اس نئی انتظامیہ پر نہیں آتی۔ البتہ شئیر ہولڈرز نے جو حرام آمدنی سے فائدہ حاصل کیا تھا ان کیلئے تخلص ضروری ہے۔

اصل میں جب نئے مالکین نے بینک کو خریدا تو موجودات، نقود اور اعیان کو خریدا اور چونکہ پیسے دیکر خریدا ہے تو اب جہاں تک نقود کا تعلق ہے تو وہ عقود باطلہ میں متعین بالتعیین ہو جاتے ہیں البتہ اگر وہ مخلوط ہو جائیں تو غیر متعین ہو جاتے ہیں تو اب ان کی بیع حرام نہیں ہوگی اور حرمت متعدی نہیں ہوگی، تو غیر متعین ہونے کی وجہ سے حرمت اب سب کی گردن پر رہے گی، منتقل نہیں ہوگی۔

البتہ جو اعیان اور موجودات ہیں وہ یا تو راس المال سے خرید گئے تھے تب تو کوئی اشکال نہیں، البتہ اگر بالیقین یہ معلوم ہو کہ حرام آمدنی سے خریدے گئے ہیں تو بھی امام کرخی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق معاملہ صحیح ہو جائیگا، اور یہاں قول کرخی کی طرف رجوع کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اگر کسی نے حرام رقم سے کوئی چیز خریدی اور یہ حرام رقم ثمن میں دی تو جائز نہیں، لیکن جب بیع ہو گئی تو یہ خریدی ہوئی چیز کسی کو ھبہ کردے یا بیچ دے تو جائز ہے، البتہ راس المال میں یا احتیاطی میں جو اضافہ سود سے ہوتا ہے اس کا نکالنا واجب ہے۔

فی حال اســـتحقاق البنک علی الغیر : کسی کے ذمہ بینک کے سودی دیون تھے، تو اس سے لے کر تلف کرلے، اور صدقہ کردے، اگر نقد ہو تو اس کے پاس نہ چھوڑے۔

ولو مع التعویض المترتب :

خدمات محرمہ کا معاہدہ ختم کرنے کی وجہ سے اگر جرمانہ بھی ادا کرنا پڑے تو بھی معاہدہ ختم کرے کیونکہ اگرچہ جرمانہ بھی جائز نہیں لیکن یہ اھون البلیتین ہے۔

اذا امکن ای یستثنی الالتزام :

یعنی اگر یہ استثنا کرنا ممکن ہو، کہ غیر اسلامی معاملات ہم پورے نہیں کریں گے بلکہ وہ بائع پر ہی رہیں گے وہی ان کے پورے کرنے کا ذمہ دار رہے گا تو یہی کرنا ہوگا۔

فیمکن حینئذ التخلص:

اصل میں حرام چیز نجس ہے، جس سے چھٹکارا فی الفور ضروری ہے، لیکن یہاں ایسا کیوں ہے؟ دراصل فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عقد یا غصب باطل کے ذریعہ بیع وغیرہ ہوا اور اس سے نفع حاصل ہوا ہو تو اس کا واپس کرنا یا صدقہ کرنا ضروری ہے لیکن اگر مغصوب منہ خود مہلت دے اور اس کی اجازت سے اس روپیہ کو تجارتی مقصد میں لگایا جائے اور اس سے نفع ہو تو وہ حلال ہے، ہمارے دور کے فقہاءؒ نے اس سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر مغصوب منہم بہت زیادہ ہوں اور ہر ایک سے رجوع اور مہلت طلب کرنا ممکن نہ ہو تو اگر غاصب خود اپنے اوپر یہ التزام کرلے، کہ میں اس رقم کے بقدر رقم صدقہ کردوں گا، پھر اسے کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کرے تو واللہ اعلم یہ نفع حلال ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید ہوگی، اسی پر مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے بھی فتوی دیا ہے۔ اور اس کے سوا ضرورت کے وقت میں کوئی اور صورت نظر نہیں آتی البتہ اس کی تصریح قدیم فقہاءؒ کے اقوال میں نہیں ملی اور یہ بھی ہے کہ اس رقم کے اموال میں زکوۃ کی طرح تملیک کروا کے صدقہ کرنا ضروری نہیں بلکہ وجوہ خیر میں بھی خرچ کر سکتے ہیں اور یہی ہمارا رجحان ہے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض فتاوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ صدقہ واجبہ نہیں بلکہ صدقہ نافلہ ہے اگرچہ ہم پر اس کا صدقہ واجب ہوگیا ہے اور نفلی صدقہ میں تملیک ضروری نہیں اب وجوہ خیر میں لگانا جائز ہوا تو اس میں یہ ضروری ہے کہ یہ کسی بھی صورت میں بینک کے کسی فائدہ میں بھی استعمال نہ ہو۔

فقد تمت ''الحوالة'' بفضل الله تعالیٰ وهو الموفق و المعين

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (8)

المرابحة للآمر بالشراء

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المتطلبات الشرعية لصنيع الاستثمار۔۔۔الخ

پہلے جو کتاب آپ نے پڑھی تھی، اس میں آپ نے تین معاییر پڑھے تھے:

ا۔ متاجرۃ فی العملات ۲۔ بطاقۃ الائتمان ۳۔ المدیون المماطل

اس کے علاوہ کچھ معاییر تیاری کے مراحل میں ہیں، ابھی کچھ عرصہ پہلے ''مجلس شرعی'' کا اجلاس تھا اس میں سلم، دین، استصناع کے متعلق معاییر تیار ہوئے، لیکن دوسرا سلسلہ جو اسی مجلس نے جاری کیا ہے وہ ''المتطلبات'' کا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جو ''صیغ الاستثمار'' ہیں یعنی سرمایہ کاری کے جو مختلف طریقے ہیں ان کے شرعی مقتضیات کو ایک جگہ لکھ دیا جائے، تاکہ مصارف اسلامیہ میں ان اصولوں کی رعایت رکھی جائے۔ جو متطلبات اس وقت ہیں ان میں ایک تو مرابحہ اور دوسرے اجارہ کے متطلبات ہیں ان کا مقصود یہ ہے کہ جو صیغ (مرابحہ اور اجارہ) مصارف اسلامیہ میں استعمال ہو رہے ہیں ان کے بنیادی اصولوں کو مدون کیا جائے تاکہ سب مصارف اسلامیہ اس پر عمل کریں۔

پہلے مرحلے میں مرابحہ للامر بالشراء کے متطلبات ہیں، یوں سمجھیے کہ موجودہ بنک جو سود کی بنیاد پر قرضہ دیتے ہیں ان کا حل شرعاً یہ ہے کہ سود کی بجائے مشارکہ و مضاربہ کی بنیاد پر قرض فراہم کریں اگر تاجر کو پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ بینک سے لے اور بینک اس کیلئے شریک یا رب المال بنے اور وہ آدمی شریک یا مضارب ہو، معاملہ شرکت و مضاربت کی بنیاد پر ہو اور نفع آپس میں تقسیم کریں۔ سودی نظام کا حل یہی ہے اور یہی متبادل ایسا ہے جو کسی ادنی شبہ سے بھی خالی ہے، اور اس کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں اور یہی متبادل ایسا ہے جو اسلامی تمویلی مصالح کو پورا کرتا ہے اور اس کا معیشت پر اثر نمایاں طور پر محسوس ہو سکتا ہے لیکن مشارکہ و مضاربہ کو بنیاد بنانے میں چند مندرجہ ذیل رکاوٹیں ہیں:

ا۔ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں مشارکہ ہو ہی نہیں سکتا، جیسے آجکل ایگریکلچر بینک ہوتے ہیں جو کسانوں کو مختلف چیزیں مثلاً بیج، کھاد یا ٹریکٹر کی خریداری میں پیسے دیتے ہیں، اگرچہ ان کی شرح سود کم ہوتی ہے، لیکن بہر حال سود پر دیتے ہیں، اب کسان اس پیسے کو لے کر اس سے ٹریکٹر، بیج یا کھاد خریدتے ہیں، یہ ایسی تمویل ہوتی ہے جس کو مضاربۃ یا مشارکۃ کی بنیاد پر کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اگر کسان نے ٹریکٹر خریدا تو اس میں کیا مضاربہ یا مشارکہ ہوگا، مشارکہ یا مضاربہ تو اس وقت ہوتا ہے جب کوئی آدمی کوئی چیز خریدے اور اسے فروخت کرے، اور اس کے منافع تقسیم ہوتے ہیں، یہاں یہ صورت نہیں ہو سکتی ہے کہ اس کے منافع تقسیم ہوں، اسی طرح بیج اور کھاد کے اندر بھی مشارکہ وغیرہ لینا مشکل ہوتا ہے، یا اس طرح بعض مرتبہ کوئی آدمی کار خریدنا چاہتا ہے اسے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے، یا مثلاً مکان خریدنا چاہتا ہے اس کیلئے اسے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے کار یا مکان میں اس کا مقصود بیچنا نہیں ہوتا اس لئے ان میں منافع حاصل

facebook.com/masimfarooq

نہیں ہو سکتا کہ اس کی بنیاد پر مضاربہ یا مشارکہ ہو سکے لہذا اس کیلئے کوئی اور معاملہ ہونا چاہیے کہ جس سے لوگوں کی ضرورت بھی پوری ہو اور اسمیں کوئی شرعی محظور بھی لازم نہ آئے، لہذا ضرورت پڑنے پر صرف مضاربہ یا مشارکہ پر کام نہیں ہو سکتا کوئی اور طریقہ بھی ہونا چاہیے۔

۲۔اکا دکا ملک کے سوا کسی بھی ملک نے حکومتی سطح پر غیر سودی نظام قائم نہیں کیا، نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو مضاربۃ یا مشارکہ پر رقم دی جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نفع اور نقصان میں بھی شریک ہو گا، اب جو شخص رقم لے کر جائیگا، اس کی دیانت پر بڑی حد تک دار و مدار ہے اگر وہ دیانتدار ہے تب تو ٹھیک ٹھیک نفع ظاہر کرے گا اور اگر وہ دیانتدار نہیں ہے تو آکر کہے گا کہ کوئی نفع نہیں ہوا ساری رقم ڈوب گئی نفع تو در کنا ر اصل بھی گیا، اس قسم کی مشکلات پیش آتی ہیں ان کے نتیجے میں فقہاء عصر نے مشارکہ اور مضاربۃ کے علاوہ تمویل کیلئے کچھ طریقے تجویز کیے ہیں، جس میں سے ایک طریقہ ''مرابحہ للآمر بالشراء۔''

مرابحہ کے بارے میں آپ کتب فقہ میں پڑھ چکے ہیں کہ مرابحہ کیلئے ضروری نہیں کہ وہ مؤجل ہی ہو بلکہ مرابحہ حالاً بھی ہوتا ہے، مرابحہ اور مساومہ میں فرق یہ ہے کہ مساومہ میں بائع صرف قیمت بیان کرتا ہے اصل لاگت نہیں بتاتا اور اس پر لیا جانے والا منافع بھی نہیں بتاتا، مرابحہ میں بتانا ہوتا ہے کہ میری اصل لاگت یہ ہے اور میں اس پر کتنا نفع لے رہا ہوں، نفع چاہے **مبلغ مقطوع** کی شکل میں بتادے یا کسی حصہ متناسبہ کی شکل میں بتادے، مثلاً، جو اصل لاگت ہے اس پر دس فیصدً نفع لوں گا اس مرابحہ کو تمویل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور اس مرابحہ کو تمویل کے طور پر استعمال کرنا اسی دور کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ آخری صدیوں میں علامہ شامیؒ نے کئی جگہ اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کو اس غرض کے تحت استعمال کیا گیا مرابحہ کو، تو اسکی شکل یہ ہوتی ہے کہ جہاں کسی شخص کو کوئی چیز خریدنے کیلئے رقم درکار ہے تو بینک اسے ہیہ کہتا ہے کہ بجائے اس کے کہ میں تم کو رقم دوں میں خود خرید لیتا ہوں وہ چیز اور خرید کر تم کو مؤجلاً مرابحۃً بیچ دیتا ہوں اور اس کے اوپر نفع طے کر لیتا ہے کہ جتنی میری لاگت آئے گی اس کے اوپر اتنا نفع لوں گا پھر اس نفع فیصد رکھنے میں بنک اس بات کا بھی لحاظ رکھتا ہے کہ کتنی مدت میں یہ ادائیگی کرے گا تو اگر مدت کم ہے تو نفع کی شرح بھی کم رکھتا ہے اور اگر مدت زیادہ ہے تو نفع کی شرح بھی زیادہ رکھتا ہے اس کو آج کل کی اصطلاح میں ''بیع المرابحۃ للاٰمر بالشـــراء'' کہتے ہیں، اس میں چونکہ بنک کو خود اپنی خریداری کیلئے ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کوئی آدمی آتا ہے اور آکر کہتا ہے کہ مجھے ضرورت ہے میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ اپنے طور پر یہ چیز خرید لیجئے پھر مجھے بیچ دیجئے، اس واسطے مرابحہ للآمر بالشراء کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے تاکہ اس کو عام مرابحۃ سے ممتاز کر دیا جائے، جس میں مقصود تمویل نہیں ہوتی، بلکہ محض تجارت مقصود ہوتی ہے اور یہاں چونکہ اصل مقصود تمویل ہے تو اس واسطے اس کو ممتاز کرنے کیلئے مرابحہ للآمر بالشراء کہتے ہیں جس کے اصول اس معیار میں بیان کئے گئے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

''التقدیم''

هدف عمليات المرابحة للآمر بالشراءالیٰ تلبية المؤسسة المالية الاسلامية

مرابحہ للآمر بالشراء کی جو عملیات ہیں ان کا مقصود ہے کہ اپنے عمیل کی رغبت کو پورا کرنا ''تلبیۃ'' کا معنی ہے پورا کرنا یعنی اپنے عمیل کی رغبت کو پورا کرنا ''عمیل'' سے مراد بینک کا گاہک اور جیسے پہلے معیار میں تھا کہ جب ''موسسہ'' کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے مراد اسلامی بینک یا اسلامی مالیاتی ادارے ہونگے۔

عمیل کی رغبت کو پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو معین سامان حاصل کرنے یا غیر معین لیکن موصوفہ سامان حاصل کرنے کی رغبت ہوتی ہے یعنی اس کے اندر صفات بتاتے ہیں کہ میں اس قسم کا سامان خریدنا چاہتا ہوں جب کہ اس کا ثمن مؤجل ہوتا ہے چاہے یکبارگی ہو یا رسید کے ساتھ ہو، لہذا مؤسسہ اپنے عمیل سے خریداری کا معاہدہ حاصل کرنے کے بعد اس کا انتظام کرتا ہے پہلے اس سے وعدہ لے لیتا کہ بھائی میں جب میں یہ سامان خریدوں گا تو تم مجھ سے خریدو گے اور اس نفع پر خریدو گے اس کے بعد پھر وہ تملک کرتا ہے یعنی اس سامان کا مالک بنتا ہے پھر جب مالک بن جاتا ہے تو اسی عمیل کو ثمنِ موجل یا مرابحہ جو کہ مسبوق بالوعد ہوتا یعنی جس سے پہلے عمیل کی طرف سے خریداری کا وعدہ ہوتا ہے اس کا نام آج کل کی اصطلاح میں مرابحہ لاآمر بالشراء یا مرابحہ مصرفیہ رکھا جاتا ہے اور یہ جو نام رکھا گیا مرابحہ لآمر بالشراء یا مرابحہ مصرفیہ یہ اس لیے کہ اس کو عام مرابحات سے ممتاز کیا جاسکے تو مرابحہ للآمر بالشراء کی تعریف یہ ہوئی کہ یہ وہ بیع ہے جس میں مؤسسہ کا آمر بالشراء کو (جس نے خریداری کا حکم دیا تھا) کوئی سلعہ محدود اضافہ کر کے اس کے ثمن پر یا اس کی لاگت پر، تکلفۃ (لاگت، cost) اس زیادتی کو معین کرنے کے بعد، بیچنا پایا جائے اور وہ ہی مرابحہ کا ربح ہوتا ہے

اس کا طریقہ جو عام طور پر سودی بینک کاری ہوتی اس میں یہ ہے کہ جب کوئی شخص بینک کے پاس جاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے ضرورت ہے مثلاً دو ملین روپے کی (بیس لاکھ) لیکن ساتھ ہی وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے بیس لاکھ روپے اکٹھے ایک وقت میں نہیں چاہئے، لیکن وقتاً فوقتاً میں تجھ سے وصول کرتا رہونگا، تو بینک پہلے اس آدمی کے مالی حالات وغیرہ کا جائزہ لیتا ہے کہ آیا اس قابل ہے کہ اس کو یہ رقم دی جائے پھر بعد میں سود کے ساتھ ادا کردے، اس کے دیکھنے کے عمل (کہ آیا یہ باعتماد ہے یا نہیں قرضہ دینے کے لائق ہے یا نہیں) کو ''کریڈٹ اسسمنٹ'' کہتے ہیں، کریڈٹ کے معنی ہوتے ہیں قرض یا اعتبار اور اسسمنٹ کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کا اندازہ کرنا، تو مطلب یہ ہوا کہ اس کے قابل اعتبار ہونے کا اندازہ کرنا یہ ایک مستقل فن ہے اس کیلئے بینک میں مختلف شعبے ہوتے ہیں، مختلف ماہرین ہوتے ہیں، یہ دیکھنے کیلئے کہ یہ جو آدمی آرہا ہے ہمارے لئے اس کے ساتھ تعامل مناسب ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تو کریڈٹ اسسمنٹ کا ایک مستقل شعبہ ہوتا ہے وہ متعلقہ ماہرین طے کرتے ہیں کہ اس آدمی کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے۔

facebook.com/masimfarooq

یہ طے کرنے کے بعد جب اس کو یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ قابل اعتبار ہے اور اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے تو پھر بینک ایک حد مقرر کرتا ہے کہ آئندہ اس سال یا چھ مہینے میں مثلاً ہم آپ کو دو ملین تک کی قرضہ جاری کرنے کی سہولت مہیا کرتے ہیں، تو اس کو کہتے ہیں لمٹ (limit) لمٹ کے معنی حد متعین کرنے کے ہیں یعنی اس میں بینک ایک حد متعین کر دیتے ہیں کہ وہ آپ کو یہ حد مثلاً دو ملین کی حد تک قرضہ دیں گے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ لمٹ مقرر کر دی گئی اور یہ جو لمٹ مقرر کر کے اس کو اجازت دی گئی اس کو کہتے ہیں کہ یہاں ایک فیسلیٹی فراہم کر دی ہے فیسلٹی کے معنی سہولت کے ہیں مطلب یہ کہ یہ سہولت آپ کو فراہم کی گئی ہے کہ ہم نے جو لمٹ مقرر کی ہے وہ ہے مثلاً دو ملین کی اور چھ مہینے یا سال کے اندر آپ آ کر جس وقت چاہیں ہم سے وصول کر سکتے ہیں، جتنی رقم آپ چاہیں ان دو ملین کی حد تک تو پھر لوگ حسب ضرورت کبھی ایک لاکھ لے لیا کبھی دو لاکھ لے لیے، اس طریقے سے لوگ مختلف اوقات میں لیتے رہتے ہیں عام بینکوں میں یہ طریقہ ہوتا ہے، جب اس کو مرابحہ میں تبدیل کیا گیا تو وہاں پر بھی وہ صورت کہ پہلے درخواست دیتا ہے کہ ہمیں آپ کچھ ''لیمٹ'' متعین کر دیجئے کوئی فیسلیٹی دیجیے، تو اب بینک کہتا ہے کہ ہم آپ کو مثلاً دو میلین تک کا سامان بھیجدیتے ہیں تو دو میلین کی حد مقرر ہو گئی، اسی کو بیان کرتے ہیں۔

<u>وفی الغالب تتم المرابحة المصرفية...الخ</u>

عمیل کیلئے جو مرابحہ مصرفیہ ہوتا ہے وہ کچھ تسہیلات دینے کے ذریعے ہوتا ہے ''منح'' کے معنی دینا ہے اور تسہیلات فیسیلٹیز، یعنی فیسلیٹی دینے کا ذریعہ اور فیسیلیٹی مؤسسہ کی طرف سے وہ اعلیٰ ترین لمیٹ ہوتی ہے جس پر عمیل اعتماد کرتا ہے، کہ ہم دو ملین تک آپ کیساتھ مرابحہ کرتے ہیں تو اس کو حق ہو جاتا ہے کہ وہ اس تسہیل سے فائدہ اٹھائے ''شراء بالمرابحۃ'' کے عملیات کا مطلب یہ ہے کہ جب دو ملین کی فیسیلٹی فراہم کر دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آئندہ چھ مہینے کے اندر آپ مختلف چیزوں کی خریداری کیلئے ہم سے رجوع کر سکتے ہیں، البتہ وہ دو ملین کی رقم کے اندر اندر ہو اور آپ ہمیں کہیں کہ ہمارے لیے فلاں چیز خرید کر دو ہم آپ کیلئے وہ چیز خرید کر دیں گے، آج اس نے کہا کہ ہمارے لیے ایک مشینری کی ضرورت ہے، وہ خرید لو، ہم نے وہ خرید لی، کل کہا کہ گاڑی کی ضرورت ہے ہم نے خرید لی، کبھی یہ تسہیل سلع کی خاص نوع کیساتھ مقید ہوتی ہے مثلاً ہم کاریں خریدیں گے اگرچہ کاریں ہی خریدیں گے لیکن اتنی لمیٹ کے اندر اندر اور اس میں بعض اوقات ایک معین مدت تک کا بھی لحاظ ہوتا ہے کہ اس مدت تک آپ ہمارے ساتھ یہ معاملات کر سکتے ہیں۔

<u>وتقترن المرابحة المصرفية بتأجيل الثمن مع أن هذا التأجيل ليس من لوازمها،</u>

عام طور سے بینکوں میں جو مرابحہ ہوتا ہے وہ ثمن کی تاجیل کیساتھ مقترن ہوتا ہے یعنی عمیل ثمن فوراً ادا نہیں کرتا بلکہ ثمن مؤجل ہوتا ہے باوجود یہ کہ تاجیل مرابحہ کے لوازم میں سے نہیں بلکہ مرابحہ حالاً

facebook.com/masimfarooq

بھی ہو سکتا ہے اگر مرابحۃ حالی ہو تو بائع اصلی ربح پر اکتفا کرے گا، اور اجل کے مقابلے میں کوئی ربح نہیں لے گا۔

ان الوعد او الاتفاق ۔۔۔الخ

جس وقت یہ لمیٹ منظور ہوتی ہے یعنی لمیٹ کی منظوری دی جاتی ہے کہ ہم آپ کیساتھ بیس لاکھ تک معاملہ کریں گے، تو اس وقت ایک ''جنرل ایگریمنٹ اتفاقیہ'' جس کو ''الاطار العام'' کہتے ہیں اس کے معنٰی ہوتے ہیں فریم، یعنی کسی تصویر کا کوئی فریم، اس کو اطار کہتے ہیں اس واسطے اطار کا لفظ ان بنیادی اصولوں کیلئے استعمال ہوتا ہے جن کے دائرے میں رہتے ہوئے کوئی معاملہ کیا جائیگا جو ابتدائی ایگریمنٹ ہوتا ہے وہ ایک اطار یعنی فریم ورک ہوتا ہے جس کے دائرے میں رہتے ہوئے آئندہ مرابحہ کے عقود و معاملات انجام پائیں گے۔ بنیادی شرائط اسی میں طے کرلی جاتی ہیں کہ آئندہ جتنے بھی مرابحہ ہونگے ان میں یہ باتیں طے ہونگی، مثلاً اس میں نفع کی شرح کیا ہوگی اور اگر تاخیر ہوگئی تو کیا حکم ہوگا، جتنے بھی متعلقہ معاملات ہوتے وہ سب اس میں طے کیے جاتے ہیں لیکن وہ مرابحہ جو بھی کریں گے وہ اس اتفاقیہ کے دائرے اور اس میں بیان کردہ اصولوں کے ماتحت ہونگے، یہ اتفاقیہ اطار ہوتا ہے، اس کے بعد جب عملًا کوئی خریداری کرتا ہے تو اس وقت صرف اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ ایجاب و قبول کا ایک ورقہ دستخط کرلیا جائے کہ ہم نے ایجاب کیا اور اس نے قبول کیا بس بیع ہوگئی، لیکن ساتھ اس میں یہ حوالہ دیا جاتا ہے کہ یہ بیع ان شرائط کے ماتحت ہوئی ہے جو اطار میں مذکور ہے، نیز یہ اتفاقیہ جو اطار عام کے طور پر ہوتا ہے یہ مرابحہ کے لوازم میں سے نہیں ہے، ضروری نہیں کہ یہ پہلے سے ہو، بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مرابحہ کے وقت میں شرائط تو اسی وقت طے کیے جائیں، یہ صرف اطمینان کیلئے ہوتا ہے کہ عمیل کا ارادہ ہے کہ وہ صفقہ کو نافذ کرے گا جب کہ مؤسسہ سلع کا مالک بن جائے، اگر مؤسسہ کے پاس اس سلع کا مارکیٹ میں فروخت کرنے کے امکانات ہیں تو اس کیلئے ممکن ہے کہ وہ وعد یا اطار سے مستغنی ہو، یعنی پھر اسے وعدہ لینے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ تم ہی خریدو گے اگر وعدہ نہ بھی کرے تو وہ سامان خرید لے، اگر اس نے خرید لیا تو ٹھیک ورنہ بازار میں بیچ دے، جیسا کہ اس کے امکان ہیں کہ اگر وہ وعدہ نہ بھی لے تو اس کا سامان بازار وغیرہ میں فروخت ہو جائے اور اس کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

مقترناً بخیار الشرط ۔۔۔الخ

یعنی ایک طریقہ تو یہ ہے کہ پہلے آمر بالشراء نے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تم خریدو گے، تو میں تم سے خریدوں گا، لیکن اس کا ایک اور طریقہ بھی ہو سکتا ہے کہ واعد بالشراء سے خریداری کا وعدہ نہیں کرتا، یہ طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو اصل بائع ہے جس سے مؤسسہ خرید رہا ہے، تو اس سے خیار شرط کیساتھ خرید لے، کہ ایک مدت کیلئے مجھے خیار واپس کرنے کا، اب اگر عمیل نے خرید لیا تو بیع کو نافذ کردے گا، اگر انکار کردیا تو چونکہ خیار موجود ہے اس لئے اسی بائع کو واپس کردے گا، اس طرح مؤسسہ کیلئے ممکن ہے کہ وہ وعدہ ملزم

facebook.com/masimfarooq

سے استعاضہ کرے کہ وہ وعدہ ملزم کی جگہ اس کی سلع کیلئے شراء تام ہو، کہ وہ مقترن ہو خیار شرط کیساتھ لمدۃ مناسبۃ، اس طرح اگر عمیل خریداری سے انکار کر دے تو مؤسسہ نے جو سلع خریدا تھا وہ بائع کو واپس کرنے کا ایک راستہ اس کے پاس موجود رہے گا۔

الاصل ان يقع البيع بين المؤسسة والمصدر مباشرة ---الخ

اصل یہ ہے کہ بیع مؤسسہ اور مصدر کے درمیان واقع ہو، مصدر کے معنی ایکسپوٹر یا سپلائر کے ہیں جو اصل بیچنے والا ہے، اس کے اور مؤسسہ کے درمیان بلا توکیل مبایعۃ ہو، مطلب یہ ہے کہ بینک اس سے براہ راست خریدے اور پھر اس عمیل کو فروخت کر دے۔

وقد يتطلب الامر---الخ

بعض اوقات ضرورت پیش آتی ہے کہ مؤسسہ کسی وکیل کی مدد لے، سلع کے مالک بننے کیلئے، اور وہ جو وکیل خریدے وہ مؤسسہ کی بھلائی کیلئے کرے، مطلب یہ ہے کہ یہ اس جگہ ہوتا ہے کہ بعض جگہ یہ ناگزیر ہوتا ہے کہ بینک خود خریداری نہیں کر سکتا جس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں، بعض مرتبہ تو وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بینک کو اس شی کی فنی باریکی کا اتنا علم نہیں، مثلاً ایک مشینیری خریدنی ہے وہ واقعۃ صحیح ہے، کوئی عیب اس میں نہیں ہے اس میں جو فنی نگرانی ہے اس میں بینک کے پاس ایسے تجربہ کار افراد موجود نہیں ہوتے جو اس کی نگرانی کر سکیں۔ یا مثلاً بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز خریداری کرنی ہے مگر قانوناً بینک اس کی خریداری نہیں کر سکتا، اس لیے اسے کسی کو وکیل بنانا پڑتا وغیرہ۔

وفي هذه الحالة---الخ

اس حالت میں بہتر یہ ہے کہ یوں ہونا چاہیے کہ وکیل کوئی اور شخص ہو بعینہ وہی گاہک نہ ہو جس کو بیچنا ہے تاکہ کوئی شبہ بعد میں نہ ہو، اور عمیل کو وکیل بنانے کی طرف لجوء نہ کیا جائے، الا یہ کہ حاجت ملیحہ کے وقت اور پھر بعد میں یہ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً اس عمیل کو وکیل بنادیا پھر بعد میں اس نے خود اپنے کو فروخت کر دیا یہ صحیح نہیں، کیونکہ بیع میں ہمارے نزدیک "الواحد لا يتولى طرفي العقد" ہے لہذا وہ اپنے آپ کو فروخت نہیں کر سکتا بلکہ مؤسسہ ہی اس کو فروخت کرے گا، جب عین پر قبضہ کر چکے گا، اور یہ جو ہم نے مشورہ دیا ہے کہ کسی تیسرے آدمی کو وکیل بنائے تو یہ محض کاغذی کاروائی نہ ہو کہ اندر سے کچھ بھی نہ ہو، اس سے بچنا چاہیے۔

اگر فرض کریں کہ ضرورت پڑ گئی اور اسی عمیل کو وکیل بنادیا تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ دونوں مرحلوں میں فصل ہو، مطلب یہ ہے اس کو ایک مرتبہ وکیل بنایا خریداری کیلئے، کہ تم میری جانب سے میرے وکیل کی حیثیت سے خریدو، پھر جب خریداری کر چکے، تو اس کے بعد وہ ایجاب کرے، کہ میں نے خریداری کر لی آپ کی نیابت میں اور آپ کی طرف سے قبضہ بھی کر لیا اب میں آپ سے اپنے لیے خریدنا

facebook.com/masimfarooq

چاہتاہوں اور ایجاب کرتاہوں پھر مؤسسہ اس کو قبول کرلے، تاکہ دو حیثیتوں کے درمیان واضح امتیاز برقرار رہے، جب وہ اصل بائع سے خرید رہاہے اس وقت وہ اصیل کی حیثیت سے نہیں بلکہ وکیل کی حیثیت سے خرید رہاہے، لہذا وہ اسکا امین ہے اور وہ مؤسسہ کے ضمان میں ہوگا، اگر ہلاک ہوجائے تو مؤسسہ کا نقصان ہوگا بعد میں جب خود مؤسسہ سے خرید لے گا اس وقت وہ اس کے اپنے ضمان میں آجائیگا تو دونوں ضمانوں میں فصل ہوجانا چاہیے تاکہ یہ پتہ چلے کہ اس وقت تک یہ چیز مؤسسہ کے ضمان میں تھی اب عمیل کے ضمان میں آئی ہے، یہ ہے وہ بنیادی شرط صحت مرابحہ کی یہیں سے فرق پڑتاہے تمویل ربوی اور مرابحہ میں، کیونکہ جب وہ وکیل کی حیثیت سے خریدتاہے تو اس وقت میں اور جس وقت اس نے مؤسسہ سے خریدا اس وقت تک سلع بینک کے ضمان میں ہے اگر نقصان ہوجائے تو بینک کا نقصان ہوگا، لہذا اب آگے فروخت کرسکتے ہیں ، لیکن اگر سارا کا سارا ضمان بینک ہی کا نہ رہے بلکہ شروع ہی سے وکیل ہی کا ضمان ہو تو بینک کے لئے پھر "ربح مالم یضمن" لازم آئیگا، جوکہ ناجائز ہے اور تمویل ربوی کے بالکل مشابہ ہوجائیگا مشابہ کیا بلکہ تمویل ربوی ہوجائیگا، اس واسطے اس صورت میں واجب ہے کہ "تنفیذ التوکیل بالشراء" اور مرحلہ بیع مرابحہ کے درمیان فصل کیا جائے تاکہ دوضمانوں میں تداخل لازم نہ آئے۔

والمرابحات ام ان تتم ---الخ

مرابحہ بعض اوقات اندرون ملک میں ہوتاہے کہ مؤسسہ کے لوکل گاہک ہوتے ہیں ان کیساتھ مرابحہ ہوتاہے، یا بیرون ملک مرابحہ ہوتاہے، یعنی انٹرنیشنل کوالٹیز کی مارکیٹنگ میں خریداری ہوتی ہے اور اس کیلئے انٹرنیشل بینک کو واسطہ بنانا پڑتاہے، جو امپورٹ، ایکسپوٹ کے درمیان رسیدیں بنتی ہیں وہ ان کے ذریعہ ہوتی ہیں، یہاں تک "مرابحہ للآمر بالشراء کا" ایک تعارف تھا آگے اس کے مختلف احکام ومراحل انشاء اللہ آرہے ہیں۔

نص المتطلبات الشرعية---الخ

1/2 إبداء العميل رغبته في تملك سلعة عن طريق المؤسسة

مؤسسہ کیلئے جائز ہے کہ اپنے عمیل کی رغبت کے علاوہ سامان نہ خریدے، یعنی مرابحہ للآمر بالشراء میں یہ ہوتاہے کہ کوئی عمیل آکر مؤسسہ سے کہتاہے کہ یہ سامان خرید لیجیے پھر میں آپ سے خرید لوں گا، تو جب عمیل کی طرف سے اس طرح کی رغبت کا اظہار نہ ہو تو مؤسسہ اگر نہ خریدے تو کوئی مضائقہ نہیں،

2/1/2 مع مراعاة البند 3/2/2 يجوز أن يطلب العميل من المؤسسة أن يكون شراء السلعة من جهة معينة لا غير

یہ جائز ہے کہ عمیل مؤسسہ سے یہ طلب کرے کہ مؤسسہ سامان کسی معین بائع سے خریدے، یعنی عمیل اگر متعین کردے کہ آپ یہ کار فلاں شوروم سے خریدیں اور اگر آپ نے اس سے خریدی تو میں

facebook.com/masimfarooq

آپ سے خرید لوں گا، ایسا کرنا جائز ہے عمیل کو اختیار ہے۔

"مع مراعات البند" اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ خود اسی عمیل سے خریداری ہو اور پھر اسی کو بیچ دیا جائے، یا اس عمیل کے کسی وکیل سے خریداری ہو اور پھر اس عمیل کو بیچ دیا جائے، کیونکہ اس میں بیع عینہ لازم آئیگا، لہذا مراد یہ ہے کہ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے خریدو اور مجھ ہی پر بیچو، لیکن کسی اور فریق یعنی ثالث کو متعین کر سکتا ہے کہ اس سے خریدو۔

ويحق للمؤسسة الاعتذار عن المضي في العملية في حالة رفض العميل عروضا أخرى هي الأنسب للمؤسسة.

البتہ مؤسسہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں مرابحہ آپ کیساتھ نہیں کرتا کیونکہ آپ فلاں کیساتھ خریداری کو معین کر رہے ہیں اور میں خریدنا چاہتا ہوں کسی اور سے جو میرے لیے زیادہ مناسب ہے، وہ اس عمل میں جاری رہنے سے معذرت کرلے، جبکہ عمیل دوسرے سامان کو لینے سے انکار کرلے جو مؤسسہ کیلئے زیادہ مناسب ہے۔

3/1/2 الرغبة الصادرة من العميل لا تتضمن صفة الوعد أو التعهد إلا إذا تم التصريح بذلك، ويجوز إعداد مستند واحد موقع عليه من قبل العميل يشمل الرغبة والوعد، ولا مانع من أن يكون محررا من قبل العميل أو أن يكون طلبا نمطيا معتمدا من قبل المؤسسة يوقع عليه العميل.

عمیل کی طرف جو رغبت کا اظہار ہوتا ہے کہ بھئی آپ سامان خریدیں میں آپ سے سامان خریدوں گا، یہ محض رغبت کا اظہار ہے اس سے وعد یا تعاہد نہیں ہوتا، لیکن اگر وہ صراحۃً وعدہ کرلے کہ اگر آپ خریدیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ سے خریدونگا اور ایک ہی تحریر تیار کرنا جائز ہے جس میں عمیل کے دستخط ہونگے، جس میں وہ وعدہ اور رغبت کا اظہار کرے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رغبت اور وعدہ کا اظہار لکھا ہوا ہو عمیل کی طرف سے یا یہ درخواست ہو "نمطی"، بمعنی نمونے (modal) کی جیسا کہ ایک فارم تیار کیا جاتا ہے جس میں سامان، جگہ وغیرہ کا نام خالی چھوڑی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کو نمطی کہا جاتا (طریقہ) مطلب ہے کہ مثال اور نمونہ کے طور پر ایک درخواست تیار کی جاتی ہے جو معتمد ہے مؤسسہ کی طرف سے اور اس میں خالی خانے ہوتے ہیں ان کو پُر کر کے عمیل اس پر دستخط کرتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے۔

لایجوز ان تکون عروض ۔۔الخ

ہوتا تو یوں ہے کہ جب شروع میں سامان کی کوئی خریداری ہوتی ہے تو سامان کی قیمتوں کی ایک بیان "پرائز لسٹ" بائع کی طرف سے جاری کیا جاتا ہے، کہ فلاں سامان کی قیمت یہ ہے اور فلان کی یہ ہے اس کو "عرض السعر" کہتے ہیں اس میں مختلف چیزوں کی مختلف قیمتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں، اس کی جمع "عروض الاسعار" ہے، عام طور پر یہ ہوتا کہ جس شخص کو کوئی خریداری کرنی ہوتی ہے وہ بائع سے پہلے قیمتوں کی لسٹ

facebook.com/masimfarooq

لیتا ہے وہ کوئی معاملہ نہیں ہوتا بلکہ ایک بیان ہوتا ہے کہ جو شخص بھی اس قیمت پر خریدنا چاہے ہم بیچنے پر تیار ہیں، تو کہتے ہیں وہ عروض اسعار جو حاصل کیا ہے عمیل ہے وہ جائز ہے کہ اس کا خطاب ہو عمیل کے خاص نام یعنی بائع نے عمیل کے نام خط لکھا، کہ ہمن فلاں فلاں چیزیں اس قیمت پر دینے کو تیار ہیں تو اب، اگر وہ عمیل کے نام پر لکھا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ کوئی معتبر نہیں ہے، یا اس میں کوئی خاص خطاب کسی کے نام نہ ہو، توجیہ (کا معنی خطاب کے ہیں) تو جو عروض ہیں ان کو محض رہنمائی کی ایک چیز سمجھا جاتا ہے اس کو بیع کا ایجاب نہیں کہیں گے، وہ تو محض بھاؤتاؤ کی ایک بات ہے اس میں کوئی ایجاب نہیں ہوا، اور یہ زیادہ بہتر ہے کہ (price list) یعنی بیان مؤسسہ کے نام جاری کی جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بائع اسی میں ایجاب بھی کرلے کہ اس قیمت پر دینے میں میں آپ کو ایجاب کرتا ہوں تو وہ ایجاب قائم رہے گا اگر مدت لکھی ہوئی ہو تو اس مدت تک قبول سے بیع تام ہو جائیگی، اگر مؤسسہ کی طرف سے قبول ہو گیا تو بیع خود بخود منعقد ہو جائیگی کیونکہ اس کی طرف ایجاب آیا ہے اور یہ قبول ہو گیا اور یہ بیع ہو گئی بینہا و بین المصدر، تو مؤسسہ و مصدر یعنی سپلائیر کے درمیان بیع ہو جائیگی۔

۲ موافقۃ المؤسسۃ علی المرابحۃ۔۔۔الخ

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے اور یہ اکثر بینکوں میں پیش آتا ہے کہ عمیل پہلے سے بائع کیساتھ معاملہ کر چکا ہوتا ہے اور بائع و عمیل کے درمیان ایجاب و قبول ہو چکا ہے بائع نے عمیل کو ایجاب کیا تھا اور عمیل نے اس کو قبول کر لیا، اب پیسے دینے کا مرحلہ رہ گیا تو عمیل کے پاس ادا کرنے کے لیے پیسے نہیں، اب عمیل بینک کے پاس آتا ہے کہ تم میرے ساتھ مرابحہ کر لو تو اب مرابحہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بائع اور عمیل کے درمیان بیع منعقد ہو گئی، اب تو صرف پیسوں کی ادائیگی رہ گئی اب اگر بینک پیسے دے گا تو وہ صرف پیسے دینا ہو گا اور اس کے اوپر نفع لینا ربا ہو گا لہذا جب عمیل کی طرف سے قبول کا جواب صادر ہو گیا، بائع کا ایجاب جو اس کی طرف متوجّہ تھا خاص اس عمیل کے نام پر یا جس میں کسی کا خاص خطاب نہیں تھا، بلکہ ایجاب عام تھا تو اب مؤسسہ کے لیے آمر بالشراء کے واسطے عملیہ مرابحہ جاری کرنا جائز نہیں، کیونکہ عمیل اور بائع کے درمیان بیع ہو گئی اور سامان عمیل کا مملوک ہو گیا اور یہ بات کہ اس نے ابھی تک پیسے نہیں دیے، یہ مؤثر نہیں، کیونکہ عقد کے منعقد ہونے یا اس کی صحت کے لیے ثمن کا دے دینا کوئی شرط نہیں ہے اور ثمن کی ادائیگی عقد کا اثر تو ہے، شرط یا رکن نہیں۔

اب یہ انگلینڈ وغیرہ اور مغربی ملکوں میں خاص طور پر مکانات کی جو خریداری ہوتی ہے تو وہ سود پر قرضہ لے کر مکانات لیتے ہیں تو بعض اداروں نے امریکہ اور انگلینڈ میں ایسے ادارے قائم کئے ہیں، جسمیں مسلمانوں کو مرابحۃً وہ مکانات فروخت کرتے ہیں کہ اصل مالک سے خرید لیا اور خریدنے کے بعد نفع رکھ کر اس کو بیچ دیا تو بعض اوقات اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص اصل مالک اور بائع سے معاملہ کرنے آیا اور اب

facebook.com/masimfarooq

بینک کے پاس آیا تو عقدِ بیع منعقد ہو گیا ہے، اب مرابحہ نہیں ہو سکتا، لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عقد بیع منعقد نہیں ہوا، صرف اس کی باہمی مفاہمت ہوئی کہ عمیل نے کہا مالک مکان سے کہ میں تم سے خریدنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ میں بیچنا چاہتا ہوں، بعض اوقات بائع ایڈوانس رقم بھی مانگ لیتے ہیں کہ بھئی اگر تم اس معاملے میں واقعی سنجیدہ ہو تو کچھ رقم ایڈوانس دیدو تو کچھ رقم ایڈوانس لے بھی لی تو آیا اس ایڈوانس رقم کے لینے سے بیع منعقد سمجھی جائے گی یا نہیں؟ یہ ایک سوال ہے، اس کا جواب اس بات پر موقوف ہے کہ وہاں کے قانونی نظام میں اس کو بیع سمجھا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کو بیع سمجھا جاتا ہے تو درمیان میں مرابحہ نہیں ہو سکتا، لیکن اگر اس کو بیع نہیں سمجھا جاتا ہے تو پھر مرابحہ ہو سکتا ہے، اگر ابھی تک بیع نہیں سمجھی گئی اور یہ رقم محض اس کے پاس امانت ہے اور ابھی تک عقد منعقد نہیں ہوا تو پھر اب وہ درمیان میں سے ہٹ جائے تو مؤسسہ اس کو براہ راست خرید سکتا ہے۔

یہ سوال ہمارے پاس پچھلے دنوں آیا، ہم نے یہی کہا ہے کہ وہاں کے قانونی نظام کی تحقیق کرنے کے بعد اس کا جواب دیں گے تو اصل مدار اس بات پر ہے کہ آیا عقد منعقد ہو گیا یا نہیں ہوا، اگر ہو گیا تو مرابحہ نہیں ہو سکتا اور اگر منعقد نہیں ہوا تو مرابحہ ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ محض تفاہم کی حد تک ہو۔

2/2/2 يجب إلغاء أي ارتباط عقدي سابق، بين العميل الآمر بالشراء الخ:

اگر پہلے عقد کا کوئی ارتباط موجود ہے، یعنی آمر بالشراء اور بائع اصلی کے درمیان، یعنی کوئی عقد پہلے سے ہوا ہے تو پھر مرابحہ کے جواز کے لیے ضروری ہوگا کہ پہلے بالکلیہ اس کو ختم کیا جائے، اگر وہ اقالہ کرے اور اقالہ بھی صحیح معنی میں ہو محض صوری نہ ہو تاکہ معاملہ محض قرض ربوی تک نہ پہنچے، اقالہ کرلے تاکہ مکان وغیرہ بائع کی ملکیت ہو جائے اور بیع جو ان کے درمیان ہوگئی تھی وہ ختم ہو جائے، اب بائع اور مؤسسہ کے درمیان بیع جاری ہو جائے، کیونکہ عمیل اور بائع کے درمیان علاقہ تعاقدیہ کی نفی شرط ہے کہ مؤسسہ عملیہ مرابحہ آمر بالشراء کے لئے نافذ کرے۔

ولا يجوز تحويل العقد المبرم بين العميل والمصدر إلى المؤسسة الخ:

لیکن عقد کو محول کرنا (جو طے پاچکا تھا عمیل اور مصدر کے درمیان) موسر کی طرف جائز نہیں، یہ اس واسطے کہہ دیا کہ آج کل کے انگریزی قوانین میں یہ بات ہو سکتی ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ایک بیع ہوئی، مثلاً میں نے ایک چیز خریدی اور پیسے ابھی تک نہیں دیے تو موجودہ قوانین میں یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس عقد کو تیسرے آدمی کی طرف منتقل کردوں، میں چاہوں کہ بھئی کہ میں نے فلاں سے جو خریداری کی تھی، میں اس کو آپ کی طرف محول کرتا ہوں، اب میں بیچ میں سے نکل گیا اور وہ مشتری بن گیا اور مشتری اور بائع کے درمیان براہ راست عقد کا تعلق منتقل ہو گیا تو اب اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس چیز کی ملکیت میری طرف سے اس کی طرف منتقل ہوگئی اور میرے ذمہ جو ثمن کی ادائیگی واجب تھی، وہ اس کی طرف محول ہوگئی

facebook.com/masimfarooq

اوراس کو NOVATION کہتے ہیں، جو آدمیوں کے درمیان پہلے سے ہو چکا تھا، اس کو کسی تیسرے آدمی کی طرف محول کر دینا تو ہمارے نزدیک بیع میں یہ نہیں ہو سکتا، بیع جب ہو گئی تو ہو گئی، اب یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک مشتری کی جگہ دوسرا مشتری آجائے، ہاں اگر مشتری اس کو بیچ دے تو عقد کی تحویل نہیں ہو گی، بلکہ ایک نیا عقد ہو گا، مشتری اور فریق ثانی کے درمیان کہ وہ اس کو بیچ دے اور یہاں یہ کریں گے تو بیع عینہ لازم آجائے گا، اس واسطے یہ جائز نہیں ہے، اجارہ میں یہ ممکن ہے، لیکن بیع میں یہ ممکن نہیں ہے۔

3/2/2 يجب على المؤسسة أن تتأكد أن الذي يبيع السلعة إليها الخ:

مؤسسہ کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ اس بات کا اطمینان کرے کہ جو شخص اس کو سامان بیچ رہا ہے، وہ تیسرا فریق ہے، عمیل یا اس کا وکیل نہیں ہے، بعینہ وکیل سے خرید کر اس کو بیچ دینا عینہ ہو گیا جو حرام ہے، تو وہ خود مالک اصلی ہو یا وکیل ہو پھر وہ بیچے گا تو عینہ ہو جائے گا جو جائز نہیں اور یہاں یہ جو پاکستان میں مرابحہ کا حلیہ بگڑا تھا، اس میں یہی ہوا تھا، جس کو by back کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے بیچا اور پھر اسی نے کم قیمت پر خرید لیا، بیچا اور زیادہ میں خرید لیا۔

أو أن تكون الجهة الخ:

اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بائع عمیل کا مکمل طور سے مملوک ہو یہ کمپنیوں میں ہوتا ہے یعنی بظاہر قانونی طور پر دو مستقل وجود ہیں، ایک کمپنی "الف" اور دوسرا کمپنی "ب" تو عمیل سے کمپنی "الف" اور وہ مؤسسہ سے خریدنا چاہتی ہے اور مؤسسہ خریدتا ہے کمپنی "ب" سے اور کمپنی "الف" کو بیچتا ہے، لیکن کمپنی "ب" وہ پوری کی پوری مملوک ہے کمپنی "الف" کی تو حقیقۃً دونوں ایک ہی ہوئے، اگرچہ قانونی لحاظ سے دو الگ الگ وجود ہیں، لیکن چونکہ دوسرا وجود مکمل طور پر مملوک ہے پہلے وجود کا اس واسطے وہ عینہ منتفی نہ ہوا اور یہ بکثرت ہوتا ہے، جو بڑی بڑی کمپنیاں ہوتی ہیں، ان کی ذیلی کمپنیاں ہوتی ہیں، جو مکمل طور پر ان کی ملکیت ہوتی ہیں تو اس کے الگ وجود ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، حکم وہی رہے گا۔

فإن وقع مثل ذلك البيع ۔

اگر ایسا ہوا کہ اسی سے خریدا اور اسی کو بیچا تو سارا عمل باطل ہو جائے گا۔

4/2/ يجوز للمؤسسة شراء السلعة ممن بينهم وبين الآمر بالشراء الخ:

کہتے ہیں کہ بعینہ اس عمیل سے خریدنا اور بیچنا تو ناجائز ہے، لیکن اگر کسی ایسے شخص سے سلعہ خریدا جائے، جس کی آمر بالشراء سے رشتہ داری ہے، چاہے نسب کی قرابت ہو یا زوجیت کا علاقہ ہو،، یعنی خریدا اس کی بیوی سے اور بیچا اس عمیل کو، خرید لیا اس کے بھائی سے اور بیچا اس عمیل کو، یعنی پھر اس کو مرابحہ بالاجل سے فروخت کیا جائے تو یہ جائز ہے، کیونکہ ہر ایک کی ذمہ داری جدا ہے تو اس میں بیع عینہ لازم نہیں آتی، ہاں اگر اس کو حیلہ بنا دیا کہ وقتی طور پر بیوی کو ہبہ کر دیا اور اس کو کہہ دیا کہ تم اس کو بیچ دو تو یہ سب حیلہ سازی ہے

facebook.com/masimfarooq

اور یہ درست نہیں اور بہتر یہ ہے اس سے اجتناب ہی کیا جائے، مؤسسات کی تطبیقات میں روکنے کے لیے ہر قسم کی سازش کے گٹھ جوڑ سے یہ طے کر لیا کہ بیوی کو ہبہ کر رہا ہوں تم اس مؤسسہ کو بیچ دو پھر میں اس سے خرید لوں گا، یعنی یہ احتمال ہے سازش کا کہ عملیہ کو ایسے ہی چلا دیں عمیل ہی کے فائدے کے لیے کہ خود اس کو بیچے اور پھر اسی سے خرید لے، بیچ میں خواہ مخواہ اپنے بھائی یا بیوی کو کھڑا کر دیا، لیکن جہاں حقیقی رشتہ یا حقیقت میں ذمہ منفصلہ ہو اور واقعۃً وہ اس کی مملوک ہو تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

5/2/2 يمتنع الاتفاق بين المؤسسة والعميل على المشاركة الخ:

بینکوں میں جو حیلہ سازیاں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہوتی ہے کہ عمیل سے مؤسسہ نے یہ کہا کہ ہم دونوں شرکتِ ملک کے طور پر کوئی سامان خرید لیتے ہیں، خریدنے کے بعد پھر تم وعدہ کرو کہ میرا حصہ مرابحۃً اتنے میں مجھ سے خرید لو گے، مثلاً میں نے اور زید نے ملکر ایک مکان خریدا، میں نے اس میں اسی روپے اور اس نے بیس روپے لگائے اور اس سے یہ طے کر لیا کہ تم مجھ سے اسی والا ایک مہینے کے گزرنے کے بعد حصہ پچاسی میں خرید لو گے، تو یہ جائز نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ یہ جو وعدہ ہے یہ ایک طرح سے شریک کا ضمان ہے یہ صرف اصل کا نہیں، بلکہ اس کے ربح کا بھی ہے، لیکن اگر یہ وعدہ کر لیں کہ میں خریدوں گا، لیکن اس وقت کی جو بازاری قیمت ہے اس کے حساب سے خریدوں گا یا ایسی قیمت پر خریدوں گا کہ وقت پر ہم قیمت طے کر لیں گے، پہلے سے طے شدہ نہیں ہے تو پھر یہ جائز ہو گا، یہ مطلب ہے کہ مؤسسہ اور عمیل کے درمیان کسی مشروع (منصوبہ یا پروجیکٹ) یا کسی معین صفقہ پر مشارکہ پر اکتفاء کر لینا منع ہے، جب ان میں سے پہلے سے کوئی ایک وعدہ کر لے کہ مرابحۃً اس کا حصہ خریدیں گے، مرابحہ چاہے حالاً ہو یا مؤجلہ ہو، خریدے گا کب؟ آگے جا کر کیونکہ اس کا نتیجہ نکلے گا ایک شریک ضامن ہو رہا ہے دوسرے شریک کے حصہ کا اور یہ رہا ہے کہ دوسرے شریک کے حصہ کا ضامن ہو جائے، لیکن اگر ایک شریک دوسرے شریک سے وعدہ کرے کہ اس کا حصہ قیمتِ سوقیہ سے یا ایسی قیمت سے جس پر وہ بعد میں متفق ہونگے، خریدے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

6/2/2 لا يجوز إجراء المرابحة المؤجلة في الذهب أو الفضة الخ:

سونا، چاندی یا کرنسیوں میں مرابحہ مؤجلہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف ہے اور صرف میں تقابض ضروری ہے تو مؤجل ہو ہی نہیں سکتا، مرابحہ کے دیون کی ایسی سندیں جو قابل بیع شراء ہوں ان کو صادر کرنا جائز نہیں، مقصود یہ ہے کہ آج کل ایک طریقہ یہ ہوا ہے کہ جو قرض لینے والا ہے، وہ قرض دینے والے کو ایک وثیقہ لکھ دیتا ہے کہ میرے ذمہ فلاں مقرض کے ایک لاکھ روپے واجب ہیں، اس کو بانڈ "BOND" کہتے ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

سیکورٹی بانڈیا ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ وغیرہ یہ سب اسی میں آتے ہیں۔اس کو کہتے ہیں سکیوریٹیز،یعنی دیون کے وثائق تو سودی بازاروں میں ان وثائق کی بیع ہوتی ہے ایک لاکھ روپے کا وثیقہ ہے،اب بازار میں کسی نے بیچ دیا،جیسے بل آف ایکسچینج کی کٹوتی ہے،اسی طریقہ سے اس کی بھی کٹوتی کر کے ایک لاکھ کا جو سامان ہے،اس کو ۹۹۹۰۰ میں بیچ دیا تو اس کی فروختگی ہوتی رہتی ہے اور اس کے ریٹ بازار میں گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں،اس کو "قابل تداول سندات" کہتے ہیں،ظاہر ہے کہ چونکہ وہ دین کی سندات ہیں ان کی فروختگی شرعاً جائز نہیں۔یہاں یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ مرابحہ تو حکم شرعی ہے،لہٰذا مرابحہ کے لیے ایک سند جاری کر دیں،یعنی مشتری سند جاری کر دے بائع کے نام پر کہ میں فلاں وقت پر اس مرابحہ کا ثمن ادا کر دوں گا اور پھر سند کو بازار میں بیچا اور خریدا جائے تو یہ جائز نہیں ہے،کیونکہ عقد مرابحہ تو پورا ہو گیا اور سلعہ مشتری کی ملکیت میں آ گیا،اب جو کچھ ہے وہ دین ہے،اس دین کی خرید و فروخت جائز نہیں،یہ مطلب ہے کہ جائز نہیں جاری کرنا ایسی سندات (BONDS) جو کہ قابل خرید و فروخت ہوں مرابحہ کے دیون کے عوض میں یا کسی اور دین کے عوض میں اور اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ مرابحہ دوبارہ کیا جائے اسی سلعہ پر،جس کو آج کل کی اصطلاح میں (ROLL OVER) کہتے ہیں اور یہ آج کل سودی نظام کی اصطلاح ہے کہ اگر ایک شخص نے قرض لیا تھا دس فیصد سود کے اوپر اور طے کر لیا کہ میں یکم جون کو ادا کر دوں گا،اب جب یکم جون آیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس ادائیگی کے لیے پیسے نہیں ہیں ،لہٰذا تم اس یکم جون کی مدت بڑھا دو اور یکم جون اور اس کے اوپر مزید منافع رکھ لو،مزید سود لگا دو کہ اسی کو آگے بڑھا دیا،اس کی مدت میں اضافہ کر دیا۔وہی "اما ان تقضی او تربی" لیکن مرابحہ میں یہ نہیں ہو سکتا ،مرابحہ میں ادائیگی کا جو وقت مقرر کر دیا ہے،اگر اس وقت میں ادا نہیں کر سکتا تو اس پر دوبارہ مزید اضافہ نہیں کر سکتا،کیونکہ وہ عقد تو ایک مرتبہ ہو گیا اور بیع ہو گئی،یہ کوئی تمویل نہیں ہے،بلکہ بیع ہے لہٰذا اس کے اندر (ROLL OVER) کا تصور نہیں ہے،یہ کہتے ہیں کہ مرابحہ کے اسی سلعہ پر تجدید کرنا جائز نہیں ہے،بلکہ ایک مرتبہ بیع ہو گئی تو ہو گئی۔

3/2 الوعد من العميل

1/3/2 لا يجوز أن تشتمل وثيقة الوعد أو ما في حكمها على مواعدة ملزمة للطرفين (المؤسسة والعميل)

پیچھے بتایا تھا کہ مرابحہ میں یہ ہوتا ہے کہ آمر بالشراء وعدہ کر لیتا ہے کہ تم جب یہ سامان خرید لو گے تو میں تم سے خرید لوں گا تو یہ وعدہ من جانب واحد ہونا چاہئے،یعنی آمر بالشراء کی طرف سے یہ وعدہ ہونا چاہئے کہ جب آپ اس سامان کو خرید لوگے تو میں آپ سے خریدوں گا،اس کا میں وعدہ کرتا ہوں۔مجمع الفقہ الاسلامی نے یہ قرار دیا ہے کہ کسی عقد کو مستقبل میں انجام دینے کا وعدہ،یہ اگر ایک طرف سے ہو تو ملزم

facebook.com/masimfarooq

ہو سکتا ہے یعنی مشتری نے وعدہ کر لیا کہ اگر آپ نے سامان خریدا تو میں آپ سے خریدوں گا تو یہ وعدہ ملزم ہو گا اس مشتری کے اوپر، لیکن بائع کی طرف سے ساتھ میں یہ وعدہ کر لینا کہ میں بیچوں گا اور بیچنے کے وعدے کو لازم کر دینا، یہ مواعدہ ملزمہ ہو گیا، مجمع الفقہ الاسلامی نے تو وعدہ ملزم کو تو جائز کہا ہے، مواعدہ ملزمہ کو عقد کے سلسلے میں جائز قرار نہیں دیا، کیونکہ اگر دونوں طرف سے وعدہ ملزمہ ہو تو وہ گویا مستقبل میں ہونے والے عقد کا انجاز اسی وقت کر لیا، اس کے ساتھ مشابہت پیدا ہو گئی تو اس واسطے وہ کہتے ہیں کہ "لا یجوز ان تشتمل الخ" کہ جائز نہیں ہے کہ وعدہ کا وثیقہ یا اس کے حکم میں جو کوئی اور کاغذ ہو، جو وعدے پر مشتمل ہو تو جائز نہیں ہے کہ وہ مشتمل ہو ایسے مواعدہ پر جو ملزم ہو طرفین، یعنی مؤسسہ اور عمیل کے لیے، کیونکہ یہ اس صورت میں عقد بیع کے مشابہ ہو جائے گا،، کیونکہ جب دونوں طرف سے ملزم ہو گیا تو مشابہ ہو گیا عقد بیع کے اور ابھی تملک ہوا نہیں اور تملک سے پہلے عقد بیع کا ہونا لازم آئے گا، حالانکہ ویسے بیع ہونا ممکن نہیں ہوتا اور اگر عقد بیع نہیں کیا مواعدہ کیا ہے من الطرفین اور دونوں طرفین ملزم ہیں تو یہ اس عقد کے مشابہ ہو گیا ،اس واسطے ناجائز ہو گیا۔

یہ جو بات یہاں پر کہی ہے اس کا مبنی ہے کہ وعدے کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا فقہی اور شرعی حکم کیا ہے؟ اس پر یہ دفعہ مبنی ہے۔

اس میں فقہاء کرام کا مشہور اختلاف ہے:

(۱) بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ایفاء عہد محض مکارم اخلاق میں سے ہے، دیانۃً یا قضاءً واجب نہیں، اگر کسی نے وعدہ کر لیا تو وہ وعدہ دیانۃ یا قضاء واجب نہیں ہے، البتہ مکارم اخلاق میں سے ہے کہ اس وعدے کو پورا کرے، اگر اس وعدے کو پورا نہیں کرے گا تو اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہیں گے۔

(۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ وعدے کا ایفاء دیانۃً اور قضاءً واجب ہے اور قاضی وعدے کی ایفاء پر مجبور بھی کر سکتا ہے۔

(۳) تیسرا مذہب یہ ہے کہ وعدے کا ایفاء دیانۃً واجب ہے قضاءً واجب نہیں، جب تک کہ عذر پیش نہ آئے ،عذر کی حالت میں اگر وعدے کا ایفاء نہ کرے تو مجبور اور معذور ہے اور اگر بلا عذر ایفاء وعدہ نہیں کرتا تو دیانۃً گناہ ہے، لیکن قاضی اس میں مداخلت نہیں کرسکتا، مجبور نہیں کر سکتا، زیادہ تر حنفیہ نے یہ تیسرا موقف اختیار کیا ہے کہ دیانۃً واجب ہے قضاءً واجب نہیں۔

(۴) چوتھا مذہب امام مالکؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں دیانۃً تو واجب ہے اور قضاءً واجب ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر واعد نے موعود لہ کو اپنے کسی کام کی وجہ سے کسی کام پر آمادہ کیا ہو تو پھر وعدے کا ایفاء قضاءً بھی لازم ہے اور اسکی مثال وہ یہ دیتے ہیں کہ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ "اہدم دارک وانا ابنی" "تم اپنا گھر گرا دو میں نیا تعمیر کر دوں گا"۔ تو وعدہ یہ کیا کہ میں تمہارا گھر نیا تعمیر کر دو۔ اور اس وعدے کی بنیاد پر موعود لہ کو راضی کر لیا اپنا

facebook.com/masimfarooq

گھر گرانے پر تو اس صورت میں کہتے ہیں کہ اسکا ایفاء بھی قضاءً واجب ہوگا۔ اور اگر وعدہ ایسا ہے کہ اس کام کی وجہ سے موعود لہ کو کسی ایسے کام پر آمادہ نہیں کیا جو خرچ والا یا مشقت والا ہو تو پھر وعدے کا ایفاء قضاءً لازم نہیں ہے۔ دیانۃً لازم ہے عذر کی حالت میں۔

(۵) ایک پانچواں مذہب متاخرین حنفیہ کا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ جہاں وعدے کو قضاءً لازم کرنے کی حاجت ہو تعامل ناس میں وہاں وعدے کو لازم کیا جائے گا۔ اور جہاں نہ ہو وہاں لازم نہیں کیا جائے گا۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ سمجھیں کہ تبرعات میں کسی نے وعدہ کیا تبرع کرنے کا تو اسکو لازم نہیں کریں گے لیکن بقاء مدت میں اگر کسی نے عقد کرنے کا وعدہ کیا اگر اس عقد کو لازم کرنے کی حاجت ہے تو اسکو لازم کر دیا جائے گا اور یہ کام حنفیہ نے کیا بیع بالوفاء میں بیع بالوفاء اس کو کہتے ہیں کسی شخص نے اپنا مکان کسی دوسرے کو فروخت کیا فرض کرو ایک لاکھ میں فروخت کیا اور ساتھ میں یہ کہدیا۔۔۔۔۔ نہیں بلکہ بائع یہ کہے کہ جب میں تمہارے ایک لاکھ روپے واپس لے کر آؤں تو تمہیں یہ مکان مجھے واپس بیچنا ہوگا تو حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ جو دوسری بیع ہے (کہ میں خریدوں گا) یہ اگر پہلے عقد کے صلب میں یہ شرط لگائی ہے تب تو عقد کو فاسد کر دے گی اور اگر عقد کے صلب میں شرط نہیں لگائی بیع بغیر شرط کے ہوئی تھی بعد میں مشتری نے وعدہ کر لیا کہ اے بائع جب بھی تم میرے پاس ایک لاکھ روپے لاؤ گے تو میں تم کو یہ مکان فروخت کر دوں گا تو یہ جائز ہے اور یہ جو وعدہ کیا مشتری نے بیع کا یہ قضاءً بھی لازم ہوگا کیوں؟ اسکی دلیلیں حنفیہ دیتے ہیں کہ "القواعد قد یجعل لازما لحاجۃ الناس" کہ کبھی کبھی وعدوں کو لازم کیا جاتا ہے لوگوں کی حاجت کی وجہ سے تو یہاں متاخرین حنفیہ نے یہ کہا کہ مواعید اگر ایسے ہوں کہ جنکو لازم کرنا ضروری ہو تو ان کو لازم کر دیا جائے گا اور یہ قول مفتی بہ ہے۔ تو اگر اس عقد مرابحہ میں اگر کسی نے وعدہ کر لیا کہ تم سامان خرید لو اور تمھارے خریدنے کے بعد میں خرید لوں گا۔

یہ وعدہ دو لحاظ سے قابل الزام ہے **ایک** مالکیہ کے مسلک کے مطابق جو یہ کہتے ہیں کہ اگر واعد نے اپنے وعدے کی وجہ سے اگر دوسرے کو کسی ورطہ میں ڈالا تو پھر وعدہ پورا کرنا قضاءً بھی لازم ہے اور **دوسرا** متاخرین حنفیہ کے اس قول کی بناء پر کہ قد تجعل المواعید لازمۃ لحاجۃ الناس کیونکہ بائع کو اسکے سامان کی حاجت نہیں تھی پھر بھی مشتری نے کہا کہ تم خرید لو تو میں تم سے خرید لوں گا تو اس نے مشتری کے امر کی بناپر خریدا تو مشتری نے اسکو ورطہ میں ڈالا اب اگر وہ کہے کہ جناب میں تو نہیں خریدتا۔ اس نے لاکھوں روپے خرچ کر کے اسکو خریدا تھا اور باہر سے منگوایا تھا اب ہو سکتا ہے کہ اسکا کوئی دوسرا خریدار موجود نہ ہو اب اسکو نقصان لازم ہوگا اور اس واسطے یہ وعدہ لازم ہوگا۔

یہ وعدہ ایفاء کی ساری تفصیل ہے لیکن یہ تفصیل اس وعدہ کے متعلق ہے جو کہ من طرف واحد ہو جو ایک طرف سے وعدہ کیا گیا اسکو قضاءً لازم کرنے کا یہ بنیاد موجود ہے اور اس کی بنیاد پر مجمع الفقہ الاسلامی

facebook.com/masimfarooq

نے "الوعد من طرف واحد" کو لازم قرار دینے کی گنجائش دی ہے ایک ہوتا ہے مواعدہ اسکا حاصل یہ ہے کہ مشتری اس بات کا پابند ہے کہ جب بھی بائع خریدنے کا مطالبہ کرے تو مشتری خریدے لیکن بائع بیچنے پر مجبور نہیں تو اگر کسی اور کو بیچ دے تو۔۔۔ یہ شرط اس لیے لگائی گئی تاکہ عقد کی صورت پیدا نہ ہوا گر بائع بھی بیچنے پر مجبور ہو تو یہ عقد مضاف الی المستقبل کے مشابہ ہو گا لیکن مواعدہ اگر جانبین سے ہو تو مجمع الفقہ الاسلامی نے اسکو جائز نہیں کہا تو جو عقود مضاف الی المستقبل نہیں ہو سکتے یا جو عقود معلق نہیں ہو سکتے یعنی وہ عقود معاوضہ جنکے درمیان مواعدہ من جانب الطرفین جائز نہیں اس پر یہ دفعہ لکھی گئی ہے:

البتہ مجھے تھوڑا سا تامل ہے کہ المواعدہ الملزمہ علی الاطلاق للطرفین کو ناجائز قرار دینے کی میرا خیال یہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے المواعدہ الملزمہ للطرفین کو بھی جائز کہا جاسکتا ہے اور میرا ایک مقالہ ''عقود التورید'' پڑھیں، سپلائی کانٹیکٹ کا حاصل یہ ہے کہ ادارہ کو روزانہ سامان کی ضرورت ہوتی ہے مثلا ہمارے مطبخ میں روزان کھانا پکتا ہے تو روزانہ اسکو ترکاری گوشت اور مصالحوں کی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسا ادارہ کسی دوسرے تجارتی ادارے سے یہ معاہدہ کر لیتا ہے کہ مجھے روزانہ اتنی سبزی گوشت مصالحہ وغیرہ فراہم کرو اور یہ معاہدہ بعض وقت چھ ماہ یا سال تک بھی چلتا ہے اسکو کہتے ہیں سپلائی کانٹیکٹ اور عربی میں عقد التوردی کہا جاتا ہے۔

تورید بسا اوقات محلی ہوتی ہے یعنی اسی شہر سے اور بسا اوقات باہر سے بھی ہوتی ہے تو یہ عقود آجکل متعارف ہیں اور ان میں ضرورت اس بات کی ہے کہ جانبین پابند ہوں کیوں؟ اگر اس میں یعنی مطبخ کی مثال لے لو یہاں مطبخ کو اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی تاجر ایسا ہو کہ جس پر بھروسہ کی جاسکتا ہے کہ یہ وقت پر ہمیں چیز فراہم کر دے گا اور پوری ذمہ داری لے گا۔ کیونکہ اگر فرض کر و دس یا گیارہ بجے تک ہمارے پاس سامان نہ پہنچا تو یہ ساری قوم ہنگامہ کرے گی تو لہٰذا اس کو اس بات کی یقین دہانی کی ضرورت ہے کہ کوئی آدمی پابند ہو جائے کہ ہم بیچے گے محض تبرعا عقد کرنے سے بات نہیں بنتی جب تک اس کے پاس اس بات کی ضمانت ہو کہ کہ یہ اگر کسی وقت تخلص کرے تو اسکو بیچنے یا خریدنے پر پابند کیا جاسکے۔ چنانچہ مطبخ والی مثال میں اگر بائع سامان لے آیا اور خریدار انکار کرے کہ بھائی میں تو کسی اور سے خرید چکا ہوں اس صورت میں بائع کا نقصان ہو گا کیونکہ اسمیں بائع کہہ سکتا ہے میں یہ سامان تمھارے کہنے پر لے آیا ہوں ضروری نہیں کہ یہ سامان دوسرے کے لیے بھی مناسب ہو اتنی مقدار میں اس خاص کیفیت کا تو اس واسطہ اس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ یقین دہانی ہو کہ جب میں لاؤں گا تو خریدے گا۔ یہ نہ ہو کہ میں تو اپنی دانست میں گیا اور اتنے سامان کا نتظام کیا اتنی مشقت اٹھائی اور وہ کہے کہ ہم نے کسی دوسرے سے خرید لیا تو اس کو اس بات کا اطمینان چاہیے کہ وہ خریدے یہ تو سادہ سی مقامی مثال تھی اور بین الاقوامی تجارت میں خاص طور پر اسکی بہت ضرورت ہوتی ہے امپورٹ اور ایکسپورٹ میں امپورٹ کا آرڈر آیا میرے پاس کہ ہم آپ سے فلاں چیز

facebook.com/masimfarooq

امپورٹ کرنا چاہتے ہیں مثلا چمڑا امپورٹ کرنا چاہتے ہیں اور چمڑا میرے پاس نہیں اور چمڑا حاصل کرنے کے لیے کسی اور جگہ سے مہیا کرنا پڑے گا اور جب باہر سے کوئی چیز منگوائی ہو تو معمولی مقدار میں نہیں بلکہ بڑی مقدار میں منگوائی جاتی ہے چنانچہ میں نے بھی کسی اور جگہ سے بڑی مقدار میں چمڑا فراہم کی اور اسکے لیے مجھے پیسے بھی خرچ کرنے ہونگے مجھے اس بات کا اطمنان چاہیے کہ جو شخص مجھے آرڈر دے رہا ہے وہ واقعۃً مجھ سے خرید بھی لے گا اور اگر نہ کی خریدے اور میں سارا کچھ اپنا سرمایہ لگا بیٹھوں اور کوئی ضروت نہیں کہ اس چیز کے خریدنے والے بازار میں اس مقدار میں موجود ہوں تو اس بات کا مجھے اطمینان چاہیے کہ وہ ضرور خریدے گا دوسری طرف اپمورٹ کرنے والا ہے اسکو یہ اطمینان چاہیے کہ جب بائع نے کہا کہ میں دوماہ تک فراہم کردوں گا تو دوماہ تک امپورٹ کرنے والے اسکے اعتماد پر بیٹھا رہے گا کسی اور سے بات نہیں کرے گا اگر دوماہ کے اندر اس نے سامان نہیں بیچا اور اپنے التزامات ہیں کہ دوسروں کہ سامنے کسی اور سے اتنی جگہ حاصل نہیں کر سکتا دونوں اس بات کے محتاج ہیں کہ دونوں طرف سے پابندی اور الزام ہو اور حاجت جس طرح وعدہ میں متحقق ہے مواعدہ میں متحقق ہے خاص طور پر عقود التوریدمیں جب حاجت ہے تو اسکی اجازت ہونی چاہیے حنفیہ نے اس قول کے مطابق المواعید قد تحجل لازمۃ لحاجۃ الناس اور قاضی خان نے مواعدہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

قد تجعل المواعدة لازمة لحاجة الناس:

سوال یہ ہے کہ مجمع الفقہ الاسلامی نے جس وجہ سے ناجائز کہا کہ وہ یہ ہے کہ یہ عقد کے مشابہ ہو گا تو میری گذارش یہ ہے کہ عقد کے مشابہ اگرچہ نظر میں آرہی ہو لیکن عقد کا حکم لازم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ عقد نہیں بلکہ دونوں طرف سے وعدہ ہے ایک عقد کو مستقبل میں انجام دینے کا اور مواعدہ اور عقد میں بڑا فرق ہے۔ عقد جب تام ہوتا ہے تو فریقین کے حقوق التزامات اسی وقت ایک دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں میں نے اآپ سے ٹیلی فون بیچا میں نے کہا بعت اور آپنے کہا کہ اشتریت تو کہتے ہی ٹیلی فون کی ملکیت آپکی طرف منتقل ہوگئی ثمن ادا کیا ہو یہ نا ہو ملکیت منتقل ہوگئی اور ثمن آپکے ذمہ واجب ہو گیا بخلاف مواعدہ کے جب میں کہتا ہوں آپ سے میں بیس جولائی کو یہ مثلا ٹیلی فوں بیچوں گا اور آپ کہتے ہیں کہ میں خریدوں گا تو ٹیلی فوں کی ملکیت منتقل نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ کے ذمہ ثمن واجب ہوا کیونکہ حقوق والتزامات محض مواعدہ کرنے سے منتقل نہیں ہوتے اسکا عملی نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرض کرو کہ عقد تام ہو گیا ہوتا اور میں نے یہ کہا کہ میں نے یہ ٹیلی فون تیس ہزار میں بیچا اور آپنے کہا ٹھیک ہے میں نے خریدا، چھے ماہ بعد میں پیسوں کی ادائیگی کردوں گا تب بھی ٹیلی فون کی ملکیت آپکی طرف منتقل ہوگئی اور ثمن آپکے ذمہ دین ہے اس دوران اگر زکوۃ کی تاریخ آگئی تو یہ اثاثے اگر قابل زکوۃ ہیں تو یہ آپ کے زکوۃ کے اثاثوں میں شمار ہو گا اور جو دین آپکے ذمہ ہے وہ قابل منہا ہو گا اگر مواعدہ ہے کہ بیچوں گا تو نہ ہی یہ ٹیلی فون آپکے قابل زکوۃ اثاثوں میں شمار ہو گا اور نہ ہی وہ

facebook.com/masimfarooq

رقم جو آپکے ذمہ واجب ہونے والی ہے وہ آپ دین قرار دے کر زکوۃ والے حصوں سے منہا کر سکتے ہیں تو عقد کے احکام و آثار ہیں وہ محض مواعدہ سے متحقق نہیں ہو سکتے عقد سے اسوقت متحقق ہونگے جب مواعدہ کے نتیجہ میں عقد لازم ہوگا اسی طرح اگر فرض کرو کہ بیع (عقد) ہوگئی آپ نے پیسوں کی ادائیگی نہ کی تو میں آپ سے اگر مطالبہ کروں تو پیسوں کا کر سکتا ہوں اس کا مقدمہ دائر کر سکتا ہوں ٹلیفون میرے ہاتھ سے نکل چکا ،میں اب آپ سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا مطالبہ صرف یہ ہوگا کہ آپ پیسے ادا کریں،اس دوران اگر قیمت گر گئی،تو نقصان آپ ہی کا ہے مجھے تو صرف پیسے چاہئیں۔

مواعدہ میں اگر کوئی شخص معاہدے کی خلاف ورزی کرے،وقت پر بیع نہ کرے تو اس کے ذمہ میں ثمن واجب نہیں ہوگا،زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی کی وجہ سے موعودلہ کو جو حقیقی نقصان اٹھانا پڑا مثلاً اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آپ سے یہ ٹیلیفون خرید لونگا پینتیس ہزار روپے میں ،میں نے تینتیس ہزار میں خرید لیا اس خیال سے کہ آپ مجھ سے تیس ہزار میں خرید لیں گے مجھے دو ہزار کا نفع ہو جائے گا اب آپ نے خریدنے سے انکار کر دیا،میں اس کو بازار میں بیچنے گیا تو مجھ سے کوئی تیس ہزار میں بھی خریدنے کو تیار نہیں تو میں نے جب بازار میں بیچا تو مجھے تیس ہزار ملے،تو میری اصل لاگت تینتیس ہزار تھی اور میں نے بیچا تیس ہزار میں،تو تین ہزار مجھے نقصان ہوا تو وعدہ ملزم یا مواعدہ ملزمہ کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ واعد کو میں کہوں کہ بھئی تین ہزار کا مجھے جو نقصان ہوا ہے وہ نقصان مجھے ادا کرو لیکن ثمن وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں،تو یہ بڑے فروق ہیں جو عقد میں اور مواعدہ کے اندر پائے جاتے ہیں ان فروق کی موجودگی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عقد مضاف الی المستقبل ہو گیا تو اگر حاجۃ الناس موجود ہے اس صورت میں مواعدہ ملزمہ کی بھی میرے نزدیک گنجائش ہیں خاص کر عقود التورید کے اندر ، باقی یہاں ایک طرفہ وعدہ سے کام چل سکتا ہے لہذا یہاں پر یک طرفہ وعدے کو ہی اختیار کیا گیا کہ ایک طرف سے وعدہ ہو اور وہ اس کیلئے ملزم ہو اس لئے مواعدہ یہاں منع کیا گیا۔

3/3/2 یجوز إصدار المواعدة من المؤسسة والعمیل الآمر بالشراء إذا كانت بشرط الخیار للمتواعدین كلیهما أو أحدهما.

پچھلے بند میں یہ بتایا تھا کہ وعدہ ایک طرف سے تو ہو سکتا ہے لیکن جانبین سے مواعدہ مستقبل میں بیع منعقد کرنے کے مشابہ ہے اس واسطے یہ عقد کے مشابہ ہے ،اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر مواعدۃ من جانبین ہو،تو یا تو دونوں کو اختیار ہے کہ بعد میں اس پر عمل کریں یا نہ کریں،یا کسی ایک فریق کو اختیار دیا گیا ہے کہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں تو اس صورت میں وہ مواعدہ جائز ہے کیونکہ جو ممنوع ہے وہ مواعدہ ملزمہ ہے اسی سے عقد کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے ،یہی بتایا ہے اس بند میں کہ اگر دونوں کو یا کسی ایک کو اختیار

facebook.com/masimfarooq

دیا جائے یا دونوں کو اختیار مل جائے تو دونوں صورتوں میں وہ مواعدہ ملزمہ نہیں رہے گا اس واسطے یہ ایسا ہی ہو گا جیسا کہ ایک طرف سے وعدہ ہو۔

4/3/2 يجوز للمؤسسة والعميل الآمر بالشراء بعد الوعد وقبل إبرام المرابحة الاتفاق على تعديل بنود الوعد عما كانت عليه سابقا، سواء بالنسبة للأجل أم للربح أم غيرهما. ولا يجوز تعديل الوعد إلا باتفاق الطرفين، ولكن ليس لأحدهما الانفراد بذلك.

یہاں فرمارہے ہیں کہ وعدہ جب ہو گیا تو وعدہ ہو جانے کے بعد موسسہ اور عمیل کے باہمی اتفاق سے وعدے کے جو دفعات ہیں اس کے اندر ترمیم کر سکتے ہیں، جو باتیں پہلے لکھی تھیں اس میں ترمیم اگر کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، لیکن مرابحہ کے ''اِبرام'' سے پہلے اس میں جو ''اجل'' ہے یعنی مرابحہ موجلہ کی اجل اس میں بھی ترمیم ہو سکتی ہے اور جو نفع کی شرح ہے اس میں بھی ہو سکتی ہے، وعدہ جو ہوتا ہے ایک ''فریم ورک'' ہے، جو آئندہ کے تعامل کو منظم کرتا ہے کہ آئندہ ہم اس فریم ورک پر عمل کریں گے پھر اس وعدے میں ترمیم طرفین کے اتفاق سے ہونی چاہئے، تنہا کوئی نہیں کر سکتا۔

5/3/2 يجوز أن تشتري المؤسسة السلعة مع اشتراط حق الخيار لها خلال مدة معلومة، فإذا لم يشتر العميل السلعة أمكنها رد السلعة إلى البائع ضمن تلك المدة بموجب خيار الشرط المقرر شرعا، ولا يسقط الخيار بين المؤسسة والبائع الأصلي بعرض المؤسسة السلعة على العميل، بل بالبيع الفعلي إليه.

یہاں سے یہ فرمایا کہ موسسہ جب اصلاً کسی بائع سے سامان خریدتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ عمیل کو آگے مرابحۃً فروخت کرے تو اس میں یہ جائز ہے کہ موسسہ اصل بائع سے سلعہ خریدے اور ایک مدتِ معلومہ تک خیارِ شرط اپنے لئے رکھے، اگر عمیل سلعہ نہ خریدے تو اس کیلئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ مُصدر کو سلعہ واپس کر دے، اور یہ خیار محض موسسہ کے وہ سلعہ عمیل پر پیش کرنے سے ساقط نہیں ہو گا بلکہ جب حقیقۃً بیع کرے گا تب خیار ساقط ہو گا۔

1/4/2 لا يجوز حصول المؤسسة من العميل على عمولة ارتباط.

بینکوں ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ سود وغیرہ یا جو کچھ معاملات ہوتے ہیں وہ تو اپنی جگہ پر ہوتے ہیں لیکن بینک اس بات کی ایک فیس لیتے ہیں کہ بھئی تم ہم سے معاملہ کر رہے ہو تو پہلے اتنی فیس ادا کر دو، پھر آگے جا کر دیکھا جائے گا کہ تعامل ہو یا نہ ہو یہ (placement) فیس کہلاتی ہے، بعض اوقات دوسرا لفظ اس کیلئے استعمال کرتے ہیں کہ یہ آپ کی تجویز پر غور کرنے کی ایک فیس ہے تو اس کو کہتے ہیں ''عمولۃ الارتباط''، تو موسسہ کیلئے یہ جائز نہیں کہ عمیل سے کوئی ''عمولۃ الارتباط'' وصول کرے کہ آپ کا ہم سے ارتباط کرنا اور ہمارا آپ کی بات کو سننا اس کے پہلے پیسے دو، یہ وہ نسبت ہے یا وہ مبلغ ہے جو اس معاملے کے اندر داخلے کیلئے موسسہ عمیل سے لیتا ہے، چاہے بعد میں عقد متحقق ہو یا نہ ہو، چونکہ تم ہمارے پاس آئے ہو یہ

facebook.com/masimfarooq

صرف اس کی فیس ہے اور بس، placement fees عام طور پر سے اس کو کہتے ہیں، پلیسمنٹ کے معنٰی کوئی چیز سامنے رکھ لینا، یہ معاملہ سامنے رکھا ہے تو اس کی اتنی فیس ہو گی "لانھا مقابل حق التعاقد وھوارادۃ ومشیئۃ، ولیس محلاً للمعاوضۃ" ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی تجویز پر غور کرنے کیلئے اگر موسسہ کو خود کو کوئی اخراجات برداشت کرنے پڑیں تو وہ اخراجات وصول کر سکتا ہے مثلاً یہ کہ اس کی تجویز پر غور کرنے کیلئے بعض اوقات آج کل باقاعدہ studies کروانی پڑتی ہیں، اس کے "ایکسپرٹس" یعنی ماہرین ہوتے ہیں ان سے دراسات یعنی تحقیق کرنی پڑتی ہے کہ یہ جو تجویز پیش کر رہا ہے اس کا کاروبار واقعی ایسا ہے کہ اس کے بیچ میں داخل ہوں؟ یا ان کی مالی حیثیت جانچنے کیلئے کہ ان کی مالی حیثیت ایسی ہے کہ یہ ادائیگی کر سکے وغیرہ، اس طرح کے کچھ اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں اگر وہ اخراجات ہوں تو الگ بات ہے، وہ اخراجات وصول کر سکتے ہیں، لیکن جہاں تک محض ارتباط کا تعلق ہو وہ معاوضہ جائز نہیں۔

2/4/2 لا یجوز حصول المؤسسة علی عمولة تسهیلات.

اسی طرح تسہیلات کی کوئی فیس وصول کرنا بھی جائز نہیں، تسہیلات کا معنٰی ہے (facilities) کہ ہم آپ سے یہ معاملہ کرتے ہیں کہ ایک سال تک آپ آئیں گے ہم آپ کے ساتھ مرابحہ کرتے رہیں گے۔ ان تسہیلات کی کوئی فیس مقرر کرنا جائز نہیں، جب یہ جائز نہیں کہ پیسے دیکر اس پر فیس وصول کی جائے تو محض یہ کہ ہم آپ کے ساتھ مداینہ کرنے کیلئے تیار ہیں اس کے اوپر تو فیس لینا بطریقِ اولٰی جائز نہیں ہو گا۔

3/4/2 مصروفات إعداد العقود المبرمة بین المؤسسة والعمیل تقسم بینهما ما لم یتفق الطرفان علی تحمل أحدهما لها، علی أن تکون تلك المصروفات عادلة، أي علی قدر العمل؛ حتی لا تشتمل ضمنا علی عمولة ارتباط أو عمولة تسهیلات.

یہ جو ایگریمنٹس (agreements) تیار کئے جاتے ہیں یعنی عقود تو ان کی کافی بھاری فیس دینی پڑتی ہے ماہرین قانون سے تیار کرائے جاتے ہیں، اس کی کافی فیس دینی پڑتی ہے اس کے جو اخراجات ہیں اس میں اصل یہ ہے کہ ان اخراجات کو عقد کے دونوں فریقوں پر تقسیم کیا جائے یعنی موسسہ اور عمیل مل کر اس کو برداشت کریں جب تک کہ فریقین متفق نہ ہو جائیں کسی ایک عمل پر مثلاً یہ کہ دونوں متفق ہو گئے کہ مشتری دے گا یا بائع دے گا تو یہ اتفاق جائز ہے، شرط یہ ہے کہ حقیقت / عمل اخراجات مبنی بر اتفاق ہوں تا کہ چور دروازے سے اس میں عمولۃ الارتباط اور عمولۃ التسہیلات شامل نہ کئے جائیں۔

4/4/2 إذا کانت المرابحة للآمر بالشراء قد تمت بطریقة التمویل الجماعي فللمؤسسة المنظمة للعملیة أن تتقاضی أجرة عن التنظیم یتحملها المشارکون في التمویل.

بینکوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات کوئی بہت بڑا معاملہ ہوتا ہے جس میں بہت زیادہ پیسے درکار ہوتے ہیں تو اس میں کوئی ایک بینک وہ سارا کام نہیں کرتا، تو بہت سارے بینک یا ادارے مل کر پیسے

facebook.com/masimfarooq

جمع کرتے ہیں اور پھر وہ معاملہ کرتے ہیں اور مرابحہ کرتے ہیں، ایسا ہوتا ہے کہ مثلاً یہ طے ہوا ہے کہ ایک لاکھ بیرل تیل خریدا جائے گا اور وہ مرابحۃً بیچا جائے گا تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، تنہا کوئی ایک برداشت نہیں کرنا چاہتا تو بہت سارے بینک مل کر خرید لیتے ہیں اور اس کو مرابحۃً فروخت کرتے ہیں ان کے درمیان مشارکہ کا عقد ہوتا ہے، پھر ان کے مشتریوں پر مرابحہ کا عقد ہوتا ہے اس کو ''التمویل الجماعی'' کہتے ہیں، اور انگریزی میں اس کو (Syndication) کہتے ہیں، سب لوگ مل جل کر کوئی کام کریں، تو اس کا جو مجموعہ ہوتا ہے وہ (syndicate) کہلاتا ہے اور اس کی تمویل (syndicated financing) کہلاتی ہے کہ بہت سارے لوگ مل کر یا بہت سارے ادارے مل کر پیسے جمع کر کے financing کرتے ہیں اسی کے بارے میں فرمایا۔۔۔ اذا کانت المرابحۃ الخ اگر مرابحہ پورا کیا جا رہا ہے ''تمویل جماعی'' کے ذریعے تو جو ادارہ اس پورے operation کی تنظیم کرے گا اس کیلئے تنظیم سے اجرت کا تقاضا کرنا جائز ہے، جس کو تمویل کے تمام مشارکین میں برداشت کریں گے اس میں ہوتا یہ ہے کہ مثلاً اصل معاملہ مثال کے طور پر ایک آئل کمپنی سے ہوا shell سے یہ معاملہ ہوا کہ ہم آپ کو ایک لاکھ بیرل تیل فروخت کریں گے تو وہ معاملہ بینک ''الف'' سے ہوا کہ کمپنی والے بینک ''الف'' کے پاس آئے اور کہا کہ یہ آپ ہمیں خرید کر دیں، تو اس نے کہا کہ میں تو تنہا خرید نہیں سکتا میں کچھ اور لوگوں کو بھی جمع کروں گا ان کو ترغیب دوں گا ان کو آمادہ کروں گا اس بات پر کہ وہ اس کے اندر شامل ہو جائیں مجھے اس کے پاس جانا پڑے گا، اس کو آمادہ کرنا پڑے گا بات کرنی پڑے گی، تو یہ سب کام کرنا ہوگا یہ آدمی جو یہ کہتا ہے اس کو منظّم کہتے ہیں، ایک ہوتا ہے مدیر، مدیر تو وہ ہوتا ہے کہ جب مشارکہ وجود میں آگیا تو وہ مشارکہ کو نافذ کرے اور چلائے تو وہ ''مدیر'' ہے لیکن ''منظّم'' اور ہے منظم وہ ہے کہ مشارکہ کو وجود میں لانے کیلئے لوگوں سے بات چیت کرتا ہے اور جا کر ان کو آمادہ کرتا ہے اور ان کو تیار کرتا ہے تاکہ لوگ اس میں آمادہ ہوں، اس کو منظم کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کو (arranger) کہتے ہیں arrange کا معنی ہے انتظام کرنا، تو یہ arrange کرتا ہے قبل اس کے کہ یہ معاملہ شروع ہو اس سے پہلے مختلف اطراف کو جمع کرنا ان سے گفتگو کرنا، یہ کام کرنے والا arranger کہلاتا ہے جو مشارکین بعد میں آکر شامل ہوں گے اس عملیہ میں، ان سے یہ ایک فیس وصول کر سکتا ہے arranger fees اس کو کہیں گے "عمولة التنظيم العملية" کہ اس میں جب مشارکین سے بات کرے گا کہ بھئی آپ شریک ہوں لیکن میں ساری یہ سب محنت کر رہا ہوں کہ میں شرکاء کو جمع کر رہا ہوں ان سے معاملات کر رہا ہوں اس کے لئے سفر کر رہا ہوں کاغذات، خط و کتابت کر رہا ہوں ان سب باتوں کے لئے آپ لوگ مل کر مجھے فیس دینگے یہ مطلب ہے اس بند کا کہ وہ ادارہ جو اس سارے عملیہ کی تنظیم کرے اس کو حق ہے کہ ''ان تتقاضى اجرة عن التنظيم يتحملها المشاركون في التمويل''

يجوز للموسسة اخذ عمولة الدراسات الائتمانيه اودراسة الجدوي

facebook.com/masimfarooq

موسسہ کے لئے جائز ہے کہ وہ فیس وصول کرے ''دراسات ائتمانیہ''یعنی وہی (CREDIT STUDIES)یا''دراسہ جدوی''کی۔جدوی کے اصل معنی فائدہ کے ہوتے ہیں تواس کا ترجمہ ہے FEASIBLE(FEASIBILITYREPORT) کے معنی ہے کوئی چیز قابل عمل ہونا کہ یہ چیز قابل عمل ہے یا نہیں اس عمل کے کرنے کا فائدہ ہوگا یعنی فائدہ مند ہونا اس کا FEASIBLITY STUDIES کو کہتے ہیں''دراسۃ الجدوی''اور جو رپورٹ ماہرین سے تیار کی جاتی ہے اس کو FEASIBILITY رپورٹ کہتے ہیں اس کو عربی میں ''تقریر الجدوی'' کہتے ہیں اور یہ ''دراسۃ الجدوی'' عام طور سے جو بڑے کام ہوتے ہیں یا بڑے منصوبے ہوتے ہیں ان کو شروع کرنے سے پہلے FEASIBILITY REPORT تیار کی جاتی ہے اور اس کے ہر چیز کے ماہر ہیں کوئی پلانٹ لگاتا ہے تو اس کو FEASIBILITY REPORT ہوتی ہے اس پر خاصے اخراجات آتے ہیں تو دراسہ ائتمانیہ سے مراد اس کے قابل اعتماد ہونے کی تحقیق اور دراسۃ الجدوی کے معنی ہے FEASIBLITY STUDY کرنا(التی تجریہا۔۔)اگر یہ موسسہ خود اس کو کرنا پڑے(اذا کانت الدراسۃ۔۔)اگر یہ دراسہ عمیل کے مطالبہ پر ہو اور اس کی مصلحت کے لئے ہو اور شروع سے طے ہو گیا ہو کہ بھائی ہم یہ کرینگے ابھی ہمیں یہ پتہ نہیں کہ اس کے نتیجے میں ہم آپ کے ساتھ یہ معاملہ کر سکیں گے یا نہ کر سکے لیکن اس سے پہلے ہمیں یہ سب آپ کے لئے کرنا پڑے گا اگر آپ فیس دینے کو تیار ہو تو کرتے ہیں ورنہ نہیں۔

5/2 الضمانات المتعلقة بالشروع في العملية

1/5/2 يجوز للمؤسسة أن تحصل من العميل (الآمر بالشراء)

یہ والا حصہ ضمانات سے متعلق ہیں یہاں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی مؤسسہ اپنے کسی عمیل سے(جو آمر بالشراء ہے)کفالت لے کہ بائع اصلی اپنے انتظام کو پورا کرے گا اور اگر پورا نہ کرے تو یہ ضامن بنے گا تو اس کی اجازت ہے بشرطیکہ یہ کفالت بحیثیت آمر بالشراء بھی نہ ہو اور بحیثیت وکیل بھی نہ ہو کیونکہ وکالت عقد امانت ہے وکالت کے اندر شرط نہیں لگائی جاسکتی،اس بات کی کہ وکیل کفیل ہوگا وکالت میں کفالت کی شرط نہیں لگائی جاسکتی، لیکن جب وکیل بن گیا اب اس کے بعد اسے کہا جائے کہ بھئی وہ کہہ رہا ہے کہ میں فلاں خاص بائع سے لینا چاہ رہا ہوں،جو سامان ہے وہاں سے منگوانا چاہتا ہوں تو اب وہ اس سپلائیر کو جانتا نہیں تو اس سے یہ کہنا کہ ٹھیک ہے ہم وہاں سے منگوادیں گے لیکن تم اس بات کی ضمانت دو کہ وہ مصدر (سپلائیر)اپنے انتظامات کو صحیح صحیح انجام دے گا،اور اگر اس نے انجام نہ دیا یا کوئی گڑ بڑ واقع ہوئی تو تم ذمہ دار ہوگے یہ کفالت اس سے لینا درست ہے۔

موسسہ کیلئے جائز ہے کہ وہ عمیل آمر باشراء سے بائع اصلی کے حسنِ ادا کی کفالت حاصل کرے''حسنِ ادا''کا مطلب ہے کہ وہ اپنے التزامات کو پورا کرے گا کہ موسسہ کے سامنے جو اس کے

facebook.com/masimfarooq

التزامات ہیں اس کو وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرے گا یعنی جیسی مبیع درکار ہے موسسہ کو جن مواصفات کے ساتھ ان ہی مواصفات کے ساتھ دے گا جتنی مقدار میں درکار ہے اتنی مقدار میں دے گا اور کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی، (بصفتہ الشخصیۃ۔۔۔) اس کا تعلق ہے کفالۃ سے، کہ عمیل جو کفالت دے گا وہ اپنی ذاتی شخصیت میں دے گا بحیثیتِ آمر بالشراء یا بحیثیت وکیلِ موسسہ نہیں دے گا بلکہ اپنی ذاتی حیثیت میں دے گا چونکہ اپنی ذاتی حیثیت میں دے گا اس لئے بعد میں اگر بالفرض مرابحہ نہ بھی ہوا یعنی وہ سامان بعد میں آمر بالشراء نے نہیں خریدا تب بھی کفالت قائم رہے گی، یہ کفالت طلب نہیں کی جائے گی، مگر ان حالات میں جہاں کہ عمیل خود تجویز پیش کرتا ہے کسی معین سپلائیر کی، جس سے کہ موسسہ موضوعِ مرابحہ (سلعہ) خریدے گا۔ (یعنی اگر عمیل کی طرف سے کسی معین سپلائر سے سامان خریدنے کی تجویز ہو تو کفالت طلب کی جاسکتی ہے)۔

اس ضمان کا کیا نتیجہ نکلے گا کہ عمیل برداشت کرے گا اس ضرر کو، جو حاصل ہو موسسہ کو بائع کے مراعات نہ کرنے کے نتیجے میں، ان مواصفات کی جو سلعہ کیلئے مقرر کی گئی تھیں یا اس نے غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا اپنے التزامات کی تنفیذ میں اس سے جو ضرر ہوگا موسسہ کو وہ اس کا ضامن ہوگا بحیثیتِ کفیل، اگر وہ ایسے التزامات کی رعایت نہیں کرتا کہ جس کے نتیجے میں موسسہ کی کوششیں اور اسکے پیسے ضائع ہوتے ہیں۔

2/5/2 لا يجوز تحميل العميل الآمر بالشراء ضمان ما يطرأ على السلعة من أضرار وهلاك خلال فترة الشحن أو التخزين. ولا يمكن اعتبار هذا من قبيل كفالة حسن أداء البائع التي تقتصر على حسن تنفيذ الالتزامات ولا تتعدى إلى ضمان مخاطر الطريق التي يجب أن يتحملها مالك السلعة.

عمیل (آمر بالشراء) کے اوپر ضمان نہیں ڈالا جاسکتا ان چیزوں کا جو طاری ہوں سلعہ پر، جو ضرر طاری ہو جائے یا ہلاکت واقع ہو جائے اس مدت میں، جبکہ وہ سامان سوار کیا جارہا ہو جہاز پر (شحن کے معنی ہیں shipment یعنی کسی سامان کو جہاز پر سوار کرنا) اور یہ جو کار گو ہے اس کو بھی عربی میں شحن کہتے ہیں "طیارۃ الشحن" کہتے ہیں یعنی کار گو ائیر کرافٹ وغیرہ اور یہ جو کار گو ہوتا ہے اس کو "باخرات الشحن" کہتے ہیں۔

شحن یعنی (shipment کے وقت میں یا تخزین یعنی storage کے وقت میں یعنی اس کے دوران اگر ہلاکت واقع ہو جائے یا سامان خراب ہو جائے تو اسکے نقصان کی ذمہ داری عمیل پر نہیں ڈالی جاسکتی اور یہ جو اوپر حسنِ ادا بائع کی کفالت کہا تھا یہ اس میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ کفالت اور حسنِ ادا اس کے بائع کے التزامات کی تنفیذ صحیح طریقے پر ہو اس حد تک محدود ہے راستے کے مخاطب پر وہ حاوی نہیں ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ سلعہ کا مالک اس کو برداشت کرے عمیل پر نہیں ڈالا جاسکتا۔

3/5/2 يجوز للمؤسسة في حالة الإلزام بالوعد أن تأخذ مبلغا نقديا يسمى هامش الجدية، يدفعه العميل بطلب من المؤسسة من أجل أن تتأكد من القدرة المالية للعميل

facebook.com/masimfarooq

یعنی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ (یعنی آمر بالشراء نے) کہا ہو کہ میں خریدوں گا اور وہ وعد ملزم قرار دیا گیا ہو تو اس صورت میں موسسہ کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ اس سے کچھ رقم لے لے اس رقم کو "ہامش الجدیۃ" نام دیا گیا ہے ہامش اصل میں حاشیہ کو کہتے ہیں اور جدیہ کے معنی سنجیدگی تو سنجیدگی کا margin معنی یہ ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں واقعتاً یہ معاملہ آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں تو یہ رقم لے سکتا ہے لیکن اس رقم کا حکم یہ ہے کہ یہ رقم موسسہ کے پاس بطورِ امانت رہے گی جیسے آگے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

موسسہ کیلئے جائز ہے الزام بالوعد کی حالت میں کہ وہ ایک مبلغ نقد لے لے جس کا نام "ہامش الجدیۃ" ہوتا ہے جو کہ موسسہ کے طلب کرنے پر عمیل دے گا اس کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ وہ عمیل کی مالی قدرت کا اطمینان حاصل ہو کہ واقعی یہ اس لائق ہے کہ یہ معاملہ کرے کیونکہ وعد ملزم کے بارے میں ہم پہلے ذکر کر چکیں ہیں کہ فرض کرو کہ اگر اس میں بعد میں وہ اپنے وعدے کو پورا نہ کرے تو اس وعدے کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے جو واقعی حقیقی نقصان موسسہ کا ہوا اس سے وصول کیا جا سکے حقیقی نقصان یہ ہے کہ وہ سامان منگوایا اس کو بیچنے کیلئے اس نے خریدا نہیں کہیں اور بیچا اس میں نقصان ہو گیا تو اس نقصان کی تلافی اس کے ذمے ہو گی ت وہ تعویض جو کرے اس کا اطمینان ہو جائے کہ یہ امکان ہے کہ وہ تعویض کرے گا اور ضرر جو اس کو لاحق ہو گا عمیل کے نقول کی شکل میں اس صورت میں تعویضِ ضرر کا مطالبہ نہیں کر سکیں گے اس صورت میں یہ کر سکتا ہے کہ ہامش الجدیہ کی جو رقم رکھی ہے اس میں سے اس کو وضع کرے۔

ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہامش الجدیہ کو عربون نہیں سمجھا جائے گا عربون کے معنٰی ہیں بیعانہ، کیونکہ عربون عقدِ بیع کے وقت میں دیا جاتا ہے بیع ہو چکی ہوتی ہے اور پھر مشتری کچھ حصہ دیتا ہے بیعانہ کا، وہ وعدۂ بیع کی حالت میں نہیں ہوتا بلکہ عقد کے وقت میں ہوتا ہے۔

اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ بعد میں بیع کو نافذ کر گیا اور باقی ماندہ قیمت دینے پر اور سامان اٹھانے پر راضی ہو گیا تو عربون جزوِ ثمن بن جاتا ہے اور اگر وہ اٹھانے پر آمادہ نہ ہوا تو پھر یہ بائع کو اپنے پاس رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے ائمہ ثلثہ تو نہیں مانتے، ان کے ہاں تو ہر حال میں واپس کرنا ہو گا لیکن امام احمدؒ مانتے ہیں۔

یہ ہامش الجدیّۃ عربون نہیں ہے کیونکہ ابھی عقد منعقد نہیں ہوا اس لئے اس کو عربون نہیں کہہ سکتے، نہ ہی اس پر عربون کے احکام جاری کر سکتے ہیں، بلکہ یہ محض امانت ہے۔

4/5/2 لا يجوز للمؤسسة حجز مبلغ هامش الجدية في حالة نكول العميل عن تنفيذ وعده الملزم، وينحصر حقها في اقتطاع مقدار الضرر الفعلي المتحقق نتيجة النكول، وهو الفرق بين تكلفة السلعة وثمن بيعها لغير الآمر بالشراء. ولا يشمل التعويض ما يسمى بالفرصة الضائعة.

facebook.com/masimfarooq

موسسہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس صورت میں جب کہ عمیل اپنے وعدہ ملزمہ کو نافذ کرنے سے انکار کردے وہ پوری رقم کو ضبط کرے اس کا حق صرف منحصر ہوگا کہ اتنی رقم کاٹ لے کہ وہ ضررِ فعلی کے برابر ہو، جو کہ انکار کے نتیجے میں اور سلعہ کی لاگت کے درمیان متحقق ہوگا، یعنی اس کو کسی تیسرے فریق کو بیچنے کے ثمن کے درمیان جو فرق ہے کہ جتنی لاگت آئی تھی وہ بیچنے وقت پوری حاصل نہ ہوسکی، تو صرف اتنی مقدار اس میں سے نکال سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں، اور یہ تعویض اس صورت میں شامل نہیں ہوگی جس کو "الفرصۃ الضائعۃ" کہتے ہیں یعنی ضائع شدہ موقع (opportunity cost) کہ میں اگر اس رقم کو کسی اور جگہ لگاتا تو کتنے پیسے مجھے ملتے تو یہ الفرصۃ الضائعۃ کہلاتا ہے، تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اگر یہ تمہیں بیچتا تو مجھے اتنا نفع ہوتا، اب میرا وہ نفع چلا گیا لٰہذا وہ بھی دو، تو یہ نہیں کرسکتا، بلکہ جو حقیقی نقصان ہوا کہ لاگت وصول کرنے کی حد تک ہے وہ وصول کرسکتا ہے۔

5/4/2 إذا تم تنفيذ العميل لوعده وإبرامه لعقد المرابحة للآمر بالشراء فيجب على المؤسسة إعادة هامش الجدية للعميل، ولا يحق لها استخدامه إلا في حالة النكول حسب التفصيل في البند

اگر عقدِ مرابحہ میں کیا گیا وعدہ پورا ہوگیا تو موسسہ پر واجب ہے کہ جو ہامش الجدیہ لیا تھا وہ واپس کرے، موسسہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ اسے کسی طرح استعمال کرے مگر صرف اسی صورت میں جب نکول ہو، جیسا کہ پیچھے گذر چکا اور اگر عمیل کیساتھ یہ اتفاق ہو کہ جب مرابحہ ہوگا امر بالشرا کا تو پھر اس کو ثمنِ سلع میں وضع کرلیا جائیگا تو یہ بھی درست ہے اور ایسا کیا جاسکتا ہے۔

6/5/2 يجوز للمؤسسة أخذ العربون بعد عقد بيع المرابحة للآمر بالشراء مع العميل، ولا يجوز ذلك في مرحلة الوعد. والأولى أن تتنازل المؤسسة عما زاد من العربون عن مقدار الضرر الفعلي، وهو الفرق بين تكلفة السلعة والثمن الذي يتم بيعها به إلى الغير.

مؤسسہ کیلئے عربون کا لینا جائز ہے، بیع کے منعقد ہوجانے کے بعد اور وعد کے مرحلے میں جائز نہیں، کہتے ہیں کہ اصل میں یہ حنابلہ کا مذہب تو یہ ہے کہ مکمل عربون کی رقم لینا جائز ہے فرض کرو کہ اپنی بیع کو نافذ نہیں کیا، بیع تو ہوگئی لیکن سامان اٹھایا نہیں اور پیسے دیے نہیں تو جتنی رقم عربون کی ہے ساری کی ساری لینا حنابلہ کے نزدیک جائز ہے لیکن اولی یہ ہے کہ مؤسسہ تنازل کرے عربون کے اس حصے سے تنازل کرے جو کہ ضرر فعلی کی مقدار سے زائد ہے، اولی یہ ہے کہ اس حد تک لے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ نہ لے، لیکن اگر لے تو فی نفسہ حنابلہ کے مذہب کے مطابق جائز ہے، عربون کیا ہے کتاب میں اس کی تعریف موجود ہے۔

3– تملك المؤسسة السلعة وقبضها والتوكيل فيها

1/1/3 يحرم على المؤسسة أن تبيع سلعة بالمرابحة قبل تملكه لها. فلا يصح توقيع عقد المرابحة

facebook.com/masimfarooq

مع العميل قبل التعاقد مع البائع الأول لشراء السلعة موضوع المرابحة، وقبضها حقيقة أو حكما بالتمكين أو تسليم المستندات المخولة بالقبض

یہ وہی بات ہے کہ ملکیت میں آنے سے پہلے فروختگی ہو نہیں سکتی،اس لئے ضروری ہے کہ پہلے تملک ہو تو عقود مرابحہ پر دستخط کرنا عمیل کے ساتھ جائز نہیں جبکہ تعاقد نہ ہوا ہو بائع اول کیساتھ اور اسی طریقہ سے اگر پہلا عقد باطل ہے تو دوسرا بھی صحیح نہیں ہوگا۔

2/1/3 يجوز أن يتم تعاقد المؤسسة مع البائع عن طريق لقاء الطرفين وإبرام عقد البيع مباشرة بعد مناقشة تفاصيله، كما يجوز أن يتم ذلك عن طريق إشعارين بإيجاب وقبول متبادلين بالكتابة أو المراسلة بأي شكل من أشكال الاتصال الحديثة المتعارف عليها بضوابطها المعروفة.

بیع کے تعاقد کیلئے ایجاب و قبول کا طرفین کی طرف سے ہونا ضروری ہے زبانی ہو یا تحریری ہو اور کہتے ہیں کہ جب سلع کو غیر ملک سے امپورٹ کیا جارہا ہو تو لیٹر آف کریڈٹ کھولنے کے طریقے پر جس کو ایل سی کہتے ہیں بین الاقوامی تجارت میں، یہ ہوتا ہے کہ مثلاً مشتری پاکستان میں بیٹھا ہوا ہے اور بائع مثلا جاپان میں، تو اس کو یعنی مشتری کو یہ فکر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں پیسے بھیج دوں اور سامان نہ آئے اور بائع کو یہ فکر ہے کہ سامان بھیج دوں اور پیسے نہ آئیں، جہاں آدمی آمنے سامنے ہوتے ہیں اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ بھئی ہاتھ میں سامان لو اور ہاتھ سے پیسے لو، یعنی ایک ہاتھ سے لو اور دوسرے سے دو، لیکن جب دوسرے ملک میں بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سامان میں نے تمہیں بھیج دیا ہے اور پیسے آئے نہیں، اور دوسرا کہتا ہے کہ سامان آیا نہیں اور پیسے میں نے بھیج دیے، تو اس واسطے دو ملکوں کے درمیان ہونے والی تجارت میں وسیط کی ضرورت ہوتی ہے، کہ وہ بیچ میں ایسا کام انجام دے کہ وہ اس کو سامان پہنچانے کی یقین دہانی کروائے اور ایک کو پیسے پہنچانے کی یقین دہانی کروائے لہذا اس میں بینک واسطہ بنتا ہے، اس طرح کہ جب میں سامان منگوانا چاہتا ہوں تو میں کسی بینک کے پاس جاتا ہوں کہ بھئی میں نے سامان منگوانا ہے اس کی تفصیل لکھ کر دیتا ہوں تو وہ ایک کاغذ بناتا ہے جس کو لیٹر آف کریڈٹ کہتے وہ اسے جاپان بھیجتا ہے کہ جاپان میں جو بائع ہے اس کے بینک میں پاکستان میں موجود رقم اس بینک کو بھیجتا ہے، یعنی بائع کا بینک جس کو البنک المراسل کہتے ہیں یہ ہے "فاتح الاعتماد"، جس نے ایل سی کھولی ہے، اور بائع کے بینک کو البنک المراسل کہتے ہیں، تو اس کو وہ بینک بھیجتا ہے کہ یہ آدمی میرے پاس آیا ہے اور مجھے یقین دہانی کرائی ہے کہ جب اس کے پاس "شپ منٹ" کے کاغذات آجائیں گے، تو یہ پیسے دیدے گا اور مجھے اس پر اعتماد ہے لہذا البنک المراسل اپنے بائع کو یہ اطمینان دلادے کہ اس نے ہمارے ساتھ معاملہ کیا اور ہم اس معاملہ کے بیچ میں آگئے ہیں لہذا اس کو اطمینان ہونا چاہیے اور وہ البنک المراسل بائع سے یہ بات نقل کرتا ہے، پھر جب وہ سامان جہاز پر چڑھاتا ہے تو اس کی رسید جس کو "بل آف لینڈنگ"، یعنی "مستندات الشحن" کہتے ہیں، البنک المراسل کی طرف حوالے کرتا، بنک مراسل وہ کاغذات فاتح

facebook.com/masimfarooq

الاعتماد بنک کے پاس بھیجدیتا ہے، یہ بینک مشتری کو اس وقت ادا کرتا ہے جب وہ پیسے دیدے اب اس میں مختلف معاملات ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بینک اپنے طور پر اس کی ادائیگی وہاں کر دیتا ہے اور پھر مشتری سے وصول کر لیتا ہے اور بعض اوقات یہ صورت ہوتی ہے کہ جب یہ وصول کرلے گا تب میں مراسل بینک کو بھیجوں گا یہ "فتح لاعتماد المستندی" کہلاتا ہے، یہ عمل کہ لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنا کہ بین الاقوامی تجارت اس کے بغیر ممکن نہیں، اس واسطے یہاں پر اس کا ذکر ہے کہ جب لیٹر آف کریڈٹ کھولدیا بینک کے نام پر اور بینک کے فائدے لیے گئے، کیونکہ بینک نے سامان منگوانا ہے تو اسی کے نام لیٹر آف کریڈٹ کھولے گا اسی کے فائدہ کیلئے کھولے گا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہو گیا جس کے مقابلہ میں بائع کا قبول آئیگا، یہ ایجاب سمجھا گیا، یعنی لیٹر آف کریڈٹ کھولنا اجاب اور بائع کا سامان کو شپ کر لینا اس کی طرف سے قبول سمجھا جائیگا۔

3/1/3 الأصل أن تشتري المؤسسة السلعة بنفسها مباشرة من البائع، ويجوز لها تنفيذ ذلك عن طريق وكيل غير الآمر بالشراء، ولا تلجأ لتوكيل العميل (الآمر بالشراء) إلا عند الحاجة الملحة. ولا يتولى الوكيل البيع بنفسه، بل تبيعه المؤسسة بعد تملكها العين، وحنيئذ يراعى ما جاء في البند 5/1/3.

اصل تو یہ ہے کہ مؤسسہ سلع براہ راست خریدے بائع سے پھر اسے فروخت کر دے لیکن اس میں بعض اوقات یہ دشواری ہوتی کہ مؤسسات کے پاس جو لوگ مختلف اشیاء کی خریداری کیلئے آتے ہیں اور ہر شی کی خریداری کیلئے اس کے مناسب مہارت درکار ہوتی ہے کہ آدمی یہ دیکھے کہ کوئی صحیح چیز خرید رہا ہوں کہ نہیں اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ کسی کو وکیل بنایا جائے، بائع سے خریداری کا اور پھر عمیل کو بیچ دے ،اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ وکیل کوئی تیسرا شخص ہو آمر بالشراء نہ ہو اور اسی کو وکیل بنا دینا کہ تم ہماری طرف سے خرید لو اور پھر سخت ضرورت کے وقت میں یہ کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ محض صوری معاملات سے بچاؤ ہو سکے، اور وکیل پھر بعد میں یہ نہ کہے کہ بس میں اپنے آپ کو خود بیچ دوں گا کہ **الواحد لا يتولى طرفي العقد في البيع**، تو اس واسطے یہ نہیں ہو سکتا، (بل تبیعہ المؤسسہ بعد تملکہا العین۔)

4/1/3 يجب اتخاذ الإجراءات التي تتأكد المؤسسة فيها من توافر شروط محددة في حالة توكيل العميل بشراء السلعة، ومنها:

یعنی صحیح طریقہ یہ ہے کہ بائع کو براہ راست ادائیگی کرے، ایسا نہ کرے کہ سلع کا ثمن عمیل کے وکیل کے حساب میں دے، یعنی بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اسکو پیسے دیدیے۔ اس کی بجائے براہ راست بائع کو رقم دیدی تاکہ اس سے اس شبہ سے اجتناب ہو سکے، کہ یہ معاملہ انٹرسٹ کی بنیاد پر تمویل بے فائدہ ہو کر نہ رہ جائے۔

facebook.com/masimfarooq

دوسرا یہ کہ ''ان تحصل من المصدر''اس سے وثائق حاصل کرلے،تاکہ اس بات کا یقین کرلے کہ بیع واقعی متحقق ہوگئی ہے۔

5/1/3 يجب الفصل بين الضمانين: ضمان المؤسسة، وضمان العميل الوكيل عن المؤسسة في شراء السلعة لصالحها، وذلك بتخلل مدة بين تنفيذ الوكالة وإبرام عقد المرابحة للآمر بالشراء من خلال الإشعار من العميل بتنفيذ الوكالة والشراء، ثم الإشعار من المؤسسة بالبيع

یہی بنیادی بات اس میں اہمیت رکھتی ہے کہ ضمان دونوں کے منفصل ہوں،واضح طور پر،کیونکہ جب تک عمیل بحیثیت وکیل خریداری کرے گا تو اس وقت تک وہ سامان بینک کے ضمان میں رہے گا،پھر بعد میں جب ایجاب وقبول کے ذریعہ مرابحہ کا عقد عمیل کیساتھ منعقد ہوجائیگا تو اس کا ضمان امین کی طرف منتقل ہوجائیگا دونوں ضمانوں کا منفصل ہونا ضروری ہے کہ ایک مدت ایسی بیچ میں حائل ہونی چاہیے جس میں وکالت کو اس نے نافذ کیا ہو یعنی خریداری کی ہو مؤسسہ کیلئے،اور پھر اس سے عقد مرابحہ کیا ہو اور یہ اس طرح ہوگا کہ ایک نوٹس عمیل کی طرف جائیگا کہ میں نے وکالت نافذ کردی ہے،اور مؤسسہ کی طرف سے قبول ہوگا اس میں ملحق ''الف''اور ''با''آئے ہیں۔

الإشعار من العميل بتنفيذ الوكالة والشراء، ثم الإشعار من المؤسسة بالبيع

کہ میں نے وہ بضاعۃ خرید لیا ہے جس کے اوصاف پیچھے لکھے ہوئے ہیں،تمہاری طرف سے تمہاری مصلحت کیلئے،اور یہ میرے پاس موجود ہے اور چونکہ میں نے آپ سے خریداری کا وعدہ کیا تھا تو اب میں نے تم سے خرید لیا،(فقد اشتريتها منكم بمالي قدر كذا وهو يتكون من التكيفة۔۔)یعنی اس کی لاگت اتنی ہے ایک طرف سے اسے یہ خبر دی ہے کہ میں نے وکالت پوری کردی ہے اور دوسری طرف اس نے اپنی طرف سے ایجاب کردیا ہے۔

اگلا ملحق بینک کی طرف سے جو ''اشعار القبول بالبیع'' کے عنوان سے ہے،من المؤسسۃ الی وکیلہ، جب مؤسسہ کی طرف سے قبول کے دستخط ہوجائیں گے اس وقت اس کا ضمان عمیل کی طرف منتقل ہوگا، جب تک نہیں ہوتے اس وقت تک کا ضمان مؤسسہ پر ہوگا۔

6/1/3 الأصل أن تكون الوثائق والعقود والمستندات الصادرة عند إبرام عقد شراء السلعة باسم المؤسسة وليس العميل، حتى لو كان هذا الأخير وكيلا عنها.

یعنی جتنے بھی بل وغیرہ ہیں وہ بینک کے نام ہونے چاہیں کیونکہ وہی خریدار ہے۔

7/1/3 يجوز أن يتفق الطرفان عند توكيل المؤسسة لغيرها في شراء السلعة أن تكون الوكالة غير معلنة؛ فيتصرف الوكيل كالأصيل إمام الأطراف الأخرى، ويتولى الشراء مباشرة باسمه ولكن لصالح المؤسسة (الموكل) غير أن إفصاح الوكيل بصفته الحقيقية أولى.

facebook.com/masimfarooq

اوپر کہا تھا کہ تمام بلز مؤسسہ کے نام آنے چاہییں، یہاں یہ بتارہے ہیں یہ بعض اوقات ایسی صورت پیش آتی ہے کہ بعض ایسی چیزوں کی خریداری کرنی پڑتی ہے کہ مؤسسہ قانونا اس چیز کو نہیں خرید سکتا تو ایسی صورت میں یہ جائز ہے کہ دونوں جانب متفق ہو جائیں، کہ جب مؤسسہ اس کو وکیل بنائے تو وکالت اعلان شدہ نہیں ہوگی یعنی لوگوں کے سامنے توکیل واضح نہیں ہوگی تو وکیل تصرف کرے گا اصیل کی طرح، تمام اطراف کے مقابلے میں عمیل اصیل ہی کے نام سے شراء کرے گا لیکن چونکہ توکیل کا عقد ہوتا ہے اور دستخط ہوئے ہیں اس لیے بالآخر وہ مؤسسہ کی جانب منسوب ہوگا اگرچہ وہ اپنے نام سے خرید رہا ہے کیونکہ شرعا دونوں طریقے جائز ہیں، یہ بھی جائز ہے کہ وکیل اپنی طرف سے خریدے کیونکہ حقوق العقد اسی کی جانب راجع ہونگے اس واسطے وہ اپنے نام سے بھی خریداری کر سکتا ہے، البتہ اپنی صحیح حقیقت کا واضح کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ تعامل زیادہ آگے کہاں ہے؟

1/2/3 يجب التحقق من قبض المؤسسة للسلعة قبضا حقيقيا أو حكميا قبل بيعها لعميلها بالمرابحة للآمر بالشراء.

2/2/3 الغرض من اشتراط قبض السلعة هو تحمل المؤسسة تبعة هلاكها،

یعنی قبضہ ضروری ہے کیونکہ بیع قبل القبض ناجائز ہوتی ہے قبضہ اصالۃً ہو یا وکالۃً ہو لیکن قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ مؤسسہ اس سلعہ کا رسک برداشت کرے یعنی اگر وہ ہلاک ہو جائے تو نقصان مؤسسہ کا ہو۔

5/2/3 الأصل أن تتسلم المؤسسة السلعة بنفسها من مخازن البائع أو من المكان المحدد في شروط التسليم،

اصل تو یہ ہے کہ قبضہ خود براہِ راست کرے اپنے کسی آدمی کو نامزد کر کے، اور اگر نہیں ہے تو توکیل کے ذریعہ بھی شرعاً کر سکتا ہے۔

3/6 في حالة توكيل الموسسة العميل الواعد بالشراء---الخ

اگر اسی کو اپنے قبضہ کا وکیل بنایا ہے تو یہ بات وضاحت سے توکیل کے عقد میں ہونی چاہئے کہ بھائی ہم تمہیں خریداری کا بھی وکیل بنا رہے ہیں اور قبضہ کا بھی وکیل بنا رہے ہیں۔

4/2/3 يعتبر قبضا حكميا تسلم المؤسسة أو وكيلها لمستندات الشحن عند شراء البضائع من السوق الخارجية،

یہاں فرما رہے ہیں کہ جو بین الاقوامی تجارت ہوتی ہے اس میں مؤسسہ یا اس کے وکیل کا (مستندات الشحن) پر قبضہ کر لینا جب کہ بضائع غیرِ ملکی بازار سے سے خریدی گئی ہو تو یہ بھی قبضہ حکمی شمار ہوگا ہوتا یوں ہے کہ وہاں جو مال منگوایا جاتا ہے اس میں بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو (SHIPMENT) اور جہاز کا کرایہ ہوتا ہے وہ بائع برداشت کرتا ہے اور بعض اوقات مشتری برداشت کرتا ہے جب جہاز کا کرایہ مشتری براشت کر رہا ہو تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ بائع نے صرف اتنی ذمہ داری لی کہ میں اس

facebook.com/masimfarooq

کو"پوٹ"تک پہنچا دونگا اس کے بعد تمہاری ذمہ داری ہے جب اس کو BILL OF LADINGدے دیا اور کاغذات اس کے حوالے کر دیے تو قبضہ حکمی ہو گیا لیکن بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں جس میں خرچہ بائع برداشت کرتا ہے پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ جب خرچہ بائع برداشت کرتا ہے تو بائع اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ ہمارے "پوٹ" تک پہنچا دے لیکن بعد میں قانون کی مراجعت سے یہ معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے، قانون کا حاصل یہ ہے کہ وہ پیسے تو دے دے گا لیکن راستے میں اگر سامان ہلاک ہو گیا تو اس کی ذمہ داری بائع پر نہیں ہوتی ہے پہلی صورت کو کہتے ہیں F AND Bاور دوسری صورت کو کہتے ہیں COST AND FRATE "کاسٹ" کے معنی لاگت اور "فریڈ" کے معنی کرایہ یعنی جہاز کا کرایہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوسٹ اینڈ فریڈ دونوں بائع کے ذمہ ہونگے اس کا جتنا بھی خرچہ وغیرہ ہوگا وہ بائع ہی برداشت کرے گا اور دوسرا ہوتا ہے FOBاس کا مطلب ہے FREE ON BOARDیعنی بائع یہ کہتا ہے کہ میں اپنی طرف سے فری ہو جاؤنگا جب اس کو جہاز پر سوار کر دوں "بورڈ" یعنی جہاز کا عرشہ کہ جب میں اس کو جہاز کے عرشہ پر سوار کر دوں تو میں آزاد ہو جاؤنگا اس کے بعد جو خرچہ وغیرہ ہے وہ تم برداشت کرو، یہ "سی اینڈ ایف" ہے ایک "سی آئی ایف" ہوتا ہے آئی سے مراد انشورنش ہے یعنی انشورنش بھی بائع ہی برداشت کرتا ہے وہ سی آئی ایف کہلاتا ہے پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ جو فری اون بورٹ (صحیح کیا ہے) ہے اس میں بائع بری ہو جاتا ہے سامان جہاز پر سوار کر کے لیکن سی اینڈ ایف اور سی آئی ایف میں وہ بری نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں وہاں تک پہنچاؤ نگا، لیکن قوانین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں صرف پیسے دینے کی بات ہوتی ہے راستے کا رسک خریدار ہی کے اوپر ہوتا ہے لہذا جب راستے کا رسک اس کے اوپر ہے اوراس نے کاغذات دے دیے تو اب قبضہ حکمی ہو گیا اور جو SHIPPING COMPANYہے وہ ایک طرح سے خریدار کی وکیل بن گئی کہ وہ اس کو لیکر آئے گی اسی طرح اگر وہ اسٹور کی رسیدیں تو جہاں کسی گودام میں سامان رکھا گیا اور وہاں گودام کے مالک نے رسید جاری کر دی کہ مجھے وصول ہو گیا اور وہ رسید مشتری کے قبضہ میں آگئی تو یہ قبضہ متحقق ہو گیا۔

آج کل ایک بہت بڑا کاروبار یہ بھی ہے اور یہ یوں ہوتا ہے خاص کر جو سوق السلعۃ کہلاتے ہیں اس میں مستقل کمپنیاں ہیں صرف سامان کو اپنے گودام میں رکھنے کی ذمہ داری لیتی ہیں چونکہ تجارت بین الاقوامی طور پر یوں ہو گئی ہے کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تجارت چلتی ہے تو مثلاً ایک شخص نے ہانگ کانگ سے سامان منگوایا اور برازیل بھیجنا ہے تو اب اس کو کچھ دیر اسٹور کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تاوقتیکہ دوسری کاروائی کرے تو اسٹور کرنے کے لیے مختلف جگہوں میں ایسے اسٹور بنے ہوئے ہیں دنیا کا سب سے بڑا گودام ہالینڈ میں ہے جب ہم مرابحہ کے عقود کی جانچ پڑتال کرتے تھے اکثر وبیشتر فرہان کے کاغذات (شہادات التخرین) آتے تھے اور پھر اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی ایک شخص نے "شہادات

facebook.com/masimfarooq

التخرین''،لیکر دوسرے کو دیدی اور دوسرے نے تیسرے کو دیدی تو اس کے جواز کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ شہادات التخرین معین مال کی نمائندگی کرے ایک صورت تو یہ ہوتی جس کو ''وارنٹ'' کہتے ہیں یہ گودام میں بے انتہاء مال پڑا ہے اور گودام والے نے لکھ دیا کہ اس وارنٹ (رسید) کا حامل اس میں سے مثلاً روئی کی دو گانٹھوں کا مستحق ہے لیکن غیر معین کا، یا اتنے مثلاً دس ٹن المونیم کا مستحق ہے یہ جب آئے گا تو ہم دس ٹن المونیم نکال کر اس کو دیں گے لیکن معین نہیں ہیں تو جب تک معین نہ ہو اس وقت تک ملکیت اور قبضہ نہیں کہہ سکتے اس واسطے قبضہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر وہ حصہ ہلاک ہو تو نقصان قابض کا ہو اب اگر غیر معین ہو تو نقصان کا کیا پتہ، فرض کریں کہ اگر آگ لگ گئی اور اس میں ٹن ہلاک ہو گیا تو وہ کس کا بیس ٹن ہلاک ہو گا تو اس واسطے وہ اپنا دس ٹن جا کر لے لے گا اس لیے متعین ہونا ضروری ہے تب ہم کہیں گے کہ قبضہ میں آیا، ہمیں اس بیع کی صحت کے لیے یہ متعین کرنا ضروری تھا کہ آیا واقعۃً وہ متعن ہوتے ہیں؟ مثلاً جو وارنٹ ہے اس میں لکھا ہے کہ فلاں کے سیریل نمبر فلاں تک ہمارا ہے تاکہ اگر ہلاک ہو تو نقصان ہمارا ہوا تو یہ دیکھنے کے لیے میں نے سفر کیا تو وہاں ہالینڈ میں جو گودام ہیں ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں وہ دنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے چالیس میل پر پھیلی ہوئی ہے اور اس بندرگاہ کے کنارہ پر گودام ہی گودام پھیلے ہوئے ہیں دنیا بھر کی اشیاء کے گودام ہیں تو پھر اس میں یہ دیکھا کہ واقعۃً جو وارنٹ جاری کیا یا رسیدیں جاری کیں کیا اس کے اندر وہ نمبر دیے ہوئے تھے، اور پھر ہم نے کہا کہ کہ دکھاؤ کہاں ہے یہ سامان؟ پھر انہوں نے دکھایا کہ اس سند کے پیچھے یہ سامان موجود ہے تو اس صورت میں پتہ چلا کہ واقعۃً یہ متعین ہو گیا، اگر اس سیریل نمبر کے ساتھ نہ ہوتا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا حامل جب چاہے آکر اتنا سامان نکال سکتا ہے، تو اس کو قبضہ نہیں کہہ سکتے، تو ''شہادات التخزین'' میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ اسی وقت قبضہ کے قائم مقام ہو گیں جب متعین ہوں، اور متعین ہونے کا راستہ یہ ہے کہ اس پر سیریل نمبر لکھا ہوا ہو، اس کی گانٹھوں یا پیکٹوں میں یا جو بھی چیز ہے تو وہ سیریل سے متعین ہو، اور یہ بھی یقین ہو کہ یہ محض کاغذی کاروائی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے واقعۃً سامان موجود ہے۔

6/2/3 التأمين على سلعة المرابحة مسؤولية المؤسسة في مرحلة التملك، وتقوم بهذا الإجراء على حسابها باعتبارها مالكة للسلعة وتتحمل المخاطر المترتبة على ذلك۔

یعنی مرابحہ کے سلعہ پر انشورنس کرنا، یہ مؤسسہ کی ذمہ داری ہو گی کہ جب وہ خرید کر بائع سے منگوا رہا ہے تو انشورنس اگر کروا رہا ہے تو اسی کو کروانا ہو گی، مقصود یہ ہے کہ اگر جائز طریقے سے تأمین ہو تو اس صورت میں اس کے تمام اخراجات مؤسسہ پر ہونگے، وہ اپنے خرچہ پر کرے گی، اور اس پر جتنے مخاطر مرتب ہونگے وہ اسی پر ہونگے، یعنی فرض کرو کہ تأمین کرنے والی کمپنی پیسے نہیں دیتی تو مؤسسہ ہی کا نقصان ہو گا اور جو کچھ وہاں سے معاوضہ ملا تأمین کا نقصان کی صورت میں مؤسسہ ہی اس کا حقدار ہو گا،

facebook.com/masimfarooq

اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آگیا جو تفویض واجب کرنے والا ہو تو عمیل کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، "قبل انتقال الملکیۃ الی العمیل" یہ اس لئے کہ دیا کہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ بس پیسے دیئے ہیں لہذا اب تم ہی سب کچھ جانو، انشورنس تم ہی کراؤ، پیسے بھی تم ہی دو، اور اگر معاوضہ وصول ہوا ہے تو وہ بھی تم ہی وصول کرو یہ سب کاغذی کاروائی ہو جاتی ہے۔

7/2/3 يجوز التوكيل بتنفيذ إجراءات التأمين على السلعة في مرحلة تملك المؤسسة للسلعة، ولكن يجب أن تتحمل المؤسسة تكاليفها.

تامین کے اندر یہ بھی ہے کہ اس کو وکیل بنادے کہ تم ہماری طرف سے انشورنس کرواؤ، لیکن خرچہ سارا مؤسسہ کو برداشت کرنا ہوگا اس لئے کہ یہ مصروفات ہیں جو کہ ملکیت عین کے تابع ہیں، البتہ یہ مؤسسہ کا حق ہے کہ وہ ان مصروفات کا مبیع کی لاگت میں اضافہ کردے، چونکہ مرابحہ ہو رہا ہے تو اس کا جو اصل خرچہ ہے جس کو "قام علی بکذا" کہتے ہیں، یہ اس میں شامل ہو سکتا ہے۔

إبرام عقد المرابحة

1/4 لا يجوز للمؤسسة اعتبار عقد المرابحة للآمر بالشراء مبرما تلقائيا بمجرد تملكها السلعة، كما لا يجوز لها إلزام العميل الآمر بالشراء بتسلم السلعة وسداد ثمن بيع المرابحة في حالة امتناعه عن إبرام عقد المرابحة۔

مؤسسہ کے لئے جائز نہیں کہ عقد مرابحہ للامر بالشراء کو یوں سمجھے کہ خود بخود ان کی ملکیت میں آیا جیسا کہ بعض اوقات بعض عقد بناتے ہیں، مرابحہ اس میں بعض اوقات لکھ دیتے ہیں کہ جونہی ہم مالک بنیں گے بس فوراً آپ کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی، اسی طرح اگر فرض کرو کہ عمیل بعد میں خریداری کے بعد مرابحہ کا عقد کرنے سے انکار کردے کہ میں نہیں خریدوں گا تو اب آپ اس کو یہ کہیں گے تم سامان وصول کرو اور قیمت ادا کرو، یہ نہیں ہو سکتا، اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ اگر ہم نے تیسرے آدمی کو فروخت کر دیا تو ہم کو جو لاگت سے بھی کم پیسے ملے تو اس صورت میں ہم اتنے فرق کا اس سے ضمان لیں گے۔

يجوز للمؤسسة أن تشترط في عقد المرابحة للآمر بالشراء أنها بريئة من جميع عيوب السلعة أو من بعضها، ويسمى هذا ببيع البراءة. وفي حالة وجود هذا الشرط فإنه يفضل للمؤسسة أن تفوض العميل بالرجوع على البائع الأول بشأن التعويض عن العيوب الثابت للمؤسسة التعويض عنها تجاه البائع.

عقد مرابحہ میں اس مبیع کو اپنے پاس رہن رکھ سکتے ہیں، دراصل دو (۲) چیزیں ہوتی ہیں:

(۱) یک ہوتا ہے حبس المبیع لاستیفاء الثمن یہ عقد حالہ میں جائز ہے لیکن عقود مؤجلہ میں جائز نہیں، جو عقد حالہ ہیں ان میں یہ کہے کہ میں مبیع اس وقت تک تم کو نہیں دونگا جب تک پیسے نہ دو تو یہ ٹھیک ہے، اس پر

facebook.com/masimfarooq

رہن کا حکم جاری نہیں ہوتا، بلکہ ''حبس المبیع لاستیفاء الثمن'' ہے اور وہ پھر بائع کے ضمان میں رہتی ہے (۲) اور دوسری صورت یہ ہے کہ عقودِ مؤجلہ میں ''حبس المبیع لاستیفاء الثمن'' نہیں ہو سکتی، کیونکہ عقد تو مبنی ہی اس بات پر ہے کہ بعد میں پیسے دیے جائیں گے، لہٰذا ''حبس المبیع'' نہیں ہو سکتا، مرابحہ عام طور سے مؤجلہ ہوتا ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسی مبیع کو اپنے پاس رہن رکھ لیں ''استیثاق'' کے لیے تو یہ رہن کا عقد اس کے ساتھ الگ سے ہوگا کہ بھئی یہ مبیع ہم نے بیچ تو دی ہے لیکن ہم اس کو اپنے پاس استیفاء ثمن کے لیے رہن رکھ لیتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ وہ تھوڑی تھوڑی قسطیں ادا کرتا چلا جاتا ہے اور مبیع اٹھاتا جاتا ہے، ایک قسط ادا کی اور سامان اٹھالیا، آج کل ہمارے ملک میں جو روئی کا کاروبار ہوتا ہے، اس میں اکثر و بیشتر یہی ہوتا ہے۔

11/4 للمؤسسة أن تشترط على العميل: أنه إذا امتنع عن تسلم السلعة في الموعد المحدد بعد إبرام الخ:

کہتے ہیں کہ مؤسسہ کے لیے حق ہے کہ وہ عمیل پر یہ شرط لگادے کہ جب مرابحہ کا عقد ہو چکے اور مشتری ایک خاص تاریخ تک سامان اٹھانے سے انکار کرے، مرابحہ ہو چکا، عقد ہو چکا، اب اس کا فرض ہے کہ سامان اٹھائے، لیکن ہمارے پاس سے نہیں اٹھارہا، ہمارے گودام میں پڑا ہوا ہے تو مؤسسہ کو حق ہوگا کہ وہ عقد کو فسخ کردے یا پھر نیابۃً عن العمیل ولحسابہ سلعہ کو بیچ دے اور جو ثمن اس کے ذمہ واجب ہے، اس سے وصول کرلے اور کچھ رقم اگر باقی رہ گئی ہے، اس سے باقی کا رجوع کرے اگر ثمن کافی نہیں ہے۔

إبرام عقد المرابحة للآمر بالشراء۔ 1/۸ إذا اشترت المؤسسة السلعة الخ:

ایک تو یہ ہے کہ اگر مؤسسہ نے اپنے بائع سے مؤجلاً سلعہ خریدا ہے، پھر اس کو آگے مرابحہ بھی مؤجل کرے گی تو سلعہ اگر خریدا ہے تو پھر ضروری ہے کہ عمیل کو بتائے کہ ہم نے مؤجل خریدا ہے، یہ مرابحہ چونکہ عقود امانت میں سے ہے تو اس واسطے جو کچھ بھی اصل خریداری کے وقت معاملات ہوئے ہیں، اس کا پتا لگنا چاہئے عمیل کو، لہٰذا اس کو بتانا چاہئے کہ میں نے اس کو مؤجل خریدا ہے، یہ مبنی ہے

إذا اشترت المؤسسة السلعة بالاجل۔ويجب أن تصرح المؤسسة:

اور یہ ضروری ہے کہ مؤسسہ عقد کے وقت میں ان مصروفات کی تفصیلات بیان کرے جو ثمن میں وہ داخل کرے گی کہ ہمارے فلاں فلاں اخراجات لاگت میں شمار ہونگے اور اس پر نفع لیا جائے گا، عمیل اگر قبول کرے تو جو بھی اخراجات سلعہ سے متعلق ہیں، وہ سارے کے سارے تکلفہ میں شامل کئے جائیں گے، اگر عقد کے اندر ان اخراجات کی تفصیل موجود نہیں ہے تو پھر عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا، عرف میں جن چیزوں کو لاگت کا جزء سمجھا جاتا ہے اس کو شامل کیا جائے گا، کہیں ادھر ادھر بار برداری کی مصروفات اور اسٹور کرنے کے اگر letter of credit کھولی ہے تو اس کی فیس، اگر تاٴمین کرائی ہے تو اس کی اقساط

facebook.com/masimfarooq

وغیرہ۔

4/4 لا يحق للمؤسسة أن تضيف إلى تكلفة السلعة الخ:

مؤسسہ کو یہ حق نہیں ہے کہ لاگت کے اندران اخراجات کو جو براہ راست ہوئے ہیں اور کسی اور کو دیئے گئے ہیں شامل کردے تو وہ جو ملازمین ہیں، انہوں نے بھی کچھ کیا ہے، ان کی کچھ تنخواہ کا حصہ لاگت میں شامل کرے یہ نہیں ہو سکتا اکاؤنٹنگ (accounting) کی اصطلاح میں دو طرح کے اخراجات ہوتے ہیں، ایک کو المصروفات المباشرہ (direct expences) اور دوسرے کو (indirect expences) مثلاً ایک چیز ہم نے کسی سے خریدی تو اس کا المصروفات المباشرہ (direct expences)، وہ یہ ہے کہ ہم نے قیمت ادا کی، اس کو وہاں سے لانے میں بار برداری میں جو کچھ خرچ ہوا، اسٹور کرنے میں جو خرچ ہوا یہ سب مصروفات مباشرہ ہیں، غیر مباشرہ یہ ہیں کہ ہمارے ملازمین کا وقت خرچ ہوا اور ہم نے جو عمارت (جس میں ہم کام کر رہے ہیں اس کا کرایہ بھی ہمیں دینا پڑتا ہے) اس کو بھی شامل کریں، یہ سارے مصروفات غیر مباشرہ کہلاتے ہیں تو اس تکلفہ میں صرف مصروفات مباشرہ شامل ہوں گے، مصروفات غیر مباشرہ شامل نہیں ہوں گے۔

5/4 إذا حصلت المؤسسة على حسم من البائع على السلعة المبيعة نفسها ولو بعد العقد:

اگر مؤسسہ کو بائع کی طرف سے کوئی کمیشن (discount) ملا، حسم کے معنی ڈسکاؤنٹ (کٹوتی) یعنی اس نے بعد میں کوئی رعایت کردی قیمت پوری لینے کے بجائے اس نے کہا اتنی قیمت کم میں آپ سے وصول کرتا ہوں تو عمیل کو بھی اس سے استفادہ کرنا ہوگا، حسم سے تو جتنا کمیشن کاٹا ہے تو اس کے حساب سے لاگت میں بھی کمی آئے گی اور لاگت کے حساب سے پھر نفع میں بھی کمی آئے گی۔

6/4 يجب أن يكون كل من ثمن السلعة في بيع المرابحة للآمر بالشراء الخ:

یہ بہت اہم بات ہے، یہ اصول تو بالکل واضح ہے کہ ثمن اور ربح معلوم اور محدد ہونا چاہئے، اب آگے دو مسئلے بیان کرنا مقصود ہے ایک یہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے کہ مرابحہ کے اندر ایک اطار ہوتا ہے کہ آئندہ ہم جو مرابحہ کرتے رہیں گے، وہ ان شرائط کا پابند ہوگا، وہ عقد نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک تفاہم ہوتا ہے اور فریم ورک ہوتا ہے، جس کے تحت آگے چل کر مرابحات انجام طے پاتے ہیں، اس فریم ورک کے اندر بعض اوقات یہ تحدید کرنی ہوتی ہے کہ بھئی لاگت پر کتنا فیصد بینک نفع وصول کرے گا، اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ متعین کر دیا جائے کہ ہم میں جو بھی مرابحہ ہوگا ہم آپ سے دس فیصد نفع لیں گے، سیدھا سادھا طریقہ تو یہ ہے، لیکن عام طور سے جو طریقہ بینک اختیار کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ شرح نفع ایک نہیں رکھ سکتے، مثلاً جو اتفاقیہ مبدئیہ (فریم ورق) ہوا ہے اس کے اندر مرابحات سال بھر تک چلیں گے، اب سال بھر کے دوران وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہم دس فیصد ہی لیں گے، اس میں عام طور پر دونوں فریق راضی نہیں ہوتے، چونکہ ہو سکتا

facebook.com/masimfarooq

ہے کہ بازار میں جو تمویل کا نرخ ہے، وہ گھٹتا اور بڑھتا رہے۔

جس وقت ہم مرابحہ کر رہے ہیں اس وقت میں جو سود کی شرح ہو گی، اس شرح سے ہم ربح وصول کریں گے، اگر بازار میں سود کی شرح دس فیصد ہے تو دس فیصد وصول کریں گے اور اگر ساڑھے دس ہے تو ساڑھے دس فیصد وصول کریں گے، عام طور سے اس کے لیے، جو استعمال ہوتا ہے، ایک تو شرح سود ہر ملک کی الگ ہوتی ہے، ہمارے ملک میں کچھ اور ہے اور دوسرے ملک میں کچھ اور ہے، لیکن زیادہ تر بین الاقوامی معاملات کے اندر، جو شرح سود ہے اور جس کا حوالہ دیا جاتا ہے، وہ لائبور (l.i.b.o.r)، یہ مخفف ہے(London inter bank offered rate)یعنی لندن کے اندر بینک جو آپس میں قرضہ کا لین دین کرتے ہیں یعنی interبینک بینکوں کے درمیان، offered کے معنی ہیں پیش کردہ، جس کو آفر کی جاتی ہے پیشکش کی جاتی ہے، یعنی ایک بینک دوسرے بینک سے معاملہ کرتا ہے کہ میں تمہیں قرض دینے کے لیے تیار ہوں تو وہ کس ریٹ کا مطالبہ کرتا ہے یا اگر کوئی کہتا ہے کہ میں قرض لینے کو تیار ہوں تو وہ کیا شرح سود پیش کرتا ہے دوسرے کے اوپر تو لائبور کو کہتے ہیں تو عام طور سے بین الاقوامی معاملات میں تمویل کی جو شرح طے ہوتی ہے، وہ شرح اس لائبور سے منسلک ہوتی ہے یا تو یہ کہتے ہیں کہ لائبور لیں گے یا لائبور سے ایک فیصد کم یا زیادہ، مطلب یہ کہ اس کو ایک معیار بناتے ہیں کہ وہ معاملہ تو کوئی بھی ہو، بیع کا ہو، اجارے کا ہو یا کوئی اور ہو، لیکن اس میں ایک فریق جو نفع رکھتا ہے نفع کی مقدار وہ یہ لائبور سے منسلک کرتا ہے یا تو یہ کہتا ہے کہ بعینہ یہی لوں گا یا یہ کہتا ہے کہ ایک فیصد کم یا زیادہ لوں گا۔

اس میں پہلا سوال یہ ہے کہ اس طرح کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ مرابحہ کے ربح کو اس کو ساتھ منسلک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تو جواب اس کا شرعی طور پر یہ ہے کہ شرعاً عقد کے جواز کی اصل بنیاد یہ ہے کہ معاملہ فی نفسہ درست ہے یا نہیں؟ اگر معاملہ درست ہے تو نفع کی مقدار معین کرنے کے لیے کسی ایسی چیز کو معیار بنالیا جو فی نفسہ جائز نہیں ہے تو اس کو وجہ سے اس عقد کی صحت یا عدم صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، بعض لوگ اس کو برا سمجھتے ہیں کہ یہ تو سود ہو گیا اس کو ناجائز ہونا چاہئے، میں اس کی مثال یہ دیا کرتا ہوں کہ اس کی مثال یہ ہے کہ دو بھائی ہیں، ایک بھائی شراب کا کاروبار کرتا ہے اور دوسرا بھائی حلال مشروبات کا کاروبار کرتا ہے، لیکن دوسرا بھائی کہتا ہے کہ میں اپنی بوتلوں پر اتنا ہی نفع وصول کروں گا، جتنا فیصد میرا بھائی شراب کی بوتلوں پر وصول کر رہا ہے، چونکہ اس کا کاروبار جائز اور درست ہے اور یہ بات ہے کہ تم نے اا یک گندی چیز کے ساتھ اپنے کاروبار کو وابستہ کر کے اچھا نہیں کیا، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی وجہ سے معاملہ فاسد ہو گیا، اسی طرح اگر بیع ہے حقیقت میں اور بیع کی تمام شرائط پائی جا رہی ہیں اور اس کے مقتضیات موجود ہیں تو محض نفع کا تعین کرنے کے لیے کسی ایک ایسے معیار کو اختیار کرنا (جو ناجائز ہے)، وہ

facebook.com/masimfarooq

اس عقد کو فاسد نہیں کر دیتا، چنانچہ لائبور کا استعمال بطور ایک حقیقی سود کے اوپر نہیں ہوتا، بلکہ ایک مؤشّر کے طور پر ہوتا ہے، مؤشّر کو انگریزی میں (bench mark)، یعنی یہ ایک طرح کی علامت ہے کہ بھئی ہم اتنا نفع لیتے ہیں اور وہ بھی ابتداء میں۔ تو اب اگر مرابحہ کے تعاقد مبتدئ میں ہم نے یہ طے کر لیا کہ مرابحہ ہم کریں گے، لیکن اس میں شرح نفع جو ہوگی، ہر مرابحہ میں اس دن کے لائبور ریٹ سے اتنا کم یا اتنا زیادہ ہوگا تو اس طرح کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ جب عقد مرابحہ ہو تو اس وقت میں اس کو لائبور سے اس معنی میں منسلک نہ کیا جائے کہ جو لائبور ریٹ ہوگا، وہ دیں گے، بلکہ اس وقت لائبور ریٹ معلوم کر کے اور اپنا جو ثمن ہے اس کو لفظوں میں لکھنا ضروری ہے، اب فرض کریں کہ لائبور ریٹ دس فیصد ہے، اب ہم کہیں گے کہ ہم اس کے اوپر دس فیصد نفع لیں گے عقد مرابحہ میں لائبور نہیں کہیں گے، تفاہم مبدئی میں ایک فارمولا طے کرتے ہوئے ہم نے کہہ دیا لیکن عقد مرابحہ میں نہیں کہیں گے، اس وقت میں اس کا جو کچھ بھی نتیجہ نکلتا ہے، اس کو لفظوں میں ظاہر کر کے پھر اس کی بنیاد پر بیع ہوگی، لائبور کی بنیاد پر بیع نہیں ہوگی، بشرطیکہ وہ معیار ایسا ہو کہ جو منضبط ہو اور اس میں جہالت اور نزاع کا کوئی احتمال نہ ہو یہ تبھی یہ درست ہوگا۔

وذلک مثل ان یعقد البیع الخ: اسمیں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ربح کا اعتماد ہو لائبور کی سطح پر، جو آئندہ ہوگی، یہ کہنا کہ مرابحہ ہم آج کر رہے ہیں، لیکن آپ چھ مہینے کے بعد اس کی قیمت ادا کروگے تو پھر چھ مہینوں کے بعد جو قیمت ادا کروگے، اس وقت تک لائیبور کی قیمت کے اعتبار ہم قیمت لیں گے یعنی بیع تو آج ہوگئی ہے لاگت ہمارے اتنی ہے اس پر ہم نفع لیں گے چھ مہینے کے بعد، اس وقت جو لائیبور کا ہوگا اسی کے حساب سے، یہ اگر عقد کریں گے تو باطل ہوگا، ہاں پہلے سے ہم نے طے کر رکھا ہے کہ جس دن عقد ہوا اس دن کا لائیبور ریٹ آپ سے لیں گے ربح کے طور پر، تو اب جب عقد ہو رہا ہے تو معلوم ہو گیا کہ آج کا لائیبور ریٹ یہ ہے اسی کے لحاظ سے ثمن ادا کر لیا گیا ولا مانع من ذکر لائیبور۔۔۔الخ یہ چیز ہر جگہ الگ الگ ہوتی ہے، لندن میں لائیبور سعودی عرب میں سائیبور ہے، لیکن لائیبور اور سائیبور کے علاوہ جو اور موشراۃ معروف ہیں، وعدہ کے مرحلے میں اس کے ذکر کے کا کوئی مضائقہ نہیں، ربح کی نسبت معین کرنے کیلئے محض استیناس حاصل کرنے کیلئے، تو پھر نہ تو اس کو لائیبور سے منسلک کریں گے نہ زمانے سے منسلک کریں گے ہم کہیں گے ہم اتنا نفع آپ سے لیں گے اور فلاں وقت میں آپ کو ادا کرنا ہوگا۔

<u>یجوز للؤسسۃ ان تشترط لعقد ۔۔۔الخ</u>

یہاں فرمایا کہ یہ جو بیع ہوتی وہ بشرط البراءۃ عن العیوب بھی ہو سکتی ہے، حنفیہ کا یہی مفتی بہ قول ہے، کہ بائع اگر یوں کہیں کہ بھئی عیوب پہلے سے دیکھ لو جیسی کیسی ہے ایسے ہی بیچتا ہوں بعد میں اگر کوئی عیب ظاہر ہو تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہونگا اس کو ''بیع البراءۃ'' کہتے ہیں، اور احناف کے ہاں مفتی بہ قول اس کے

facebook.com/masimfarooq

جواز کا ہے، لیکن ساتھ ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مؤسسہ اس کو جو خیار حاصل ہے اپنے اصل بائع کی جانب لوٹادے، آجکل جو سپلائر ہوتے ہیں وہ اپنی مبیع سے متعلق مشتری کو کچھ اختیارات دیتے ہیں کہ اگر فلاں عیب ظاہر ہو گیا تو ہم ذمہ دار ہونگے اس کو آجکل کی اصطلاح میں ''وار نٹی'' کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے جو صفات بیان کی ہیں کہ میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں یہ مبیع فلاں صفات کی ہو گی، اگر اس میں کوئی خلل واقع ہو تو بائع ذمہ دار ہوتا ہے وہ وارنٹیز لکھ کر دیتے ہیں اب بنیک نے وار نٹی کے ساتھ خرید ا ہے اور عمیل کو بشرط البراءۃ بیچ دیا لیکن ساتھ ساتھ اس کو جو ورنٹیز حاصل ہیں اصل سپلائیر کی وہ اس کے حوالہ کر دیں، کہ اگر تمہیں کبھی ضرورت پیش آجائے تو مجھے اصل سپلائیر کی طرف سے جو حق حاصل تھا وہ تم اس سے وصول کر لو یہ مطلب ہے۔

قوله اذا لم تشترط۔۔۔الخ

اگر بیع براءۃ کیساتھ نہیں ہوئی تھی تو پھر عیوب قدیمہ کا مؤسسہ ذمہ دار ہو گا حادثہ کا نہیں ہو گا،ایک بات مزید عرض کر دوں: براءۃ کی شرط صرف صفات کی حد تک ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی عیب پایا گیا تو میں اس سے بری ہوں، لیکن اگر بیع کسی خاص مقدار پر ہوئی ہے اور مقدار میں کمی ہوئی تو اس سے براءۃ نہیں ہو سکتی، یہ اس لئے تنبیہ کر دی کہ بعض اوقات اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض مؤسسات یہ کرتے ہیں کہ براءۃ کا لفظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ہر چیز سے بری ہیں، یہاں تک کہ اگر اس کی مقدار کم ہو گئی تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں یہ بات درست نہیں ہے براءۃ کی شرط صفات کی حد تک ہو سکتی ہے مقدار کی حد تک نہیں۔

5- ضمانات المرابحة ومعالجة مديونيتها

1/5 يجوز اشتراط المؤسسة على العميل حلول جميع الأقساط المستحقة قبل مواعيدها عند امتناعه أو تأخره عن أداء أي قسط منها من دون عذر معتبر. وهذا يكون بإحدى الصور الآتية:

عقد میں یہ جائز ہے کہ طے کر لیا جائے کہ اگر کوئی عمیل اپنے واجبات کی ادائیگی میں تاخیر کرے یا کسی ایک قسط میں تاخیر کرے تو باقی اقساط حال ہو جائیں گی، یہ شرط لگانا جائز ہے۔

(أ) الحلول تلقائيا بمجرد تأخر السداد مهما قلت مدته.

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شرط لگالیں کہ جب بھی تاخیر ہو ذرا سی بھی تو فوراً باقی اقساط حال ہو جائیں گی۔

(ب) أن يكون الحلول بالتأخر عن مدة معينة.

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حلول کی شرط لگالیں ایک خاص مدت تک، اگر ادائیگی میں تاخیر کی مثلاً چھ مہینے

facebook.com/masimfarooq

تک نہیں دیے تو سب اقساط حال ہو جائیں گی۔

(ج) أن تحل بعد إرسال إشعار من البائع بمدة معينة.

یہ بھی ہو سکتا ہے بائع کی طرف نوٹس بھیج دیا جائے کہ فلاں تاریخ تک اگر تم نے ادا نہ کی تو سب اقساط حال ہو جائیں گی، یہ تینوں صورتیں جائز ہیں اور جب حال ہو جائے تو مؤسسہ کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے مستحقات میں سے کچھ سے دستبردار ہو جائے، شرط لگا کر تو نہیں کہ سکتے کہ ضع وتعجل ہو جائیگا، لیکن اگر شرط لگائے بغیر اگر اس صورت میں کہ وہ دیکھے کہ ہم نے ان اقساط کا مطالبہ فوراً کر لیا ہے تو اس صورت میں اس کو تھوڑی سی رعایت دیدیں تو اس کی گنجائش ہے۔

2/5 ينبغي أن تطلب المؤسسة من العميل ضمانات مشروعة في عقد بيع المرابحة للآمر بالشراء

اس میں سب چیزیں تو معروف ہیں، یعنی کفالت حاصل ہو جائے، یا ودیعہ استثمار یہ عمیل کا رہن کر دیا جائے، یعنی اس نے جو مؤسسہ کے پاس پیسے رکھے ہوئے ہیں وہ اس کے اکاؤنٹ میں جمع ہیں اور اس کا نفع بھی اس کو آتا ہے، اس کو منجمد کر دیا جائے، کہ اب تم اس کو نکال نہیں سکتے تو یہ ایک طرح کا رہن ہو گیا یا جس پر عقد ہوا ہے اس کو رہن رکھ لیا جائے لیکن یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ یہ رہن ائتمانی ہو یعنی محض رسمی ہو اور اس کے کاغذات وغیرہ آ گئے ہوں، مثال کے طور پر کار کو مرابحہ فروخت کر دیا، کار تو اسی کو دیدی لیکن اس کے کاغذات اپنے پاس رکھ لیے اور اس کے اوپر یہ حق مان لیا کہ کار کے مالک نے کہا کہ اگر میں ادائیگی نہ کروں تو آپ اس کو فروخت کر کے اپنے پیسے لے سکتے ہیں تو اس میں اگرچہ مرتہن کا مرہون شی پر قبضہ نہیں ہوتا لیکن اس کے کاغذات پر قبضہ ہوتا ہے۔

حیازۃ کا مطلب ہے مرتہن کا قبضہ کیے بغیر اور مع الحیاضۃ للسلعۃ یا ساتھ اس کو بھی رکھ لیا کہ جوں جو ں پیسے دیتا رہا اپنا سامان اٹھاتا رہا، جیسے ہمارے ہاں روئی کے کاروبار میں یہی ہوتا ہے کہ روئی کی خریداری کرتے ہیں اور بینک سے قرضہ لیتے ہیں اور روئی بینک کے نام پر اس کے پاس رہن ہو جاتی ہے جوں جوں وہ قسطیں ادا کرتے چلے جاتے ہیں اس کے حساب سے روئی اٹھاتے جاتے ہیں تو یہ طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔

3/5 يجوز مطالبة المؤسسة للعميل بتقديم شيكات أو سندات لأمر قبل إبرام عقد المرابحة للآمر بالشراء ضمانا للمديونية التي ستنشأ بعد إبرام العقد، شريطة النص على إنه لا يحق للمؤسسة استخدام الشيكات أو السندات إلا في مواعيد استحقاقها، وتمتنع المطالبة بالشيكات في البلاد التي لا يمكن فيها تقديمها للدفع قبل موعدها.

یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ مرابحہ میں جو ادائیگی ہے وہ مثلاً چھ مہینے کے بعد ہوتی ہے لیکن بعض اوقات مؤسسات عمیل سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ہمیں چیک بنا دو، بلکہ چیک کا عام طور سے مطالبہ نہیں ہوتا بلکہ مطالبہ ہوتا ہے پرامیسری نوٹ کا یہ ایک وثیقہ ہوتا ہے جس کو عربی میں "سند للاذن یاللامر" کہتے ہیں

facebook.com/masimfarooq

،ایک شخص یہ لکھ کر دیتاہے کہ میں اس بات کااقرار کرتاہوں کہ فلاں کی طرف سے ایک جنس وصول کی ہے لہذا جب وہ کہے گا میں اس کو اتنی رقم ادا کرنے کا پابند ہوں ،ایک تو ہوتاہے بل آف ایکسچینج اس میں یہ ہوتا کہ صراحت ہوتی ہے کہ میں نے سامان خریدا ہے اور اس سامان کی اتنی قیمت مجھ پر واجب ہے اور میں اس کو فلاں تاریخ میں ادا کروں گا،اس میں سببِ نشاۃ دین بھی مذکور ہوتاہے یعنی بیع اور مقدار بھی مذکور ہوتی ہے اور مدت بھی مذکور ہوتی ہے کہ فلاں تاریخ کو ادا کرونگا،پرامیسری نوٹ میں یہ سب کچھ مذکور نہیں ہوتا بس یہ ہوتاہے کہ بمعاوضہ اس ویلیو کے جو میں نے وصول کرلی ہے میرے ذمہ اتنے روپے واجب ہیں،جب یہ مطالبہ کرے گا میں دینے کا پابند ہوں اس میں موعد تسلیم نہیں ہوتا،اس کی ایک خاص عبارت ہوتی ہے جواوپر مذکور ہوئی،وہی ساری دنیامیں متعارف ہے،اس کو عربی میں سند للامر انگریزی میں پرامیسری نوٹ ہے۔اب اس میں معاصر علماء کا کلام ہوا ہے کہ جس وقت مرابحہ ہورہاہے اور عمیل آیا کہ میں آپ سے کہتاہوں کہ فلاں چیز مجھے فروخت کردیں تواس مرحلے پر ابھی تک تو عقد مرابحہ ہوا نہیں ابھی تو وہ کہ رہا کہ خریدو،اور خرید کے مجھے بیچنا،ابھی وہ مؤسسہ کا مدیون نہیں بنا،تو کیااس عقد کے ابرام سے پہلے وہ سند اذن کا مطالبہ کرسکتاہے کہ تم مجھے پرامیسری نوٹ لکھدو،بظاہر یوں لگتاہے کہ ایسا مطالبہ جائز نہیں ہونا چاہیے ،کیوں ؟؟؟اس لئے کہ ابھی تک وجوب ہواہی نہیں،تو نشوءدین سے پہلے پرامیسری نوٹ کا کیاسوال پیداہوتاہے ؟ لیکن اس میں جو مؤقف اختیار کیا گیاہے وہ یہ ہے کہ اگراس کے ساتھ یہ شرط ہوجائے کہ پرامیسری نوٹ لکھ کر تو دے رہاہوں لیکن آپ کیلئے اسے استعمال کرنے کا حق اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک دین لازم نہ ہوجائے اور جب تک کہ میرا موعد یعنی ادائیگی کی تاریخ نہ آئے،یعنی الگ کوئی تحریر آپس میں ہوجائے کہ اس کو عمیل اس وقت استعمال کرے گا لیکن دے ابھی رہاہوں،بعض علماء معاصرین کی رائے اس کے جواز کی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایاہے کہ رہن کا مطالبہ نشوءدین سے پہلے بھی جائز ہے،ایک دین آئندہ متوقع ہے اس سے پہلے وہ کہتاہے کہ مجھے رہن دیدو،تو یہ جائز ہے،تو جس طرح رہن کا مطالبہ جائز ہے اسی طرح پرامیسری نوٹ کا مطالبہ بھی نشوءدین سے پہلے جائز ہے لیکن ساتھ میں اس کا کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہیے کہ جس کے نتیجے میں وہ شخص اس وقت تک اس کو استعمال نہ کرے جب تک دین واجب نہ ہو ،اور واجب الاداء نہ ہوجائے ، نفس وجوب بھی ہوجائے اور وجوب ادا بھی ہوجائے ،یہ مطلب ہے کہ مطالبہ مؤسسہ کا عمیل سے جائز ہے کہ وہ پیش کرے شیکات یاپرامیسری نوٹ کو یا سندات للاذن کو شریطۃالنص ۔۔۔۔الخ بشرطیکہ اس بات پرنص ہو کہ مؤسسہ کیلئے ان شیکات سندات کو مواعید استحقاق کے علاوہ استعمال کرنے کا حق نہیں ہوگا،لیکن بعض ملکوں کے قوانین ایسے ہوتے ہیں کہ پرامیسری نوٹ پیش کرکے موعد سے پہلے بھی رقم وصول کرنا ممکن ہوتاہے تو جہاں ایسا ممکن ہو وہاں پرامیسری نوٹ لکھنا جائز نہیں ہے ،اس پر موعد نہیں لکھاہوا ہوتا،یہ ہوتاہے کہ جب اس کو تنفیذ کرنے کیلئے جاتے ہیں تو قاضی کے پاس جانے پر یہ

facebook.com/masimfarooq

پوچھے گا یہ یہ نوٹ جس عقد کی بنیاد پر ہوا تھا وہ عقد لاؤ۔ عقد میں اگر بعد کا موعد لکھا ہوا ہے تو وہ اس کی اجازت نہیں دے گا، کہ اس کی بنیاد پر پیسے وصول کیے جائیں اکثر ملکوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن بعض ملکوں میں عدالتیں اس کی پابند نہیں ہوتیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ اسکے پیچھے کیا عقد ہے ہمارے پاس تو یہ آ گیا ہے اس پر لکھا ہوا ہے اور یہ ایک طرح کا اقرار ہے لہذا ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کے پیچھے کیا عقد تھا اس پر لکھا ہے کہ میں ادا کروں گا اور وہ مطالبہ کر رہا ہے لہذا ادا کردو، اس مؤقف کا حاصل یہ ہے کہ اس کو قیاس کیا ہے رہن پر کہ رہن نشوء دین سے پہلے رکھنے کا حق ہے۔

لیکن میرا ذاتی مؤقف یہ ہے کہ یہ وجہ نہیں ہے کہ پہلے مطالبہ کر لیا نشوء الدین سے، بلکہ وجہ یہ ہے کہ اس کے اوپر لکھی ہوئی عبارت واقع کے خلاف ہے، عبارت یہ لکھی ہوئی ہے کہ میں نے ویلیو وصول کر لی ہے اس کے بدلے میرے ذمہ میں پیسے واجب ہیں حالانکہ اس وقت تک کوئی ویلیو وصول نہیں کی، لہذا یہ واقع کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے، جو لوگ جائز کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ قانونی عبارت ہے اس کو اس لئے اختیار کیا گیا ہے ورنہ اس کے پیچھے کوئی معنی نہیں ہے، لیکن مجھے اب تک بھی اس میں تامل ہے کہ اس کو جائز کہا جائے، چنانچہ میں انکو اس کا پابند کرتا ہوں کہ یہ لکھوایا جائے 'اس وقت جب عقد مرابحہ پورا ہوا جائے''

<u>4/5 لا يجوز اشتراط عدم انتقال ملكية السلعة إلى العميل إلا بعد سداد الثمن؛ ولكن يجوز إرجاء تسجيل السلعة باسم العميل المشتري لغرض ضمان سداد الثمن؛ مع الحصول على تفويض من العميل للمؤسسة ببيع السلعة إذا تأخر عن سداد الثمن. وعلى المؤسسة إعطاء المشتري (سند ضد) لإثبات حقه في الملكية. وإذا باعت المؤسسة السلعة لعدم سداد الثمن في حينه فيجب عليها الاقتصار على مستحقاتها وإعادة الباقي إلى العميل.</u>

آج کل کے عقود عجیب طرح کے ہوتے ہیں، بعض میں یہ بات لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ مبیع کی ملکیت عمیل کی طرف صرف سداد ثمن کے بعد منتقل ہوگی، یعنی بیع تو ابھی ہو رہی ہے لیکن ملکیت تب منتقل ہوگی جب پیسے دے، یہ شرط باطل ہے، لکونہ منافیا لمقتضی العقد، لیکن اس کا جو رجسٹریشن یعنی تسجیل ہوتی ہے اس کو مشتری کے نام مؤخر کر دیا جائے کہ یہ تمہارے نام رجسٹر نہیں کرائیں گے جب تک کہ اداء ثمن نہ ہو، یہ کہہ دیا کہ یہ چیز میں نے تمہیں فروخت تو کر دی لیکن رجسٹرڈ تمہارے نام پر نہیں ہوگی جب تک کہ ثمن ادا نہ ہو کیونکہ اس سے ملکیت منتقل ہونے کا جو اثر شرعی ہے وہ رکتا نہیں ہے اور عمیل کی طرف سے مؤسسہ کو تفویض بھی حاصل کی جاسکتی ہے، کہ اگر تاخیر ہوگئی تو وہ سلعہ کو بیچ سکے گا، یہ رہن جیسا ہو گیا اور اس صورت میں مؤسسہ پر لازم ہوگا کہ مشتری کو ایک ''سند ضد'' دیدے جس میں یہ لکھا ہو کہ اگرچہ یہ چیز سرکاری کاغذات میں فلاں کے نام ہے لیکن حقیقی ملکیت فلاں کی ہے، سرکاری کاغذات میں اگرچہ یہ چیز

facebook.com/masimfarooq

مؤسسہ کے نام ہے لیکن حقیقی ملکیت اس میں عمیل کی ہے، ہر ایسے دستاویز کو "سند ضد" کہتے ہیں، یعنی حقیقی ملکیت کو ظاہر کرنے کیلئے جو دستاویز لکھی جاتی ہے اس کو سند ضد کہتے ہیں، تو مؤسسہ پر مشتری کو سند ضد دینا لازم ہے اس کی ملکیت کو ظاہر کرنے کیلئے، اور اگر بیچنے کی ضرورت پیش آئی تو جتنے اس کے واجبات ہیں صرف وہ وصول کرے گا، باقی رقم عمیل کو لوٹانی ہوگی، سند ضد کو انگریزی میں (counter deed) کہتے ہیں۔

5/5 يحق للمؤسسة في حال الحصول على رهن من العميل أن تشترط تفويضه لها ببيع الرهن من أجل الاستيفاء من ثمنه دون الرجوع إلى القضاء.

اصلاً جب رہن کو نافذ کیا جاتا ہے تو قاضی سے اس کی اجازت لینی پڑتی ہے تو اس میں اگر تفویض عمیل سے لے لی جائے، کہ قاضی کے پاس عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ہے خاص کر آج کل عدالتوں کے چکر لگانا مشکل ہے تو اس کی طرف سے تفویض ہو جائے کہ ہم تمہیں وکیل بناتے ہیں کہ اگر پیسے ادا نہیں کیے تو تم ہمارے اس رہن کو بیچ کر پیسے وصول کر سکتے ہو۔

6/5 يجوز أن ينص في عقد المرابحة للآمر بالشراء على التزام العميل المشتري بدفع مبلغ أو نسبة من الدين تصرف في الخيرات في حالة تأخره عن سداد الأقساط في مواعيدها المقررة، على أن تصرف في وجوه الخير بمعرفة هيئة الرقابة الشرعية للمؤسسة ولا تنتفع بها المؤسسة.

یعنی عقد مرابحہ میں یہ کر سکتا ہے کہ عمیل التزام کرے کہ ایک مبلغ دے گا یا ایک نسبت دین کا دے گا، جو وجہ خیر میں صرف کی جائیگی اس پر بحث گذر چکی ہے۔

7/5 لا يجوز تأجيل موعد أداء الدين مقابل زيادة في مقداره (جدولة الدين) سواء كان المدين موسرا أم معسرا.

یہ بات واضح ہے کہ دین کی ادائیگی کی جو مدت مقرر کی ہے اس میں اضافہ کرنا دین کی ادائیگی کی زیادتی کے بدلے جائز نہیں ہے یہ ظاہر ہے، بیچ میں لکھا ہے کہ جدولۃ الدین یہ بدل ہے تاجیل موعد اداء الدین جدولۃ الدین انگریزی اصطلاح (RESCHEDULING) یعنی ایک لفظ ہوتا ہے جس کو SCHEDULE کہتے ہیں اردو میں آپ نے دیکھا ہوگا شیڈول جس کا تلفظ شیڈول بھی ہے، کہیں زیادہ تر سکیڈول تلفظ استعمال ہوتا ہے تو شیڈول نظام الاوقات کو کہا جاتا ہے، کہ میرا شیڈول یہ ہے کہ میں فلاں وقت سفر پر جاؤنگا وغیرہ، دیون کے مسئلے میں شیڈول دین کی ادائیگی کا شیڈول ہوتا کہ فلاں قسط فلاں تاریخ کو ادا کی جائیگی اور فلاں قسط فلاں تاریخ کو، اس کو شیڈول کہتے ہیں، یہ ایسا ہوتا ہے کہ بالکل ادائیگی کی آخری تاریخ آگئی اور اب تک مدیون کسی وجہ سے ادا کرنا نہیں چاہتا تو اس کو کہتے ہیں (RESCHEDULING) شیڈول کا عربی ترجمہ جدول ہے، اور اسی کو بعثر باب سے جدولہ بنایا گیا ہے، یہاں جو ترجمہ کیا گیا ہے جدولۃ الدین اصل لفظ اس کا ہے اعادۃ جدولۃ الدین، جدولۃ تو ابتدائی شیڈول اور اعادہ جدولہ ہوئی، اب پہلے جو تاریخ

facebook.com/masimfarooq

مقرر کی تھی اس کو دوسری میں منتقل کردی گئی،(RESCHEDULING)جو عام طور سے ہوتی ہے پہلے یہ طے ہوا کہ قرض ایک سال میں ادا کریں گے اور اتنی اتنی قسطیں ہونگیں اب آپ کا شیڈول تبدیل کر کے ایک سال کے بجائے تین سال کر دیتے ہیں لیکن اس تین سال کے اندر وہ عام طور سے انٹرسٹ کی مقدار کی جو شرح ہے وہ بڑھادیتے ہیں یا اگر نہیں بڑھاتے تب بھی انٹرسٹ ہر قسط پر لگتار ہتا ہے، تو کہتے ہیں کہ مرابحہ کے دیون کے اندار(RESCHEDULING) ممکن نہیں اس واسطے کہ اس کے معنی یہ ہونگے یہ مدت کے مقابلے میں مزید پیسے لیے گئے، اتقضی او تربی وہ جاہلیت کا دین تھا کہ یا ادا کرو یا زیادہ کرو، تو یہ ناجائز ہے، ایک اور تعامل جو بعض مرابحہ کی حقیقت نہ سمجھنے والے اداروں میں کچھ عرصہ جاری رہا وہ'' رول آور'' کہلاتا تھا یعنی جس چیز پر مرابحہ کیا گیا اب ہم نے اسے دوبارہ بیچ دیا ہے حالانکہ بیع ہو چکی ہے اب رول آور نہیں ہو سکتا۔

8/5 إذا وقعت المماطلة من العميل المدين بالأقساط فإن المستحق هو مبلغ الدين فقط ولا يجوز للمؤسسة أن تلزم العميل بأداء أي زيادة لصالحها، مع مراعاة ما ورد في البند 6/5.

اس کی تشریح گذر چکی ہے۔

9/5 يجوز للمؤسسة أن تتنازل عن جزء من الثمن عند تعجيل المشتري سداد التزاماته إذا لم يكن بشرط متفق عليه في العقد.

مؤسسہ کیلئے جائز ہے کہ وہ ثمن کے کسی حصہ سے دستبردار ہو جائے جب مشتری جلدی ادا کردے اپنے التزامات کو بشر طیکہ پہلے سے عقد کے اندر متفق علیہ شرط نہ ہو یہ وہ مسئلہ ہے ضع و تعجل کا۔

اس میں ذرا یہ سمجھ لیں کہ مدیون یہ کہتا ہے کہ اگرچہ دین واجب الاداء ہے چھ مہینے کے بعد لیکن تم آج مجھ سے جلدی لے لو لیکن اس کے مقابلے میں میرے دین کی دائیگی میں کمی کر دو، ضع کے معنی کم کردو اور تعجل کے معنی ہیں جلدی لو، اس میں فقہاء کرام کا اختلاف قدیم سے رہا ہے کہ آیا یہ جائز ہے یا نہیں جو حضرات جائز کہتے ہیں وہ بنو نظیر کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ جب ان کو آپ ﷺ نے جلاوطن کیا اور ان سے فرمایا کہ تم اپنا سامان لے جاؤ جو سامان لے جانا ہے! تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دوسرے لوگوں کے ذمہ قرضہ واجب ہے تو جب ہم چلے جائیں گے تو وہ کیسے وصول کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ضعوا وتعجلوا وہیں سے یہ لفظ نکلا ہے کہ کمی کر دو اپنے قرضوں میں اور جلدی لے لو تو اس حدیث سے استدلال کر کے بعض نے جائز کہا ہے دوسرے فقہاء کرام کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور وہ بھی ایک اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسمیں تعجیل کے بدلے میں دین کی کمی کرنے کو ربا قرار دیا ہے دونوں حدیثیں بیہقی میں ہیں سنداً دونوں ضعیف ہیں کوئی بھی ایسی نہیں جس کو پختہ کہا جا سکے تو جو حضرات ناجائز ہونے کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اول تو وہ حدیث ہی قابل استدلال نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعہ درست بھی ہو تو وہ

facebook.com/masimfarooq

بنو نظیر کے جلاوطنی کے وقت کا واقعہ ہے اس وقت تک ربا حرام نہیں ہوا تھا، یہ توجیہ کی جا سکتی ہے اور دوسری توجیہ یہ ہے جس کا ثبات مجھے مل گیا ہے اور وہ مجھے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ واقدی نے مغازی میں روایت نقل کی ہے اس میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو یہ کہا تھا "ضعوا وتعجلوا" اس کا مطلب یہ تھا کہ اپنا ربا چھوڑ دو اور اصل لے جاؤ، کیونکہ اس وقت وہ لوگ ربا کے معاملات کرتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ربا چھوڑ دو اور اصل لے جاؤ۔ یہاں اصل لے جانے کو اور ربا چھوڑنے کو "ضعوا" سے تعبیر کیا اور "تعجلوا" سے مراد یہ ہے کہ ابھی لے جاؤ سے تعبیر کیا تو یہ اصل دین میں کمی کر کے نہیں تھا سود کو معاف کرنا تھا تو یہ واقدی کی روایت ہے واقدی کو آپ لوگ جانتے ہیں کہ متکلم فیہ ہیں، لیکن اصل روایت ہی متکلم فیہ ہے تو اس میں اگر اس کی توجیہ کسی متکلم فیہ روایت سے ہو رہی ہو تو جو اصل کا حکم وہی فرع کا حکم، اس واسطے اس کی توجیہ کی جا سکتی ہے۔

بہر حال اس کی وجہ سے ہمارے ائمہ اور فقہاء حنفیہ کے یہاں مفتی بہ قول یہی ہے کہ ضع و تعجل کا معاملہ مشروطہ ناجائز ہے، لیکن اس میں تین باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جو ناجائز ہے، وہ شرط کے ساتھ ایسا کرنا، لیکن اگر عقد میں کوئی ایسی شرط نہیں، اس نے کہا کہ بھئی میرے پاس پیسے آ گئے ہیں، میں آپ کو دے رہا ہوں تو آپ کچھ میرے ساتھ رعایت کر دو، اس نے کہا ٹھیک ہے، میں نے رعایت کر دی، لیکن با قاعدہ دینا موقوف نہیں ہوا، وضع (کمی) کرنے پر، بلکہ آپس میں مصالحت کے طور پر ایسا کر لیا، پہلے سے یہ عقد دین میں شرط نہیں تھا تو یہ ناجائز نہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ یہ سارا معاملہ کہ ضع و تعجل ناجائز ہے، یہ دیون مؤجلہ میں ہے، جو دیون حال ہو چکے ہوں اور ان کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہو تو اس نے اگر کوئی دائن یہ کہے کہ بھئی وقت تو ہو ہی گیا تمہارا، اس نے کہا کہ میرے پاس تو پیسے ہیں نہیں، تھوڑا سا انتظام کرنا پڑے گا، ہفتہ، دس دن اس وقت اگر یہ کہے کہ اگر تم ابھی دیدو تو میں کچھ کم کر دوں گا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں گویا دیون حالہ میں ضع و تعجل مشروط بھی جائز ہے، دلیل اس کی ابی ابن کعبؓ کی حدیث ہے کہ ابن ابی حدردؓ کے ساتھ ان کا جھگڑا ہو رہا تھا، مسجد نبوی میں یہ مانگ رہے تھے اور وہ دے نہیں رہے تھے تو آپ ﷺ نے کیا فرمایا، اشارہ کر کے فرمایا کہ آدھا دین اپنا چھوڑ دو، اس نے آدھا چھوڑ دیا اور اس نے ادائیگی کر دی تو یہ صورت جائز ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ متاخرین نے یہ کہا ہے کہ ضع و تعجل جو ناجائز ہے یہ عام عقود مساومہ میں ہے، لیکن عقود مرابحہ میں، جہاں اجل کے مقابلہ میں قیمت میں اضافہ کیا گیا ہو تو وہاں اگر کوئی شخص پہلے ادا کر دے تو پھر اس کو اتنے دنوں کا ربح واپس کرنا چاہئے تو اس نے جتنے دن پہلے ادا کر دیا مثلاً مرابحہ ہوا تھا ایک فیصد یومیہ کے حساب سے اور ایک مہینے میں مثلاً تیس فیصد ہو گیا تو اب وہ کہتا ہے کہ پندرہ دن کے اندر تم کو ادا کرتا ہوں اب ربح یعنی نفع جو ہے، وہ تیس فیصد کے بجائے پندرہ فیصد ہو گا، اتنے کا مطالبہ کرنا جائز

facebook.com/masimfarooq

ہوگا، اس سے زیادہ کا جائز نہیں ہوگا اور یہ مشروط بھی ہو سکتا ہے عقد میں، علامہ شامیؒ نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور اس مسئلہ کو کئی جگہ علامہ شامیؒ نے ذکر کیا ہے یہ فتویٰ متاخرین کا ہے، لیکن میں نے یہ عرض کیا ہے کہ بینکوں کے اندر اگر اس مسئلہ پر عملاً کریں تو سود کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا اور اندیشہ ہے کہ سود کا میٹر چل پڑے گا اور وہ جو مرابحہ مؤجلہ کو ہم سودی تمویل سے ممتاز کرنے کے لیے جو طریقے اختیار کئے ہیں کہ ثمن متعین ہونا چاہئے، اجل متعین ہونی چاہئے، وغیرہ وغیرہ، وہ سب بے کار ہو جائیں گے، اس واسطے میں نے یہ لکھا ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں دینا چاہئے بینکوں کو اور مؤسسات کو اور اسی موقف کو یہاں اختیار کیا گیا ہے اور ایک صاحب نے مجھے خط لکھا تھا کہ فقہاء نے اجازت دی ہے تو آپ کیوں کہتے ہیں کہ منع ہے۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ متاخرین نے اجازت دی ہے، مذہب میں یہ بات منقول نہیں، ائمہ مذہب سے جو بات منقول ہے، وہ ضع وتعجل کے مشروط ہونے کی ممانعت ہے علی الاطلاق تو اس واسطے متاخرین نے نکالی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اجل کے معاوضہ میں ثمن کا ہونا، وہ اس حد تک تو درست ہے کہ ثمن کا تعین کرتے وقت یہ بات ذہن میں نہیں کہ یہ دیر میں ادا کرے گا، لیکن اگر پہلے ادا کردے اور قیمت جب ایک دفعہ متعین ہو جائے تو پھر اس میں تردد نہیں ہونا چاہئے اور اس صورت میں تردد ہو جائے گا کہ اگر آج ادا کیا تو اتنے پیسے، کل ادا کیا تو اتنے پیسے، پرسوں ادا کیا تو اتنے پیسے، یہی مطلب ہوگا نہ تو اس صورت میں ثمن کے سلسلے میں تردد ہوگا اور اس صورت کو فقہاء نے منع کیا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ فتویٰ کا اثر یہ پڑے گا کہ سود کا میٹر چلنا شروع ہو جائے گا اور پھر کچھ بعید بھی نہیں ہے کہ کچھ دن بعد یہ لوگ جن کو اس کی اجازت دی جائے گی کہ کچھ دن بعد یہ کہیں کہ جب ہر روز انٹر چلتا تھا، ہر روز کے حساب سے تو اب جب ادائیگی میں تھوڑی سی تاخیر کردی تو اس میں بھی چلا دے تو کیا ہوگا، جب ثمن دنوں کی کمی کی صورت میں کم ہو سکتی ہے تو دنوں کی زیادتی کی صورت میں زیادہ بھی ہو سکتی ہے، تو کل کوئی حیلہ استعمال کرنا چاہے تو اس کا بھی ایک دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے، ان تمام وجوہ سے میں نے اس پر فتویٰ دینا مؤسسات مالیہ سے مناسب نہیں سمجھا، اور اسی کو یہاں پر اختیار کیا گیا ہے، البتہ یہ ہے کہ بھائی ہمارے ذمہ واجب نہیں، تم مطالبہ نہیں کر سکتے لیکن جب پہلے لے آیا کوئی اور بینک اپنی طرف سے کمی کردے تو اس کی طرف سے تبرع ہوگا، مطالبہ نہیں کر سکتا۔

10/5 يجوز الاتفاق بين المؤسسة والعميل على أداء دين المرابحة للآمر بالشراء بعملة أخرى مغايرة لعملة الدين إذا كان ذلك بسعر الصرف يوم السداد، شريطة أن يتم تسديد الدين بأكمله أو تسديد المقدار المتفق على مصارفته، بحيث لا يبقى في الذمة شيء من المبلغ المتفق على مصارفته۔

facebook.com/masimfarooq

یہ وہی بات ہے ''صرف مافی الذمہ'' کہ اگرچہ قیمت واجب ہوئی تھی پاکستانی روپے میں یا ڈالر میں لیکن پہلے سے کوئی شرط نہیں تھی جب ادائیگی کا وقت آیا تو اس نے کہا کہ ڈالر کے بجائے تم پاکستانی روپے لے لو تو اس کے جواز کے لئے دو شرطیں ہیں؛

ا۔اس دن کے سعرِ صرف کا اعتبار کیا جائے۔

۲۔پورا دین یا تو ختم ہو جائے یا مصارفہ واقع ہو کسی ایک جز میں اور اس جز کی جتنی قیمت ہے اس کی ادائیگی ہو جائے تاکہ تقابض فی المجلس پورا ہو جائے۔

اس کی دلیل وہی ہے جو پیچھے گذر چکی ہے ''بسعر یومہ ولم یکن بینکما بشیئ'' بشرطیکہ تم نہ ہو اس حال میں کہ تمہارے درمیان کوئی واجب باقی ہو۔

فقد تمت ''المرابحۃ للآمر بالشراء'' بفضل اللہ تعالیٰ وھو الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (9)

الاجارة والاجارة المنتهية بالتمليك

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الإجارة المنتهية بالتمويل:

اس کا تھوڑا سا تعارف کرادوں، صورتِ حال یہ ہے کہ اجارہ قاعدہ سے کوئی تمویل کا عقد نہیں ہوتا ،یعنی کسی کو پیسہ دینا تھوڑی ہوتا ہے بلکہ اس میں کسی عین کی منفعت دی جاتی ہے، جس کی اجرت وصول کی جاتی ہے،اصل اجارہ کا عقد یہ ہے ہمارے یہاں جو اجارہ ہوتا ہے وہ مختلف قسم کا ہوتا ہے،اجارۃ الاشخاص کو بھی اجارہ کہتے ہیں، کسی کو ملازم رکھ لیا یہ اجارہ کا عقد ہے اور کسی چیز کی منفعت حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز آپ نے کرائے پر لے لی، کوئی کا لے لی کوئی مکان لے لیا،تو یہ بھی اجارہ ہے یہ 'اجارۃ الاشیاء' کہلاتا ہے،تو اجارہ کی جو اصطلاح ہے فقہ میں وہ زیادہ عام ہے انگریزی سے،اور موجودہ جو نظامِ قانون ہے،اس میں اجارہ کی دونوں قسموں کی الگ الگ اصطلاح ہے،اجارۃ الاشخاص کو 'employment' کہتے ہیں اور مؤجر جو کسی کو خدمات کرائے پر لیتا ہے،وہ 'employer' کہلاتا ہے اور جس کی employee خدمات لیتا ہے وہ لیکن یہ اصطلاح صرف اجارۃ الاشخاص کے لئے ہے،اجارۃ الاشیاء یا اجارۃ الاعیان میں جو لفظ ہوتا ہے وہ lease کوئی چیز جو آپ نے کرائے پر لی ہے،اس عقد کو لیز کہتے ہیں،ایک لفظ ہے جو دونوں کے لئے بعض اوقات بول دیا جاتا ہے وہ ہے hire، جس کے معنی ہیں کرائے پر لینا تو hire بعض اوقات اشخاص کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں مگر عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ یہ وقتی ہوتا ہے employment (ملازمت) باقاعدہ ہے،اور hire کہ آپ نے کسی وقت وکیل کی خدمات حاصل کرلیں کہ آپ میری طرف سے مقدمہ لڑیں اس کا مطلب ہے کہ میں نے ایک وکیل hire کرلیا،کار hire کی، hire میں باقاعدہ ملازمت کی شکل ہوتی ہے اور اس کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو پرمننٹ ہو اس کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جب عارضی چیز مثلاً کار hire کرلی مکان کے لئے کار hire کرلی مکان کے لئے hire کرنا ذرا کم بولتے ہیں لیکن استعمال ہوتا ہے غرض ان سب کے لئے ایک ہی لفظ ہے اجارہ کہ ہم یہاں پر جو بحث کریں گے وہ اس سے نہیں ہے بلکہ لیز سے ہے پہلی بات تو یہ سمجھ لو،دوسری بات یہ سمجھ لو کہ lease میں موجر ہوتا ہے،وہ کہلاتا ہے lesser اور جو مستاجر ہوتا ہے،وہ کہلاتا ہے lessee،تو اصل تصور یہ تھا،جیسا کہ ہمارے یہاں فقہ کے اندر آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی چیز کرایہ پر آپ نے لی،اس کی مدت متعین ہو جاتی ہے کہ فلاں مدت تک مستاجر اس کو استعمال کرے گا اور استعمال کرنے کے بعد موجر کو واپس کرے گا اور کرایہ کے لیے بازار کی جو قوتیں ہیں عرض و طلب کی demand and supply جو ہوتی ہے تو اس کی قیمتیں متعین کرتی ہیں،عام قاعدہ اجارہ کا یہی ہے، لیکن اس اجارہ کو،جو ہمارے یہاں معروف ہے،اس کا مقصود ہی صرف یہ ہے کہ اس کو منفعت دینی ہے اور اس کا کرایہ وصول کرنا ہے اور ملکیت میری برقرار رہنی ہے،جب یہ چھوڑے گا میں اپنی چیز لے لوں گا،ایسی لیز کو کہا جاتا ہے operating lease اور عربی میں

facebook.com/masimfarooq

اس کو کہتے ہیں الاجارۃ التشغیلیۃ، یہ وہی معروف اجارہ ہے، اس کا مقصود یہ ہے کہ متاجر ایک مدت تک اس کو استعمال کرے اور کرایہ ادا کرتا رہے اور بعد میں اس کو واپس کرے، ایک اور چیز بیچ میں مغربی قوانین کے اندر اور عقد کا اضافہ ہوا اس کے دوران اور جس کا نام انہوں نے رکھا Hire-Purchase، Hire کا مطلب ہے کہ کرایہ پر لینا اور Purchase کے معنی ہے خریدنا، معنی یہ ہے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کرایہ بھی ہے اور خریداری بھی ہے، اس کو عربی میں الاجارۃ التملیکیۃ اور بعض اوقات الشراء بطریق الاجارۃ بھی کہتے ہیں، اس کا حاصل کیا ہوتا ہے؟ اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں اصل مقصود شیٔ کو کرایہ پر دینا نہیں ہوتا، بلکہ اصل مقصود اس چیز کو بیچنا ہے، خریدار کا اصل مقصود کرایہ پر لینا نہیں ہے، بلکہ اس چیز کو خریدنا نہیں ہے، لیکن مشتری یہ چاہتا ہے کہ میں جلدی قیمت ادا نہیں کروں، قسطوں پر خریدوں اور بائع یہ چاہتا ہے کہ قسطوں پر تو دیدوں، لیکن جب تک قسطیں پوری نہ ہوں، اس چیز کے سارے حقوق (ملکیت) میرے ہوں، وہ یہ کہتا ہے کہ میں اس وقت تمہیں کرایہ پر دے رہا ہوں، اس کا نام بھی قسطیں (کرایہ کی قسطیں) ہی رکھتے ہیں، فلاں سے فلاں وقت تک تم اتنی قسطیں ادا کرتے رہو، جب تم پوری قسطیں ادا کروگے، جونہی آخری قسط ادا کروگے، یہ سارا معاملہ اجارہ سے بیع کی طرف منقلب ہو جائے گا اور جن تک ادا کر رہے تھے، وہ قسطیں کرایہ کی تھیں، اور جن ادا کر کے فارغ ہو گئے تو حاصل یہ سمجھا جائے گا کی یہ ساری قسطیں ثمن کی تھیں اور وہ منقلب ہو کر بیع بن جائے گا، یہ کہلاتا ہے الاجارۃ التملیکیۃ یا Hire-Purchase، لیکن مقصود اس میں یہ بھی بالاخر بیچنا ہے، لیکن بیچنا بھی معروف بازاری قیمت کے مطابق ہے، معروف بازاری قیمت سے مراد یہ ہے کہ قسطوں میں جس قیمت پر چیز بازار میں ملتی ہے، وہی قیمت عام طور سے مقرر کی جاتی ہے، مثلاً آپ کو فریج خریدنا ہے، بازار میں اس وقت وہ بیس ہزار روپے کا مل رہا ہے، لیکن اگر آپ قسطوں پر خریدیں تو پچیس ہزار کا ملے گا تو پچیس ہزار اس کی قیمت مقرر کر لی اور اس کی پچیس قسطیں کر لیں تو جب تک وہ قسطیں ادا ہو رہی ہیں، اس وقت تک فریج کا مالک یہ کہہ رہا ہے کہ میں کرایہ پر لے رہا ہوں اور متاجر کہہ رہا ہوں کہ میں کرایہ پر لے رہا ہوں اور ملکیت ابھی تک موجر کی ہے، جب آخر قسط ادا کر دے گا تو وہ ثمن بن جائے گی اور یہ بیع قرار پائے گی۔

یہ صورتِ حال شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے، کیونکہ عقد کا پتہ ہی نہیں چل رہا کہ یہ اجارہ ہے اور کب بیع ہے یعنی تردد ہے بین العقدین آخر وقت تک، چنانچہ اس میں عدالتوں کے اندر بڑے پیمانے پر یہ سوال پیش آیا کہ اس پر بیع کے احکام جاری ہونگے یا اجارہ کے احکام عائد کریں، للٰذا یہ صورت جائز نہیں ہے۔
لیکن اس وقت میں صرف آپ لوگوں کو قسمیں بتا رہا ہوں، یہ ہے Hire-Purchase، اس کے علاوہ ایک تیسری قسم وجود میں آگئی ہے، اس کا نام ہے financial lease، جس کے معنی ہے الاجارۃ التمویلیۃ، اب اس کی صورت حال یہ ہے کہ پہلے پس منظر سمجھ لو کہ یہ کیوں وجود میں آئی یہ اس لیے وجود میں

facebook.com/masimfarooq

آئی کہ آج کل دنیا میں ٹیکس کا نظام رائج ہے اور مختلف اشیاء پر ٹیکس لگتے ہیں تو ہوا یہ کہ بعض مغربی ملکوں (امریکہ میں سب سے پہلے) میں جو سود پر پیسے دیے جاتے ہیں، ان پر جو انٹرسٹ (interest) چارج کرتا تھا بینک یا مالیاتی ادارہ، اس پر ٹیکس لگتا تھا تو ایک وقت ایسا آیا کہ اس پر ٹیکس زیادہ لگنے لگا کہ اگر تم سود کی رقم کم لاؤ گے تو اتنا ٹیکس لگے گا اور اتنا ٹیکس ادا کرو، اس کے برخلاف اگر کسی کو کوئی چیز دیدی جائے تو اس سے جو کرایہ وصول ہوتا تھا، اس پر ٹیکس تھا، لہٰذا یہ (financial institute) مالیاتی اداروں نے یہ حیلہ نکالا اس بات کا کہ ہم کسی کو سود نہیں دے رہے، کسی کو سود پر رقم نہیں دے رہے، بلکہ ہم کوئی چیز (مشینری، کار) کو کرایہ پر دے رہے ہیں، مقصود اصلی تو اصل میں یہ تھا کہ، مثلاً اگر پانچ لاکھ کی کار ہے تو پانچ لاکھ میں اس کو دیتا، اس میں سود اگر دس فیصد کے اعتبار سے وصول کرتا تو پانچ سال تک ساڑھے پانچ لاکھ ہو جاتے، اس کا مقصود تھا پیسے دینا اور سود وصول کرنا اور مستاجر کا مقصود در حقیقت کرایہ پر لینا نہیں تھا، اس کا مقصد تھا کہ وہ خرید لے اور وہ اپنی ملکیت میں لانا چاہتا تھا تو کہا دونوں کا مقصد ہم اس طرح کر دیتے ہیں کہ ٹیکس والوں سے بچ جائے تو ایسا کر لیتے ہیں اور جو بھی بازار میں کار کی لاگت ہو گی جس قیمت پر ہم خریدیں گے یہ دیکھیں گے کہ پوری ادائیگی آپ کتنی مدت میں کر رہے ہو پوری ادائیگی اگر آپ پانچ سال میں کر رہے ہو اور شرح سود اگر دس فیصد ہے تو ہمیں پانچ لاکھ اور پچاس ہزار سود پانچ سال میں ملنا چاہیے پھر ہمیں غرض نہیں تم جانو تمہارا کام جانے یہ کار کی مشتری تمہاری ہو جائیگی لہذا ہم اس کا نام تو رکھتے ہیں کرایہ کرایہ اس طرح مقرر کر ہیں کہ پانچ سال میں ہم ساڑے پانچ لاکھ کو تقسیم کرتے ہی ں تو ساڑھے پانچ لاکھ روپے آپ کو ان پانچ سالوں میں اتنی اتنی قسطیں داد کرنی پڑے گیا گر آپ نے یہ پوری قسطیں ادا کر دی اور ہمیں بمع نفع کے ساڑے پانچ لاکھ وصول ہو گیا تو آخر میں ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس کو آپ کو ایک روپے میں بیچے گے لیکن اس کو ٹوکن (price token) ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مدت پوری ہونے کے بعد یہ چیز ایک روپے میں آپ کی ہو گی تو فرق کیا ہوا؟ ذرا سمجھ لیں جیسے مقصود کرایہ پر دینا اصلا نہیں ہے اصل پیسے دینا ہے اور پیسے کے اوپر سود وصول کرنا ہے دوسرا فرق یہ ہوا کہ اس کا جو کچھ کرایہ یا قیمت مقرر کی گئی ہے وہ نہ تو پہلی کے (operating leas) کے مارکیٹ کے value کے مطابق ہے کہ مکان اگر آپ operating leas کے طور پر لیں گے تو فرض کرو کہ اس کا کرایہ ایک ہزار روپے ماہانہ ہے لیکن چونکہ یہاں قیمت مقرر کی جاتی ہے اور اس مجموعی قیمت کو پانچ سال کے اوپر تقسیم کی جاتی ہے لہذا وہ ایک ہزار نہیں بلکہ پانچ ہزار ہو سکتے ہیں اور یہ اس کی operating leas کی قیمت ہے اس سے زیادہ ہوتی ہے اور hire purchase سے بھی زیادہ ہو گی کیونکہ hire purchase کا دارومدار اس قیمت پر ہوتی ہے جو قسطوں پر بازاروں میں خرید و فروخت ہوتی ہے اور خریداری ہو رہی ہے اس میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے یہاں یہ ہونا ضروری نہیں یہاں اصل بات یہ ہے کہ میں نے کتنی رقم لگائی ہے اور مجھے اتنی

facebook.com/masimfarooq

مدت میں بمع منافع واپس ملی گی توان کی جو pricing ہے کرایہ کی رقم کا تقرر نہ operating leas کے معیار پر ہوتا ہے اور نہ ہی heir purchase کے معیار پر ہوتا ہے بلکہ سودی معیار پر ہوتا ہے کہ سود کے بازار میں کیا شرح چل رہی ہے اس شرح کے حساب سے مجھے نفع ملنا چاہئے چونکہ مقصد یہ ہے اس لئے آخر جا کر ایک ٹوکن منی جوری کرکے ایک روپے میں عقد ہوتا ہے جبکہ hire purchase میں اس طرح کرنا ضروری نہیں چونکہ مقصود اصل پیسے دینا اور اس پر سود وصول کرنا تھا اسلئے اجارہ کو محض ایک کوّر اور ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ٹیکس سے بچنے کے لئے لہذا اس عقد میں عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ جو موجر ہے (نام تو اس کا موجر ہے) لیکن موجر کا حقوق اور فرائض سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہوتا بحیثیت مالک کا وہ اس کا ملک ہے وہ ہلاک ہو جائے یا اس میں کوئی نقصان ہو جائے یا کوئی تباہی واقع ہو جائے تو ہونا تو یہ چاہئے کہ نقصان موجر کا ہو کیونکہ اس کی چیز ہے لیکن وہاں اس اجارہ تمویلیہ میں شرط ہوتی ہے جو عام طور پر سودی بازار میں رائج ہے شرط یہ ہوتی ہے کہ موجر کہتا ہے کہ میں ذمہ دار نہیں تم جانو اور تمہارا کام جانے چیز ہلاک ہو گئی یا تباہ ہو گئی تو باقی ماندہ کرایہ بھی آپ کو دینا پڑے گا چونکہ معاملہ پانچ سال کا تھا اگر دو سال کے اندر وہ چیز ہلاک ہو گئی تو آپ کو باقی تین سال کا کرایہ بھی دینا ہو گا یعنی وہ اس کی کوئی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر تامین ہو یعنی انشورنس کرانہ پڑے تو قاعدہ سے یہ ہونا چاہئے کہ مالک کے ذمے ہو لیکن یہ ہمیشہ سے متاجر کے ذمے رکھتے ہیں اس طرح اگر بڑی ٹوٹ پوٹ واقع ہو جائے یا بڑی مرمت کرنا پڑے (چھوٹی موٹی ہو تو خیر کوئی بات نہیں) تو وہ بھی مالک کے ذمے ہونا چاہئے لیکن وہ بھی متاجر کے ذمے کرتے ہیں یہ ہے الاجارۃ لا تمویلیہ، جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ سود کی بنیاد پر تمویل ہے لیکن نام اجارہ کا رکھا ہے حیلہ کرنے کے لئے ٹیکس سے بچنے کے لئے یا دوسرے منافع حاصل کرنے کے لئے یہ تین قسمیں آپ سمجھ لیں ایک چوتھی قسم بھی نکالی ہے اسلامی بینکوں نے وہ کیا؟ وہ یہ کہ جو الاجارۃ التمویلیہ کے اندر شرعی خرابیاں ہیں ان کو دور کرکے اس مقصد کو حاصل کرنے کا قریب ترین شرعی طریقہ ہو سکتا ہے اس کا نام رکھا "<u>الاجارہ المنتھیة بالتملیک</u>" وہ اجارہ جو آگے جا کر تملیک پر منتہی ہو جاتا ہے۔

انواعھا

للاجارۃ انواع باعتبارعدۃ اھمھا

<u>(الف) من حيث المعقود عليه تكون لاجارة علي عين المعينة اوعلي عين موصوفه۔الخ</u>

پہلی قسم اس طرح ہے کہ اجارہ عین معینہ پر ہوتا ہے یا عین موصوفہ فی ذمہ پر، عین معینہ تو یہ ہے کہ کوئی چیز موجود ہے اور اسکی تعیین کرکے اس کو اجارہ پر دیا جائے جیسے مثلاً کار ہے وہ متعین طور پر مشخص ہے وہ کرائے پر دی جائے،

facebook.com/masimfarooq

دوسری قسم ہے عینِ موصوف فی الذمہ پر اجارہ:

اس کے معنٰی یہ ہیں کہ متعین نہیں کیا کہ کون سی کار اجارہ پر دی جارہی ہے بلکہ کار کے اوصاف متعین کر دیئے، مستاجر نے یہ کہا کہ مجھے ایک ایسی کار چاہیئے جو فلاں کمپنی کی بنی ہوئی ہو اور اس میں فلاں فلاں بات پائی جاتی ہوں کسی خاص کار کو معین نہیں کیا مستاجر نے یہ کہا اور مؤجر نے قبول کر لیا اب مؤجر کے ذمہ واجب ہو گیا کہ وہ اس صفات کی کار معین مدت تک مہیا کرے، چونکہ اس میں مخصوص صفات ہیں عین نہیں، اس واسطے مستاجر کسی خاص کار کا مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ کار جو بھی ہو اگر ان صفات کی لے آئے گا تو مستاجر کو قبول کرنا ہو گا اور اگر فرض کرو کہ مؤجر ایک کار لایا لیکن بعد میں وہ کار کو لے کر اس جیسی انہی صفات کی دوسری دے دی تو بھی جائز ہے یا وہ کار ہلاک ہو جائے تو پھر اس کے ذمہ واجب ہو گا کہ اس کے بدلے میں اسی صفات کی دوسری کار لا کر دے بخلافِ اجارۂ عینِ معینہ کے کہ اس میں عقدِ اجارہ جس عقد کے اوپر ہوا اگر وہ ہلاک ہو گئی تو اجارہ بھی ختم ہو گیا لیکن اجارۂ موصوفہ فی الذمۃ ختم نہیں ہوتا ایک کار لا کر دی تو وہ اگر ہلاک ہو گئی تو انہی صفات کی دوسری کار مؤجر کے ذمہ ہو گی جو مستاجر کو لا کر دے تو یہ فرق ہوتا ہے عینِ معینہ والے اجارہ میں اور عینِ موصوفہ فی الذمہ کے اجارہ میں۔

حنفیہ کے یہاں عینِ موصوفہ فی الذمہ کے اجارہ کا کوئی تصور نہیں ہے، یعنی حنفیہ کے یہاں اس اجارہ کا کتابوں میں ذکر نہیں ہے لیکن شافعیہ وغیرہ کے یہاں ہیں اسی کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دو قسم کے اجارے ہو سکتے ہیں۔

(ب) من حيث ابتداء المدة تكون اجارة منجزة الخ

بیع کے اندر تو ضروری ہے کہ جس وقت بیع ہو رہی ہے عقد ہو رہا ہے اس وقت میں مبیع موجود ہونا چاہیئے وجود میں آنا چاہیئے اور نہ صرف وجود میں آنا چاہیئے بلکہ بیع منجز ہی ہوتی ہے معلق نہیں ہو سکتی یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں بیع تو آج کر رہا لیکن اس کا نتیجہ ظاہر ہو گا ایک مہینہ کے بعد کیونکہ بیع کو مضاف الی المستقبل نہیں کر سکتے لیکن اجارہ مضاف الی المستقبل ہو سکتا ہے مثلاً عقد تو آج ہو گیا لیکن اجارہ کے اثرات ایک مہینہ کے بعد ظاہر ہونگے تو یہ ظاہر ہے۔

الاجارة المنتهية بالتمليك للإجارة صورة يعمل بها في المؤسسات المالية:

کہتے ہیں کہ اجارہ کی ایک خاص صورت ہے جو کہ عام طور سے مالیاتی اداروں کے اندر جاری ہے جس کو الاجارۃ المنتہیۃ بالتملیک کہتے ہیں وہ عقد تو اجارہ کا ہوتا ہے لیکن ساتھ میں مؤجر کی طرف سے ایک وعدہ ہوتا ہے کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے گی تو اگر آپ نے اجارہ کی ساری شرائط کو پورا کر دیا اور سارا کرایا ادا کر دیا تو آخر میں میں آپ کو مالک بنا دونگا مالک بنانے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں کہ بعض اوقات تو مالک بنانے کے لئے کوئی قیمت مقرر کی جاتی ہے پہلے ہی سے کہ اتنی قیمت پر میں تم کو مالک بنا دونگا اور وہ قیمت بعض

facebook.com/masimfarooq

اوقات حقیقی ہوتی اور بعض اوقات رمزی ہوتی ہے یعنی محض علامتی ہوتی ہے کہ ایک بڑی مشینری ہے بڑی کار ہے آخر میں میں تم کو ایک روپے میں بیچ دونگا تو ایک روپیہ ایک علامتی قیمت ہے حقیقی قیمت نہیں ہوتی اور بعض اوقات اس میں وعدہ ہوتا ہے اس کی طرف سے ہبہ کا کہ میں تمہیں یہ چیز ہبہ کر دونگا اگر آپ نے تمام مہینوں کے کرائے ادا کر دئے تو پھر میں ہبہ کر دونگا عام طور سے یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کرائے کی مقدار ماہانہ اجرتِ مثل سے زیادہ مقرر کی جاتی ہے کرائے کی مقدار مقرر کرتے وقت مؤجر اس بات کو مدِ نظر رکھتا ہے کہ مجھے اس کرائے کے ذریعہ جتنے پیسے میں نے اس کی خریداری پر لگائے ہیں وہ، اور اس کے ساتھ کچھ نفع مل جائے تو چونکہ اس کو کرائے کے ذریعہ وہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے لاگت بھی مل جاتی ہے اور اس پر نفع بھی مل جاتا ہے تو آخر میں وہ وعدہ کر لیتا ہے کہ اس وقت میں تم کو بیع کر دونگا یا تم کو ہبہ کر دونگا یہ اجارہ کہلاتا ہے دوسرے الفاظ میں "الِاجارۃ التمویلیۃ" ایک اجارہ تشغیلیۃ ہوتا ہے جس کو انگریزی میں operating lease کہتے ہیں یہ سادہ اجارہ ہوتا ہے مقصود یہ ہے کہ مستاجر کو منفعت حاصل کرنی ہے اور اس میں کسی وقت مالک بنانے یا بیچنے کا وعدہ نہیں ہوتا اور اس میں جو کرائے کی مقدار ہے عام طور پر وہ بھی اجرتِ مثل کے برابر ہوتی ہے اور الاجارۃ التمویلیۃ وہ ہے جس کا مقصود اصل میں یہ ہوتا ہے کہ اصل میں مستاجر چاہتا تھا کہ مثلاً کار خریدنے کے لئے اس کے پاس پیسے نہیں تھے، اور موجر کا مقصد یہ نہ تھا کہ میں کار کو اپنی ملکیت میں رکھ کر اس کو کرایہ پر چلاؤں، بلکہ مقصود یہ ہوتا تھا کہ میں اس پر جو پیسے لگاتا ہوں، کچھ مدت میں منافع کیساتھ مجھے مل جائیں، تو اس کا ایک طریقہ یہ تھا کہ سود پر قرضہ دیدیتا اور سود پر قرضہ حرام ہے، دوسری طرف یہ کہ اس پر ٹیکس بھی زیادہ پڑتے، تو اس کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ موجر سامان خرید کر کرایہ پر دیدیا لیکن کرایہ کی مقدار اتنی مقرر کی کہ اصل مال بمع نفع کے مل جائے چنانچہ جب اس کا مقصود حاصل ہو جائے تو وعدہ کرتا ہے کہ میں آخر میں آپ کو مالک بنادوں گا یا آپ کو ھبہ کردوگا اس کو کہتے ہیں "<u>الاجارۃ المنتھۃ بالتملیک</u>"

<u>مشرعیتھا۔۔۔الاجرۃ مشروعۃ بجمیع انواعھا۔۔۔الخ</u>

بتانا یہ چاہتے ہیں کہ الاجارۃ المنتھیۃ بالتملیک اور البیع الاجاری جس انگریزی میں hire purchese کہتے ہیں ان دونوں میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایک عقد ہے جس کو جدید قانون کی اصطلاح میں ہائر پرچیز کہا جاتا ہے وہ اجارۃ منتھیہ بالتملیک سے مختلف چیز ہے کیونکہ ہائر پرچیز کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک ہی میلین کے اوپر بہ یک وقت بیع اور اجارہ دونوں کے احکام وارد ہوتے ہیں، کیا معنی؟ کہ میں نے ایک کار خریدی ہائر پرچیز کے ذریعہ تو جب تک میں اس کی پوری قیمت ادا نہ کردوں اس وقت تک سمجھا جاتا کہ وہ کار میں نے کرایہ پر لی ہے اور میں جو قسطیں ادا کر رہا ہوں اس وقت تک یوں سمجھا جاتا ہے کہ میں اس کا کرایہ ادا کر رہا ہوں لیکن جو نہی قسطیں کرایہ پوری ہو جاتی ہیں تو خود بخود وہ سارا عقد تبدیل ہو کر بیع بن جاتا ہے اور اس کی ملکیت اس کی طرف خود بخود منتقل ہو جاتی ہے یہ ہائر پرچیز کہلاتا ہے اگرچہ اس کی ایک صورت

facebook.com/masimfarooq

وہ بھی ہوتی ہے جو الاجارۃ المنتہیہ بالتملیک میں گذری، لیکن زیادہ تر معروف صورت وہ ہے جو میں نے ابھی بیان کی، یعنی اس میں اجارہ ہوتا ہے، اور اجارہ خود بخود بیع سے تبدیل ہوتا ہے اگر پوری قسطیں ادا کردیں، اور کہتے ہیں کہ جو قسطیں تم نے ادا کردی ہیں یہ ثمن بن گئی ہیں اور یہ کار تمہارے اوپر خود بخود بیع ہو گئی تو شروع ہی سے اس طرح کا عقد ہوتا ہے کہ جب تک تم کرایہ ادا کرتے رہوگے ہو کرایہ سمجھا جائیگا اور عین موجر کی مملوک سمجھی جائیگی، اور جونہی تم کرایہ پورا ادا کردوگے تو کرایہ خود بخود ثمن میں تبدیل ہو کر عقد بیع میں تبدیل ہو جائیگا لیکن یہ صورت جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں ایک عین پر دو عقد وارد ہورہے ہیں بہ یک وقت، بیع کا بھی اور اجارہ کا بھی، اور جو رقم دی جاتی ہے اسکو کچھ عرصہ تک کرایہ پھر خود بخود اس کو ثمن سمجھا جاتا ہے اور پھر مبیع کی منتقلی بھی خود بخود بغیر کسی عمل کے ہو جاتی ہے لیکن الاجارۃ المنتہیہ بالتملیک میں تمام احکام شروع ہی سے اجارے کے عائد کیے جاتے ہیں جبکہ نمبر ا میں تملیک خود بخود متحقق نہیں ہوتی بلکہ کسی عقد کے ذریعہ ہوگی چاہے وہ ہبہ ہو یا بیع ہو تو بیع متعاقب ہوگی بعد میں آئیگی یا ہبہ بعد میں آئیگا خود بخود نہیں آئیگا،

طرق الاستثما ر بالاجارة

تستاجر المؤسسة اعيانا ۔۔۔الخ

اس میں اصل یہ ہے مؤسسہ خود مالک نہیں ہے، اس نے خود کرایہ پر لیا ہے اور کسی اور کو کرایہ پر دیتا ہے، اس کو اجارۃ الباطن کہتے ہیں، باطن کے معنی ہیں ذیلی ادارہ، کہ اصلاً خود مستاجر نے بھی کہیں سے اجارہ پر لیا تھا اور اب دوسرے کو کرایہ پر دے رہا ہے۔

2/2 تتم عملية التأجير من دون أن يسبقها تنظيم إطار عام حيث يقع إبرام الإجارة مباشرة وهو الأصل، ويجوز تنظيم إطار للاتفاقية التي تنظم عمليات الإجارة بين المؤسسة والعميل متضمنه الشروط العامة للتعامل بين الطرفين، وفي هذه الحالة يجب أن يوجد عقد إيجار خاص لكل عملية في مستند مستقل يوقع عليه الطرفان، أو بتبادل إشعار بين للإيجاب والقبول مع الإحالة إلى الشروط العامة المبينة في الإطار.

یعنی مالیاتی ادارے تاجیر کا جو عمل کرتے ہیں وہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی اجارہ کرتے ہیں کسی سے، پس وہ اجارہ ہی میں اس شی کے اجارہ کا عقد کرلیں گے، بس، اس کیلئے پہلے سے کوئی فریم ورک (شرائط) وغیرہ کا متعین کرنے کی ضرورت نہیں، اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ پے درپے مختلف اشیا کا اجارہ کیا جائیگا تو اس کیلئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ پہلے سے ایک فریم ورک (جیسا کہ مرابحہ میں بتایا تھا اس طرح کا) مقرر کیا جائے، کہ بھئی ہم آئندہ پے درپے اجارہ کا عقد کریں گے تو جتنے عقود ہونگے وہ اس فریم ورک کے تابع ہونگے، ایک بڑا شرائط نامہ اتفاقیہ کی صورت میں طے کرلیا گیا، اب اس کے بعد ایک مرتبہ ایک کار کرایہ پر دیدی، ایک مرتبہ کوئی مشین دیدی، بدس کرایہ پر دی، تو ہر مرتبہ جب کوئی چیز کرایہ پر دیں

facebook.com/masimfarooq

گے تو اس وقت سب شرائط دہرانے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ طرفین کی طرف سے ایجاب و قبول ہوگا اور اس میں ذکر کیا جائیگا کہ یہ کار جو کرایہ پر دی جارہی ہے یہ ان شرائط کے ماتحت دی جارہی ہے، جو اس ''اطار عام'' میں مذکور ہیں، لیکن ایجاب و قبول ہر نئے اجارہ کیلئے ضروری ہوگا، یہ کہتے ہیں کہ وقد تتم عملیۃ التاجیر من دون ان یسبقھا تنظیم اطار عام کہ اطار عام کو منظم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

3/2 يجوز للمؤسسة أن تطلب من الواعد بالاستئجار أن يدفع مبلغا محددا إلى المؤسسة تحجزه لديها لضمان جدية العميل في تنفيذ وعده بالاستئجار وما يترتب عليه من التزامات، بشرط ألا يستقطع منه إلا مقدار الضرر الفعلي بحيث يتم – عند نكول العميل – تحميل الواعد الفرق بين تكلفة العين المراد تأجيرها ومجموع الأجرة الفعلية التي يتم تأجير العين على أساسها للغير، أو تحميله في حالة بيع العين الفرق بين تكلفتها وثمن بيعها. وهذا المبلغ المقدم لضمان الجدية أما أن يكون أمانة للحفظ لدى المؤسسة فلا يجوز لها التصرف فيه، أو أن يكون أمانة للاستثمار بأن يأذن العميل للمؤسسة باستثماره على أساس المضاربة الشرعية بين العميل والمؤسسة، ويجوز الاتفاق مع العميل عند إبرام عقد الإجارة على اعتبار هذا المبلغ من أقساط الإجارة.

یہ وہی ہامش جدیہ کی بات ہے جو مرابحہ میں بھی گذری ہے اس کا ذکر ہے کہ ابھی ایک عمیل آیا اس نے کہا کہ میں آپ سے ایک کار کرایہ پر لینا چاہتا ہوں' آپ میرے لیے بازار سے خرید لیجیے تو مؤسسہ یہ کہتا ہے کہ تم کچھ رقم ہمارے پاس جمع کرواد و جدیۃ کے طور پر تا کہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو کہ جب ہم کار خریدیں گے تو تم ہم سے کرایہ پر لوگے، تو یہ ضمان جدیہ ہے عربون نہیں ہے اور جیسے وہاں مرابحہ میں گذرا تھا کہ اس کو ضبط نہیں کیا جاسکتا یہ اس کے پاس امانت ہے اور اگر فرض کرو کہ وہ اپنے وعدہ سے پھر جائے، تو زیادہ سے زیادہ جو کیا جاسکتا ہے وہ یہ موعود لہ کا جتنا نقصان ہوگا وہ اس ضمان جدیۃ سے وصول کیا جاسکتا ہے ،نقصان کیسے ہوگا مثلاً اس نے کرایہ پر لینے انکار کر دیا، اب یا تو اس نے کسی اور کو کرایہ پر دیا اور اس کی اجرت اس کو کم ملی، یا بازار میں اس کو فروخت کیا تو، اس کی قیمت لاگت سے کم ملی، تو جتنی کم ملی وہ اس جدیۃ سے وصول کرلے گا، اور دوسرا یہ کہ اگر ضمان جدیۃ محفوظ رہے گا تو یہ ملکیت کس کی ہے، یہ عمیل کی ہے لہذا یا تو اس کو محفوظ رکھے اور اگر اس کو کسی کام میں لگانا ہے تو مضاربت کے طور پر لگانا ہوگا اور اس کا نفع عمیل کو جائیگا

3– تملك المؤسسة العين المراد إجارتها أو تملك بعضها

اجارہ جب عین موصوفہ فی الذمہ کا نہ ہو بلکہ عین معینہ کا ہو تو ضروری ہے کہ اجارہ اس چیز کا ہو جو موجر کی ملک میں آچکا ہو جب تک ملک میں نہیں آئیگی اس وقت تک اجارہ نہیں ہوسکتا، البتہ ملک میں اس وقت آئیگی جب وہ بیع کا عقد کرلیں، یعنی سپلائیر سے خرید لے، اگرچہ اس کی رجسٹریشن مشتری کے نام پر نہ ہوئی ہو مثلاً بینک نے کار خریدی، بیع ہوگئی لیکن ابھی تک اس کی رجسٹریشن مؤسسہ کے نام نہیں ہوئی، تب

facebook.com/masimfarooq

بھی وہ کار اجارہ پر دی جاسکتی کیونکہ رجسٹریشن ایک قانونی کاروائی ہے تملک شرعی کیلئے ضروری نہیں ہے ،تملک صرف بیع سے ہو جاتا ہے ،تو چاہے اس کی رجسٹریشن نہ ہوئی ہو تب بھی اس کو اجارہ پر دیا جاسکتا ہے ،اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مؤسسہ نے مثلاً کار خریدی لیکن جب خریدی تو رجسٹریشن اپنے نام نہیں کروایا بلکہ مستاجر کے نام کرادیا،اس وجہ سے کہ اس نے بعد میں اس کو بیچنا ہے ،کہ اگر پہلے اپنے نام پر رجسٹریشن کروائے بعد میں مستاجر کے نام رجسٹریشن کروائے تو اسمیں بعض اوقات کچھ قانونی مجبوریاں ہوتی ہیں ،بعض مرتبہ قانوناً مؤسسہ کو اپنے نام رجسٹریشن کروانے کی اجازت نہیں ہوتی ،بعض جگہ ایسا ہوتا کہ اجازت ہوتی ہے لیکن کسٹم ڈیوٹی بہت زیادہ ہو جاتی ہے خود اپنے نام پر رجسٹریشن کرائیگا تو کسٹم ڈیوٹی ادا کرے گا پھر مستاجر کے نام جب رجسٹری کرائے گا تو اس سے زیادہ کرے گا،تو اس واسطے وہ شروع ہی سے رجسٹر ہو جاتی ہیں مستاجر کے نام ۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ایک سند ضد حاصل کی جائے ،counter dead جیسا کہ مرابحہ میں بھی گذرا جسمیں مستاجر اس بات کا اعلان کرے کہ اگرچہ یہ کار میرے نام رجسٹرڈ ہوئی ہے لیکن حقیقت میں میری ملکیت نہیں بلکہ مؤسسہ کی ہے،deed کے معنی کوئی کاغذ،مستند ہیں،کاؤنٹر ڈیڈ کے معنی ہوئے کہ مقابل ایک خط لکھا جائے جس میں لکھا ہو کہ اگرچہ اس کار کا رجسٹریشن عمیل کے نام ہوا ہے لیکن یہ حقیقت میں مؤسسہ کی ملکیت ہے۔

2/3 يجوز تملك العين من شخص أو جهة ثم إجارتها نفسها إلى من تمتلكها المؤسسة منهم، ولا يجوز اشتراط الإجارة في البيع الذي حصل به تملك المؤسسة للعين.

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عین مستاجر ہی کی ملکیت ہوتی ہے ،اور وہ کہتا ہے کہ آپ مجھ سے خرید کر مجھے ہی کرایہ پر دینا مثلاً کسی کا ایک گھر ہے اور اس کو پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ کہتا ہے کہ بجائے اس کے کہ میں یہ گھر اپنی ملکیت میں رکھوں آپ مجھ سے خرید لیں تو مجھے پیسے مل جائیں گے پھر مجھے کرایہ پر دیدیں تو کرایہ پر دینے کے نتیجے میں میں کرایہ دیتا رہوں گا ،لیکن یک مشت مجھے رقم مل جائیگی ،تو یہ بھی جائز ہے ،بشرطیکہ جب مؤسسہ کو عمیل کی طرف سے گھر بیچا جائے تو اس بیع میں اس کی شرط نہ ہو ،وہ بیع اس شرط سے خالی ہو جب بیع شرط سے خالی ہو جائے تو پھر مؤسسہ بعد میں اسے کرایہ پر دیدے یہ مطلب یہ و یجوز تملک العین من شخص۔۔۔الخ یعنی جائز ہے کہ ایک شخص یا ایک جہت سے تملک کیا جائے یہ جائز ہے ،پھر اسی کو اجارہ پر دیا جائے جس سے مؤسسہ نے تملک کیا ہے ،لیکن اس بیع میں اجارہ کو مشروط کرنا جائز نہیں ہے ،جس کے ذریعہ مؤسسہ عین کا مالک بنا ہے ،کیونکہ شراء کے عقد اجارہ پر معلق کرنا ،یہ ممنوع بالنص ہے ،بحدیث النھی عن بیعتین فی بیعۃ۔

3/3 يجوز لمن استأجر عينا أن يؤجرها لغير المالك الخ:

facebook.com/masimfarooq

کسی شخص نے کوئی چیز کرایہ پر لی ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ ،وہ مالک کے علاوہ کسی تیسرے شخص کو کرایہ پر دیدے، اس کو تاجیر من الباطن کہا تھا اور چاہے وہ اتنی ہی اجرت پہ دے، جتنے پر اس نے کرایہ پر لی تھی یا اس سے کم میں دے یا اس سے زیادہ میں دے اور اجرت حال ہو یا مؤجل ہو، ہر صورت جائز ہے، یہ اس واسطے کہہ دیا کہ حنفیہ کے یہاں (ابو حنیفہؒ کے مذہب میں) تاجیر من الباطن اس صورت میں جائز ہے، جبکہ اتنی ہی اجرت کے ساتھ ہو یا اقل ہو، اگر اجرت زیادہ ہو، جتنی اجرت خود دے رہا ہے، اس سے زیادہ وہ اجرت طلب کی مستاجر باطن سے تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو زیادہ وصول کر رہا ہے، وہ اس کے لیے طیب نہیں، مثلاً ایک گھر کرایہ پر لیا اور وہ موجر کو جو اجرت دے دہا ہے، وہ ہے مثلاً ایک ہزار روپے ماہانہ، اب یہ دوسرے کو اگر کرایہ پر دے تو اگر ایک ہزار روپے پر دے تو جائز، آٹھ سو پر دے تو جائز، لیکن اگر بارہ سو روپے پر دے گا تو کہتے ہیں کہ یہ دو سو روپے جو زیادہ لے رہا ہے طیب نہیں ہے، البتہ طیب ہونے کے لیے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اگر وہ عینِ مؤجرہ میں اضافہ کر دے، مثلاً اس گھر کے اندر روغن کر دے، کوئی دروازہ لگا دے، کھڑکی کہیں لگا دے تو پھر زیادتی بھی طیب ہو جائے گی، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ نہیں، یہ کوئی شرط نہیں اور جمہور کا مطلب بھی یہی ہے کہ کوئی شرط نہیں۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ طیب نہیں، اس لیے کہ یہ ایسے ہی ہوا، جیسے کہ کسی نے سو روپے دے کر اس پر ایک سو بیس روپے لے لیے اور جمہور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہاں چونکہ ایک ہزار جن کو دے رہا ہے وہ اور پارٹی ہے اور جن سے لے رہا ہے وہ اور پارٹی ہے اور دونوں کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے اور عقد بھی دونوں جگہ پر مشروع ہیں تو اس واسطے اگر اس کو زیادہ نفع مل رہا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں تو یہاں صاحبین اور جمہورؒ کا مسلک اختیار کیا گیا ہے، یہ مطلب ہے کہ جائز ہے بمثل اجرت بھی اور باقل بھی اور باکثر بھی اور اجرتِ حالہ سے بھی اور اجرت مؤجلہ سے بھی، اس کو تاجیر من الباطن کہا جاتا ہے۔

ہاں اگر مالک نے یہ شرط لگا دی کہ تم کسی اور کو کرایہ پر نہیں دے سکو گے تو پھر اس کے لیے تاجیر من الباطن جائز نہیں ہوگا، یا یہ شرط لگا دی کہ دینا ہوگا تو پہلے مجھ سے اجازت لو، تو پھر اجازت کے بغیر دینا جائز نہیں ہوگا۔

4/3 يجوز للمستأجر إجارة العين الخ:

ایک شخص (الف) نے کوئی مکان کرایہ پر دیا دوسرے شخص (ب) کو، اب (ب) مدت اجارہ میں اس مکان کو الف کی طرف کرایہ پر دے دیتا ہے اور اس مکان کی اجرت کو کم کرے، برابر رکھے یا زیادہ کرے، اگر دونوں اجرتیں معجل ہیں تو یہ جائز ہے، مثال کے طور پر (الف) نے مکان (ب) کو کرایہ پر دیا ایک ہزار روپے میں، اب (ب) اسی مکان کو کرایہ پر دیتا ہے گویا تاجیر من الباطن کرتا ہے خود اسی مالک کو تو چاہے

facebook.com/masimfarooq

وہ اجرت برابر ہو یا کم ہو یا اکثر ہو، اگر یہ دونوں معجل اجرتیں ہیں تو کہتے ہیں کہ جائز ہے، لیکن اگر اس کے اوپر عقد عینہ مترتب ہو جائے، کیا معنی؟ کہ یا تو اجرت میں یا اجل میں تبدیلی ہو جائے مثلاً تبدیلی ہو جائے، پہلا اجارہ سو دینار حال پر ہوا تھا پھر مستاجر اسی موجر کو اجارہ پر دیتا ہے ایک سو دس مؤجل پر کہ میں تو تم کو ماہانہ سو روپے دیا کرتا تھا حالاً، اب تم مجھے ایک سو دس مؤجل دیا کرو یا اجارہ اولی ہوا ایک سو دس مؤجل پر پھر اجارہ ثانیہ ہو سو نقد پر، یا اجرت دونوں اجاروں میں ایک ہو، لیکن پہلے میں مؤجل تھی ایک مہینے کے لیے اور دوسرے میں دو مہینے کے لیے تو پھر یہ ناجائز ہوگا، کیونکہ اس صورت میں جو زیادتی ہے، وہ اجل کے مقابلہ میں آرہی ہے۔

خلاصہ: یہ نکلا کہ جب تک اجل میں فرق نہ ہو، یعنی اجل کے حساب سے فرق نہ ہو تو محض اجرت کے فرق کے ساتھ اسی کو دوبارہ لوٹانا اجرت میں جائز ہے، گویا اصل مالک اور اجیر من الباطن میں کوئی فرق نہیں، صرف فرق ایسا ہے کہ جس سے ترتبِ عینہ نہ ہو، یہ موقف ہے جو ہماری مجلس شرعی کے اکثر علماء نے اختیار کیا، مجھے اس سے اختلاف ہے۔

اول مجھے اس سے اختلاف ہے کہ ایک چیز اجرت پر جب ایک مرتبہ دے دی (منفعت دے دی) تو اب اسی موجر کو کرایہ پر دینا، یہ درحقیقت اجارے کا فسخ ہے، اس لیے اس بات کو کہنا کہ ہم نے اس کو دوبارہ کرایہ پر دے دیا، یہ درست نہ ہونا چاہئے، اگر ایسے ہی کرنا ہے تو فسخ کر دینا چاہئے، البتہ بعض جگہ اس کی ضرورت پیش آتی ہے مدتوں کے فرق میں کہ پہلا اجارہ دس سال کا تھا، بیچ میں مالک کو ضرورت پیش آگئی اس میں دو چار مہینے کے لئے کرایہ پر لے لیا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کرایہ پر لے بھی لیا تو زیادہ سے زیادہ یہ فسخ اجارہ ہوا اس مخصوص مدت کے لئے جس کے لئے وہ لینا چاہتے ہیں اجارہ پہلے دس سال کا تھا پانچ مہینے اس نے مستثنیٰ کر لیئے تو لہذا وہ اسی اجرت پر لینا چاہئے جو اجرت ان کے درمیان متعین ہوئی تھی اور زیادہ اور کمی میں نہ ہونا چاہئے یہ جائز ہے یہ بات میں محض اپنے قیاس سے کہہ رہا ہوں اس کے اوپر کوئی نص نہیں فقہائے کرام کی طرف سے کہ بعینہ اسی موجر کو واپس کرنا جائز نہیں، یہ مجھے ابھی تک ملی نہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ بعض فقہاء نے اس کو صراحتًا جائز کہا ہے اسی لئے اس میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

5/3 يجوز أن تقع الإجارة على موصوف في الذمة وصفا منضبطا، ولو لم يكن مملوكا للمؤجر (الإجارة الموصوفة على الذمة) حيث يتفق على تسليم العين الموصوفة في موعد سريان العقد، ويراعى في ذلك إمكان تملك المؤجر لها أو صنعها، ولا يشترط فيها تعجيل الأجرة ما لم تكن بلفظ السلم أو السلف. وإذا سلم المؤجر غير ما تم وصفه للمستأجر رفضه وطلب ما تتحقق فيه المواصفات.

یہ وہی بات ہے جو میں پہلے عرض کی تھی اور موصوف فی الذمہ یہ ایسا ہی ہے جیسا بیع میں سلم ہوتی

facebook.com/masimfarooq

ہے لیکن سلم کے اندر ضروری ہے کہ رأس المال پہلے دیا جائے تقدیم رأس المال سلم کی صحت کیلئے شرط ہے لیکن یہاں اجارۃ موصوفۃ فی الذمہ میں تقدیم اجرت شرط نہیں الا یہ وہ اجارہ سلم کے لفظ سے منعقد کیا جائے، یہ شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر سلم کے لفظ سے منعقد کیا گیا، تقدیم اجرت ضروری ہوگی لیکن اگر سلم کا لفظ استعمال نہیں کیا تو پھر اس صورت میں تقدیم اجرت ضروری نہیں، اسی واسطے یہ کہا مالم تکن بلفظ السلم او السلف۔

يجوز ان يكون محل الاجارة حصة من عين مملوكة علي الشيوع---الخ

یعنی مشاع کا اجارہ بھی صحیح ہے اور اس سے انتفاع مہایاۃ کے ذریعے ہوگا مہایاۃ کا مطلب یہ ہے کہ یا توزمانہ متعین کردیں کہ ایک دن میں استعمال کرونگا ایک دن آپ، یا مکانا متعین کردیں کہ آدھا حصہ میں استعمال کرونگا اور آدھا آپ۔

يجوز للعميل ان يشارك الموسسه---الخ

یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ موسسہ کسی عمیل کے ساتھ ملکر کوئی جائیداد خریدے اور وہ دونوں کے درمیان مشترک ہو مشاعاً، وہ عمیل کو کرایہ پر دیدے، یہ طریقہ بکثرت اختیار کیا جاتا ہے مشارکہ متناقصہ میں (home financing) یعنی مکان کی خریداری میں یعنی کوئی شخص مکان خریدنا چاہتا ہے مگر اس پاس پیسے نہیں ہے تو موسسہ نے مکان خرید لیا اسی فیصد اور عمیل نے بیس فیصد خرید لیا تو دونوں کے درمیان مشاع ہوگیا اسی فیصد موسسہ کا اور بیس فیصد عمیل کا، پھر موسہ نے اپنی اسی فیصد کو کرایہ پر دیدیا، بعض اوقات بکثرت یہ بھی ہوتا ہے کہ عمیل رفتہ رفتہ موسہ کا جو حصہ ہے اس کے کچھ کچھ مشاع حصے خریدتا جاتا ہے، پہلے بیس فیصد تھا پھر بائیس فیصد پھر چوبیس فیصد ہوگیا اور اس کا کرایہ بھی گھٹتا رہتا ہے اسی حساب سے یہاں تک کہ وہ سارا کہ سارا خرید کر مالک بن جاتا ہے، اس کو مشارکہ متناقصہ کہتے ہیں۔

يجوز للموسسة توكيل (حد عملاتهالان يشتري لحسابها)----الخ

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موسسہ اپنے عملاؤں میں سے کسی کو وکیل بنادے کہ تم میری نیابت میں فلاں فلاں چیزیں خریدتے رہنا اور خریدنے کا مقصود یہ ہو کہ وہ بالآخر عمیل کو کرایہ پر دے۔

4- إبرام عقد الإجارة وأحواله

اذا تاخر الموجر لتسليم العين عن موعد المحدد۔

یعنی اجارۃ شروع ہوگا اس وقت سے جب کہ عین تسلیم کردی گئی کو متاجر کو، بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ عقد تو ہوگیا لیکن تسلیم میں کچھ دیر لگ گئی، تو جتنا وقت لگ جائیگا اتنی اجرت لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کو اجرت سے کم کردیا جائیگا یا پھر اتنی ہی مدت آخر میں مدت اجارۃ کے بعد بڑھادی جائیگی۔

احوال عقد الاجارة:

facebook.com/masimfarooq

یجوز ابرام عقود الاجارۃ لفترات متغایرۃ۔۔۔الخ

یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اجارۃ کے ایک سے زیادی عقود متعدد متاجروں کیلئے ہوں اس طرح کہ دونوں عقد ایک مدت میں ایک عین پر جمع نہ ہوں مثلاً ایک گھر ہے اس گھر میں ہم نے اجارے کا عقد کر لیا زید کے ساتھ وہ جمادی الاولی کے مہینے میں اس گھر میں رہے گا اور یکم جمادی الثانی سے عمرو رہے گا اس کے ساتھ ایک دوسرا اجارۃ کر لیا اور یکم رجب سے خالد رہے گا اس کے ساتھ الگ اجارہ کر لیا مدتیں ہر ایک اجاریہ کی الگ الگ ہیں اور متاجرین بھی الگ الگ ہیں، عین ایک ہی ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس واسطے کہ جو جمادی الاولیٰ والا ہے اس کے ساتھ تو اجارۃ حالیہ ہو گیا اور جمادی الثانی یا رجب والا اس کے ساتھ تو مضافہ مستقبلہ ہو گیا پہلے گزر چکا ہے کہ اجارہ مضافہ الی المستقبل جائز ہے بشرطیکہ ایک عین پر ایک ہی زمانے میں دو اجارے الگ الگ وقع نہیں ہو سکتے، لیکن مدتوں کے اختلاف سے اگر ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں، اب جیسے ہوٹلوں کی بکنگ ہوتی ہے یا ہال وغیرہ بک کرائے جاتے ہیں اس میں یہی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی عین ہے لیکن اس کے اندر ایک تاریخ کو ایک آدمی، دوسری تاریخ کو دوسرا آدمی، تیسری تاریخ کو تیسرا آدمی، اس طریقے سے اجارے متعدد ہوتے رہتے ہیں، اس کو کہتے ہیں ترادف الاجارات۔ ترادف اس لئے کہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا آتا ہے، تتابع ہوتا ہے۔

و لیست متضامنۃ مع بعضھا:

تضامن کے معنی ہیں ایک زمانہ میں دو چیزوں کا ہونا، زمانوں میں مشترک ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ عقود اجارہ زمانے میں مشترک نہیں ہو سکتے کہ ایک ہی زمانے میں زید کے ساتھ بھی ہے اور عمرو کے ساتھ بھی ہے۔

اذا ابرم المؤجر عقد ایجار علی عین لمدۃ معینۃ الخ

پیچھے والی بات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ذرا سمجھ لو۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ساتھ کسی عین کے سلسلے میں عقد اجارہ ہو گیا۔ اب اس عین پر اسی مدت کے لئے دوسرے آدمی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات پیچھے بھی گزری تھی۔ آج کل ایک طریقہ ہوتا ہے جس کو ہیڈ لیز (Head Lease) کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص نے بڑی عمارت کرائے پر لے لی مؤجر سے، اور کرائے پر دینے کے بعد مالک (مؤجر) دوسرے لوگوں (زید، عمرو، بکر) کے پاس جا کر کہتا ہے کہ میں نے عمارت کرائے پر دی ہے الف کو اور الف مجھے ماہانہ اتنا کرایہ دیتا ہے تو تم ایسا کرو کہ تم مجھ سے اس عمارت کا ایک چوتھائی 1/4 کرائے پر لے لو۔ اور اس کے نتیجہ میں الف جو مجھے کرایہ دیتا رہے گا اس کا ایک چوتھائی 1/4 تمہیں ملتا رہے گا۔ پھر اسی طریقے سے عمرو کے پاس جا کر کہا کہ تم مجھ سے ایک چوتھائی 1/4 لے لو اس عمارت کا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ الف جو مجھے کرایہ ادا کر رہا ہے اس کا 1/4 تمہیں ملتا رہے گا۔ یہ ایک طریقہ ہوتا ہے اس کو کہتے

facebook.com/masimfarooq

ہیں ہیڈلیز۔اصل لیز تو کرر کھی ہے کسی اور کو (الف کو) لیکن اس کو کرنے کے بعد پھر اسی جائیداد کا کچھ حصہ وہ کسی اور کو کرائے پر دے دیتا ہے اور کچھ حصہ کسی اور کو کرائے پر دیتا ہے۔یہ ہیڈلیز کہلاتی ہے۔مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس عمارت کی خریداری کر کے، مثلاً ایک کروڑ کی خریداری کی تب جا کر میں نے اس کو الف کو کرائے پر دی۔اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک کروڑ روپے جو پھنس گئے اس کا کرایہ ملے گا آہستہ آہستہ، کافی عرصہ کے بعد اس کے پیسے وصول ہوں گے۔میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ایک کروڑ روپے جو میرے لگے ہیں، سارے کے سارے لگے نہ رہیں، کچھ مجھے واپس مل جائیں۔ تو اس واپس مل جانے کی غرض سے دوسروں کو کرائے پر دے دیتا ہوں۔اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تم مجھے اس طرح پیسے دے دو اور جو کرایہ ملتا رہے گا اس میں تم حصہ دار بن جانا۔تو یہاں کہنا یہ مقصود ہے کہ یہ طریقہ جائز نہیں۔کیوں؟

پہلی وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ الف کو اجارے پر دے دیا تو اس کی ساری منفعت الف کی طرف منتقل ہو گئی اب دوسرے کو کیا چیز کرائے پر دے رہا ہے۔اب اس کے پاس ملکیت عین رہ گئی۔ ملکیت انتفاع تو اس کے پاس ہے نہیں۔اور یہ عین بیچ نہیں رہا۔عین بیچتا تو ٹھیک تھا، لیکن عین نہیں بیچ رہا اس کے بجائے منفعت بیچ رہا ہے۔منفعت اس کے قبضہ میں ہے نہیں۔کیونکہ یہ مستاجر کو دے چکا، تو یہ ایک ایسی چیز منتقل کر رہا ہے مستاجر ثانی یا ثالث کی طرف جو خود اس کی ملکیت میں نہیں ہے۔

دوسری خرابی اصل میں یہ ہے کہ یہ سارا حیلہ ہے کس بات کا؟ کہ وہ جو اجرت ملنے والی ہے جو دین ہے مستاجر کے ذمہ میں اصل میں اس کو فروخت کر رہا ہے کہ مجھے جو اجرت ملے گی وہاں (مستاجر) سے اس کا کچھ حصہ دوسرے کو بیچ رہا ہے، تو یہ دین کی بیع ہے۔اور بیع الدین من غیر من علیہ الدین جائز نہیں۔ بالخصوص اگر اس میں دین کی مقدار میں بھی فرق ہو تو رہا ہے تو حقیقت میں اجرت دین دے رہا ہے۔

<u>ولا یمکن ادخال مستاجر جدید الخ</u>

اب نئے مستاجر کے ساتھ معاملہ نہیں ہو سکتا جب تک پہلے موجودہ مستاجر کے ساتھ عقد کو فسخ نہ کیا جائے۔لہٰذا یہ استثمار اموال کے لئے یہ طریقہ کار صحیح نہیں۔چونکہ اصل میں یہ دین اجرت کے بیع ہے چونکہ یہ نئے مستاجرین داخل کر رہی ہے ایسے اعیان میں جو پہلے سے موجر سے اجارے پر دیئے ہوئے ہیں۔ اس کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اس صورت پر جب کہ وہ موجر اجارے پر دینے کی بجائے اس عین کا کچھ حصہ دوسرے کو فروخت کرے تو یہ جائز ہے۔کیونکہ رقبہ کی عین اس کی ملکیت نہیں ہے۔تو وہ اس کو دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔تاکہ مستثمر اس کی جگہ پر آجائے۔یعنی وہ موجر بن جائے۔اور پھر وہ اجرت حاصل کرے، چاہے وہ جزوی طور پر اس کا قائم مقام بن جائے، یا تو پورے کل کا مالک ہو جائے، یا بعض عین کا یعنی یہ تو جائز نہیں ہے، کہ وہ جا کر دوسرے سے کہے کہ میں تم کو کرائے پر دیتا ہوں لیکن یہ کہہ سکتا ہے کہ تم اس کا ربع مجھ سے خرید لو، اس کا سدس مجھ سے خرید لو۔

facebook.com/masimfarooq

نقد پذیری: منجمد رقم کا نقد میں تبدیل ہو جانا اس کو اصطلاح میں کہتے ہیں نقد پذیری اور عربی میں کہتے ہیں سیولۃ کہ جلدی سے سیولت میں تبدیل ہو جانے کی صلاحیت انگریزی liquidit کہا جاتا ہے تو اس کا طریقہ سودی بازار میں یہ رکھا گیا ہے کہ لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ سود پر قرضے دو ہم تمہیں سود دینگے اور ساتھ میں ہم تمہیں ایک سرٹیفیکیٹ یا بانڈ (bond) بھی لکھ کر دے دینگے کہ ہمارے ذمہ اس کا اتنا قرض ہے اور اس پر ہم اتنی شرح سے سود ادا کرنے پابند ہیں، اس سرٹیفیکیٹ سے پہلا مقصد تو حاصل ہو گیا کہ انوسمنٹ حاصل ہوا اور اب دوسرا مقصد کہ جب چاہیں اس کا قرض واپس لے لیں اور واپس لے کر اس کو نقد میں تبدیل کر لیں تو اس کے لئے بازار قائم ہوا جس کو السوق المالیۃ (financial market) کہتے ہیں جس کی (secondry market) السوق الثانویۃ کی اصل مارکیٹ تو اس بانڈ کی یہ تھی کہ جو اصل دائن اور اصل مدین کے درمیان معاملہ ہے وہ ہے السوق المبتدیۃ لیکن جب دائن کے پاس وہ بانڈ آ گیا تو وہ یہ چاہتا ہے کہ میں جب چاہوں اس کو نقد میں تبدیل کر لوں تو اس بانڈ کو مارکیٹنگ بازار (stock exchange) میں بھی جا کر فروخت کر سکتا ہے، بینکوں کو فروخت کر سکتا ہے وہ بینک اور خریدنے والا یہ دیکھتا ہے کہ یہ کتنے کا ہے؟ مثلاً وہ ہزار روپے کا ہے اور اس پر شرحِ سود دس فیصد ہے اور یہ کب واجب الاداء ہوتی ہے تو آج اگر میں خرید رہا ہوں تو مجھے کتنی مدت کے بعد کتنے روپے ملینگے اس حساب سے وہ اس کی قیمت لگاتا ہے کہ جس میں میں اتنی قیمت میں خریدوں کہ اس کے نتیجے میں میں ڈیڑھ مہینے کے بعد جب یہ مجھے ملینگے تو اس وقت مجھے اپنے اس رقم پر کچھ منافع مل جائے تو جو آدمی بانڈ بیچ رہا ہے وہ اس غرض سے بیچ رہا ہے کہ جو میں نے استثمار کیا تھا وہ بینک میں نے کیا تھا لیکن اب تک میں نے اس کا جتنا فائدہ اٹھانا تھا اٹھا لیا ہے اب مجھے نقد کی ضرورت ہے میں جا کر اس کو بازار میں بیچ دوں تو مجھے پیسے کم ملینگے لیکن نقد حاصل ہو جائے گا اور جو خریدنے والا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ میری اتنی مدت کے لئے انوسمنٹ کا راستہ نکل آیا ڈیڑھ مہینے کے بعد مجھے اتنا نفع مل جائے گا اس کو کہتے ہیں السوق الثانویۃ یہاں اجارہ کے اندر بھی ایک آدمی نے ایک کروڑ روپے کی انوسمنٹ کر دی لیکن وہ چاہتا ہے کہ میں کسی طرح اس سے نکلوں اور مجھے نقد رقم ملے وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اپنا یہ استثمار دس لاکھ کی حد تک رکھوں اور نوے لاکھ مجھے واپس مل جائے تو ایسی صورت میں وہ head lease کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس کو کرائے پر دینا تو ناجائز ہے لیکن اگر ملکیت بیچ دے تو ناجائز ہے اگر کہہ دے کہ نوے فیصد کی ملکیت بیچتا ہوں اور لوگ مجھ سے خرید لیں تو جائز ہے سیکنڈری مارکیٹ استثمار کی ایک ضرورت ہوتی ہے بلکہ وہ اگر نکلنا چاہے تو اس کو کچھ موقع ہونا چاہئے تو سیکنڈری مارکیٹ (السوق الثانویۃ) کے لئے ہم نے اسی کے اندر یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ جو اصل مالک ہے وہ کرائے پر دینے کی بجائے اپنی اس بلڈنگ کے مختلف یونٹ یا حصصِ شائعہ کو فروخت کر دے مثلاً ایک کروڑ روپے کی بلڈنگ ہے تو اس کو ایک ہزار حصوں پر تقسیم کر دے اور ہر حصے کے مقابلے میں ایک سرٹیفیکیٹ بنا دے اس کا نام ہم نے رکھا

facebook.com/masimfarooq

الصک اور اسی کی جمع صکوک ہے اور اس کا نام صکوک الِاجارۃ کیا معنٰی ؟ کہ میں نے ایک ہزار صکوک بازار میں فروخت کر دیئے کہ میرے پاس ایک بلڈنگ ہے اور اس کے میں نے ایک ہزار حصے کیئے ہیں اور اس کا ہر حصہ سو روپے کا ہے تو وہ صک بنا کر سو روپے میں بیچ دیا اب اس میں ایک ہزار حصہ دار ہو گئے ایک ہزار حصہ ہونے کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے کہ جو اجرت آئے گی وہ حملۃ الصکوک کے پاس اسی تناسب سے جائے گی۔آخر میں اگر بلڈنگ بکے گی تو اس کی ملکیت میں اور نفع میں بھی یہ سب لوگ شریک ہونگے اب چونکہ وہ صکوک بن گئے تو اب حاملِ چیک کو وہ دونوں سہولتیں حاصل ہو گئیں اگر چاہتا کہ استثمار رہے تو اس کو اپنے پاس رکھے اور رکھ کر اجارہ کی اجرت وصول کرتا رہے اور اس کے منافع حاصل کرتا رہے لیکن اگر وہ چاہتا ہے کہ مجھے نقد مل جائے اور میں اس سے نکلوں تو وہ اس صک کو فروخت کر دے صک کو فروخت کرنے کے یہ معنٰی ہونگے کہ حصۂ شائعہ جو ملکیتِ عین کے اندر ہے وہ فروخت کر دیا اور جو بھی اسے خریدے گا وہ اس کا مالک بن جائے گا تو اس طرح یہ بانڈ کی مارکیٹ کے بجائے یہ صکوک کی مارکیٹ بازار میں اس طرح چل سکتی ہے اور اس سے اس طرح مقصد حاصل ہو سکتا ہے ،اور ہم نے کئی جگہ اس کا عملی تجربہ کیا اور صکوک عملًا بنائے اور فروخت کروایئے ،اس سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوا ،صکوک الاجارہ کے جواز کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ صک واقعۃً ملکیت شائعہ کی نمائندگی کرے نہ کہ محض اجرت کے استحقاق کی ،کیونکہ مارکیٹ (سودی مارکیٹ) کے اندر جو بات چلی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اجرت کرایہ کی بیچ رہے ہیں ،عین کی طرف توجہ نہیں ہوتی ،اور یہی گڑھ بڑھ پیدا ہوتی ہے لہذا اس بات لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ صک نمائندگی کرے ملکیت شائعہ من العین کی ،اور صک میں صرف نیت کافی نہیں ،اور صک خود ظاہر کرنا چاہیے کہ یہ ملکیت ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر اجارہ کسی وجہ سے ختم ہو گیا تو اجارہ تو ختم ہو جائیگا لیکن عین میں ملکت باقی رہے گی جب عین بکے گا تو اس میں اس کا حصہ بھی ہوگا ،بخلاف کرایہ کے کہ اگر وہ کہے کہ صرف کرایہ کا حق ہے حامل کو ،تو اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ اگر عقد ختم ہو گیا تو یا تو اس کا کرایہ جاتا رہا یا پھر یہ ہوگا کہ جس نے صک لکھ کر دیا ہے ،گویا وہ اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ چاہے مجھے کرایہ ملے یا نہ ملے ،میں تمہیں دونگا ،یہ سب حرام ہے ، ایک اور عقد کا ذکر ہے جس کا آگے بند میں ذکر ہے

<u>یجوز ان تتوارد عقود الاجارۃ لعدۃ اشخاص---الخ</u>

گویا کہ جس کو کہتے ہیں time sharing اور آج کل بہت کثرت سے یہ عقد جاری ہے مغربی ملکوں میں تو بہت زیادہ لیکن اسلامی ملکوں میں آگیا اس کا حاصل یہ ہوتا ہے ،کہ عام طور سے سیاحت کے مقامات پر یہ ہوتا ہے ،ایسی جگہ جہاں سیاح جاتے ہیں تفریح وغیرہ کیلئے ،وہاں کچھ فلیٹ وغیرہ ہوتے ہیں وہ مثلاً کسی ایک کی ملکیت ہیں وہ لوگوں سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ سال کے مثلاً اڑتالیس ہفتے ہیں مالک کہتا ہے کہ میں یہ اڑتالیس ہفتے اڑتالیس آدمیوں کو فروخت کرنا چاہتا ہوں جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اڑتالیس آدمیوں سے

facebook.com/masimfarooq

یہ معاملہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک اس فلیٹ کا ہفتہ بھر تک مالک رہے گا، اگر یہ ہفتے متعین ہو جائیں، تب بھی کوئی اشکال کی بات نہیں، ترادف والا معاملہ ہوگا، لیکن عام طور سے time sharing میں ہفتے متعین نہیں ہوتے، مثلاً میں نے ایک ہفتہ خریدا، تو میں اس بات کا حقدار ہوں کہ سال میں کسی بھی وقت ایک ہفتہ کیلئے اس کی اس منفعت اپنی ملک میں لاؤں اور عقد میں وہ ہفتہ متعین نہیں ہے لیکن اس کے کچھ قواعد ہیں، وہ یہ ہیں کہ جب مجھے ضرورت ہوگی، تو میں انتظامیہ کو لکھ دوں گا کہ مجھے فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک درکار ہے اگر اس تاریخ میں کسی اور نے بکنگ نہیں کرائی ہوئی ہو تو میں لے لونگا، لیکن اگر پہلے کوئی بکنگ کرا چکا ہے تو مجھے اطلاع مل جائیگی کہ صاحب اس تاریخ میں مکان پہلے سے بُک ہے، تو میں پھر دوسری تاریخ دونگا، مگر وہ اگر بُک نہیں ہے تو مل جائیگی اگر بک ہے تو وہ بھی نہیں ملے گی، پھر ہمیں تیسری بار۔۔۔ یہاں تک کہ بالآخر تعیین ہو جائیگا کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے ہفتے بک ہو جائیں، کیونکہ ایک ہفتہ تو میرا ہے ہی کوئی دوسرا اس کو بک نہیں کرا سکتا، لہذا کہیں نہ کہیں میں جاکر فٹ تو ہو جاؤنگا لیکن کونسا ہفتہ کس کے پاس ہے اس میں اولیت کی بنیاد پر فیصلہ ہوتا ہے، اور اسکی بنیاد پر بکنگ کی جاتی ہے، اور اس کے قواعد بھی ہیں، یہ time sharing کہلاتا ہے، جب میں نے ایک ہفتہ متعین کر لیا کہ مثلاً یکم جولائی سے آٹھ جولائی تک میرا ہوگا ابھی اس ہفتہ میں میں چاہوں تو خود جاکر رہوں، چاہوں تو کسی اور سے کہوں کہ جاکر وہاں رہ، اور مجھے اس کا کرایہ دے، چنانچہ جو بڑے بڑے سیاحتی مقامات ہیں ان میں یہ معاملہ ہوتا ہے، اور لوگ اس کو کئی کئی ہفتے لے لیتے ہیں اور یہ کہتے کہ اگر ہمیں جانا ہوا تو چلے جائیں گے، ورنہ اسی کو انتظامیہ اپنا وکیل بنا دیتے ہیں کہ جو کوئی تمہارے پاس رہنے کیلئے آئے تو ہمارا یہ فلیٹ ایک ہفتہ کیلئے کرایہ پر دینا اور اس کا کرایہ ہم لیں گے، اور عام طور سے جو ٹائم شیر نگ لینے والے لوگ ہیں ان کو بحیثیت مجموعی کم اجرت پر مل جاتا ہے، عین وقت پر اگر کوئی جاکر فلیٹ بک کرانا چاہا کہ میں اپنے بچوں کو لے کر چلا کہ لاؤ کتنے میں ہے تو وہ مہنگا ہوگا اور جس نے ٹائم شیر نگ کے ذریعہ لے رکھا ہے اس نے سستے داموں لیا ہوگا، لہذا وہ اگر کسی اور کو دے گا تو مزید منافع اس کو ہوتا رہے گا، اس کو ٹائم شئیر نگ کہا جاتا ہے، یہ کہہ رہے ہیں کہ یجوز ان تتوارد۔۔۔ الخ کہ مدت تو متعین ہے یعنی ایک ہفتہ، لیکن تعیین اس مدت کی نہیں ہے، لیکن جب اپنے حق کو استعمال کرے گا تب وقت مخصوص ہوگا اور یہ تعیین معلوم قواعد کے مطابق ہوگی، یعنی بظاہر اس میں اشکال ہو سکتا ہے کہ بھئی اس میں مدت اجارہ کی جہالت ہے لیکن یہ جہالت مفضی الی النزاع نہیں ہوتی، کیونکہ قواعد مقرر ہیں کہ جو بھی پہلے آئیگا پہلے لے لے گا، اسی طریقہ سے اور بھی قواعد ہیں، اور وہ سب کی رضامندی اور اشتراک سے طے کیے جاتے ہیں اس لئے اس میں جہال مفضی الی النزاع نہیں ہوتی، وہذہ الحالۃ من صور المہایاۃ۔۔۔ الخ ہ در حقیقت یوں ہے کہ کہ جتنے آدمی ہیں یعنی اڑتالیس انہوں نے مشترک طور پر اس کو کرایہ پر لیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے درمیان انتفاع کس طرح پر ہو، مہایاۃ زمنیہ طے کر لیا کہ جو پہلا

facebook.com/masimfarooq

ہفتہ بتادے گا وہ اس کا ہو جائیگا تو یہ مہایاۃ زمنیہ کی صورتوں میں سے ہے، انتفاع کے استیفاء کے سلسلے میں، اور اس کا انگریزی نام time sharing ہے۔

4/2/4 يجوز للمستأجر تشريك آخرين معه فيما ملكه من منافع بتمليكهم حصصا فيها قبل إيجارها من الباطن، فيصبحون معه شركاء في منفعة العين المستأجرة. وفي حال تأجيرهم للعين من الباطن يستحق كل شريك حصة من الأجرة بقدر مشاركته.

اس میں یہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک اجارہ کا عقد ہوا موجر اور مستاجر کے درمیان کسی بڑی بلڈ نگ کا، اور وہ مستاجر نے کرایہ پر لے لیا، اور اس کے منافع کا مالک ہو گیا، وہ کہتا ہے کہ اس کا سارا کرایہ مجھے ہی ادا کرنا پڑے گا لہذا کوئی دوسرا بھی میرے ساتھ کرایہ ادا کرنے میں شریک ہو جائے تو وہ یہ کر سکتا ہے، تو جس منفعت کو اس نے اجارہ کے ذریعہ حاصل کیا ہے اس میں دوسرے کو بھی شامل کر سکتا ہے، اور ان سے کہے کہ تم بھی میرے ساتھ حصص شائعہ کرایہ دار بن جاؤ، پھر ہم اس پوری بلڈ نگ کو دوسرے مستاجرین کو کرایہ پر دیں گے اس کا ایک ایک فلیٹ، آپ لوگ اس کرایہ کے حصول میں میرے حصہ دار بنیں گے گویا یہ بھی تمویل کا ایک طریقہ ہے کہ اس نے پوری بلڈ نگ کرایہ پر لی، لیکن چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کے کرایہ کی دائیگی میں حصہ دار بنیں، ظاہر ہے کہ کرایہ کی ادائیگی میں حصہ دار بنیں گے تو پھر اس منفعت میں شریک ہو جائیں گے۔ اور جب منفعت میں شریک ہونگے تو کسی اور کو جب کرایہ پر دیا جائیگا تو اس کرایہ کے حصہ رسدی میں وہ بھی مستحق ہونگے، لیکن بلڈ نگ کے مختلف فلیٹوں کو کرایہ پر دینے سے پہلے یہ کام کرنا ضروری ہے کہ اگر بلڈ نگ لے کر اور مختلف لوگوں کو پہلے سے کرایہ پر دیدی، تو اب یہ دوسروں کو شریک نہیں کر سکتا، کیوں؟ اس لئے کہ اس کے پاس منفعت تھی، اور منفعت اس نے مستاجر من الباطن کو دیدی ہے، دوسروں کو اس لئے نہیں دے سکتا، کہ اب نہ اس کے پاس رقبہ ہے نہ ملکیت، اب اسے صرف یہ حق حاصل ہے کہ مستاجرین سے کرایہ وصول کرے اور اپنے موجر کو کرایہ دے اور بس، اور جو نفع ہے وہ بیچ میں رکھے، اب دوسرے لوگوں کو اگر بیچ میں شامل کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو کرایہ چل رہا ہے وہ اس کو فروخت کر رہا ہے یہ دین کی بیع ہو گی جو جائز نہیں ہے، لہذا ضروری ہے کہ یہ کام اگر کرنا ہے تو کب کرے؟ یہ اجارہ من الباطن سے پہلے پہلے ہو،

یہ کہنا ہے کہ یجوز للمستاجر التشریک ۔۔۔ کہ جن منافع کا وہ مالک بنا ہے اس میں دوسرے افراد کو مستاجر کیلئے شریک کرنا جائز ہے کہ ان کو مالک بنادے اس منفعت کے مختلف حصوں کا، اور یہ کام ذیلی اجارہ کرنے سے پہلے کرے، دوسروں کو کرایہ پر دینے سے پہلے، اب یہ جو نئے شرکاء ہیں یہ اس عین موجرہ کی منفعت میں شریک بن جائیں گے، اور جب وہ اس عین کو دوسروں کو کرایہ پر دیں گے تو اس سے اجرۃ حاصل ہو گی اجارہ باطنہ سے اس کا ہر ایک شریک حصہ دار ہو گا، اور یہ جو شرط لگائی کہ اجارہ من الباطن سے پہلے پہلے

facebook.com/masimfarooq

ہو یہ اس لئے ہے کہ باطن کو جب کرایہ پر دے گا تو منفعت اس کی ملکیت سے نکل جائیگی تو گویا وہ ایسی چیز کو کرایہ پر دینے والا ہو گا جس کا مالک وہ نہیں ہے۔

احکام المنفعة والعین الموجرة : یہ بات تو ظاہر ہے کہ کسی حرام کام کیلئے اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے، البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ چیز جو کرایہ پر دی جارہی ہے وہ خاص طور پر حرام کام ہی کیلئے تیار کی گئی ہے جیسے ایک عمارت بنائی گئی ہے اس کا نقشہ اسی حساب کیلئے کہ وہ بینک ہی کے کام آئے اور کسی کام میں نہ آئے تب تو یہ حرام ہے اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے، لیکن اگر وہ ڈیزائن عمارت کا ایسا ہے کہ وہ ہر کام کیلئے استعمال ہو سکتی ہے تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں مکروہ ہے یعنی حرام نہیں مکروہ کہا جائیگا، جب کہ وہ عمارت کسی دوسرے کام میں بھی استعمال ہو سکتی ہے، لیکن بینک اس کو اپنے مقصد میں استعمال کر رہا ہے ناجائز کام میں تو ایسی صورت میں کرایہ پر دینا مکروہ ہے۔

یہ مسئلہ کہ اعانت علی الحرام یا اعانت علی المعصیۃ کا ہے اسکے کتنے درجات ہیں اور یہ کب جائز اور کب ناجائز اور حرام ہیں یہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا رسالہ ''الاہانة فی معنی التسبب والاعانة'' جو جواہر الفقہ میں ہے اس میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

3/1/5 يجوز أن تعقد إجارة على مسكن أو معدات ولو لغير مسلم إذا كان الغرض المعقود له حلالا؛ كالبيت للسكنى، والسيارة للتنقل أو النقل، والحاسوب لتخزين المعلومات، إلا إذا علم المؤجر أو غلب ظنه أن العين المؤجرة تستخدم في محرم.

رہائش یعنی اگر حلال کام کیلئے غیر مسلم کی بھی دینا ہو تو دے سکتے ہیں، یہ جو شبہ ہے کہ اگر ہم غیر مسلموں کو دیں گے تو یہ لوگ وہاں بیٹھ کر شراب پیں گے تو یہ اعانت علی المعصیۃ ہوئی کہ نہیں؟ اور یہ جائز ہو گا کہ نہیں ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اس وجہ سے اجارہ پر دینا حرام نہیں ہو گا کیونکہ منفعت مقصودہ رہائش ہے، اب رہائش کے دوران وہ وہاں کیا کرتا اس کا ذمہ دار وہ خود ہے ہے موجر اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

5/1/5 لا يجوز للمؤجر أن يشترط براءته من عيوب العين المؤجرة التي تخل بالانتفاع،

موجر کیلئے براءۃ من العیوب کی شرط لگانا اجارہ میں جائز نہیں ہے، بیع میں یہ شرط لگائی جاسکتی ہے مفتی بہ قول کے مطابق، یعنی بائع یہ کہہ سکتا ہے کہ تم اچھی طرح دیکھ بال کر لو، جیسا بھی ہے دیکھ لو اگر اسمیں کوئی عیب نکل آیا تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہونگا یہ بیع ہوئی اس کو کہتے ہیں as is where is جیسی کیسی بھی ہے اور جہاں بھی ہے اس کے حساب سے بیع کر رہا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں اس کے اندر جو عیوب و نقائص ہیں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں، تو بیع میں ہو سکتا ہے، اجارہ میں براءۃ من العیوب کا اظہار نہیں کیا جاسکتا جو انتفاع سے مانع ہو جائیں وجہ ظاہر کہ بیع میں رقبہ کی اور عین کی بیع ہوتی ہے، تو اگر اس میں اوصاف کی کمی تو

facebook.com/masimfarooq

پھر بھی عین تو برقرار ہے بیع درست ہو گی لیکن اجارہ میں عقد منفعت پر ہوتا ہے لہذا اگر موجر یہ کہے کہ ایسے عیب سے میں بری ہوں جو منفعت کے حصول سے مانع ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دے کیا رہا ہے ؟ کچھ بھی نہیں، تو اس لئے براءۃ من العیوب جائز نہیں، اجارہ میں۔ لیکن عیوب میں یہ شرط ہے کہ وہ انتفاع میں خلل انداز ہوں، جو خلل انداز نہ ہوں ان کے ہوتے ہوئے انتفاع ہو سکتا ہے تو ان سے براءۃ ہو سکتی ہے۔

أو أن يشترط عدم مسئوليته عما يطرأ على العين من خلل يؤثر في المنفعة المقصودة من الإجارة سواء أكان بفعله أم بسبب خارج عن إرادته.

اسی طرح یہ شرط بھی نہیں لگا سکتا، کہ عین پر جو خلل واقع ہو گا وہ اس کا وہ ذمہ دار نہیں ہو گا، جو کہ منفعت مقصودہ من الاجارہ میں مؤثر ہو، چاہے وہ اس کے فعل سے ہے یا کسی خارجی سبب سے ہو، کیونکہ مقصود اجارہ میں منفعت ہوتا ہے، یہ قید خاص طور پر اسلئے لگائی کہ یہ جو فائنانشل لیزز ہوتے ہیں ان میں اکثر یہ شرط لگا دیتے ہیں، کہ میں یعنی موجر شرط سے بری ہوں تو یہ صحیح نہیں، ہاں البتہ یہ کہ سکتے ہیں کہ متاجر اس کو اچھی دیکھ بال کرنے کے بعد یہ کہ دے کہ میں نے اپنا مکمل اطمینان کر لیا ہے کہ یہ میرے مقصد کیلئے عین درست ہے اور اس میں انتفاع سے کوئی مانع نہیں پایا جارہا اس واسطے میں بعد میں کسی عیب کی وجہ سے مطالبہ نہیں کرونگا یہ کہ دے تو بات ٹھیک ہے۔ لیکن موجر براءۃ کا اظہار کرے کہ میں ہر عیب سے بری ہوں تو یہ درست نہیں ہے۔

6/1/5 إذا فاتت المنفعة كليا أو جزئيا بتعدي المستأجر مع بقاء العين، فإنه يضمن إعادة المنفعة أو إصلاحها، ولا تسقط الأجرة عن مدة فوات المنفعة.

منفعت اگر متاجر کی تعدی سے کلی یا جزئی طور پر فوت ہو جائے جبکہ عین باقی ہے تو ہو ضامن ہے کہ اس منفعت کو دوبارہ لائے اس کی مرمت کرے وغیرہ، اور جتنے دن منفعت فوت رہی اس کی اجرت بھی ساقط نہیں ہو گی، اس لئے کہ یہ فعل متاجر سے ہوا ہے۔

7/1/5 لا يجوز أن يشترط المؤجر على المستأجر الصيانة الأساسية للعين التي يتوقف عليها بقاء المنفعة. ويجوز توكيل المؤجر للمستأجر بإجراءات الصيانة على حساب المؤجر. وعلى المستأجر الصيانة التشغيلية أو الدورية (العادية).

یہاں یہ مسئلہ بیان کیا ہے صیانۃ کا انگریزی میں mentinence اور عربی میں صیانۃ اور اردو میں کوئی لفظ نہیں ہے یعنی اس کی دیکھ بال کر سکتے ہو، کہ جس کے ذریعہ مرمت وغیرہ کروانا مثلاً کوئی مکان ہے اس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ہے اس میں درستگی کروانا، اس کی صفائی وغیرہ، اگر کار ہے تو اس کی سروس وغیرہ یہ سب چیزیں صیانۃ کہلاتی ہیں، اب یہ سمجھ لو کہ صیانۃ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ صیانۃ تشغیلیہ ، ۲۔ صیانۃ اساسیۃ

facebook.com/masimfarooq

صیانۃ تشغیلیہ یہ ہے کہ جو ٹوٹ پھوٹ عمل کے دوران چھوٹی موٹی ہوتی رہتی ہے مثلاً کار ہے تو اس میں کچھ عرصہ بعد پٹرول چینج کرنے کی، سروس کرانے کی، کوئی چھوٹا موٹا پرزہ بدلنے کی ضرورت پیش آتی ہے، یعنی یہ ایک معمول میں داخل ہے کہ جو شخص اس کو استعمال کرتا ہے وہ یہ بدلتا بھی ہے یہ کہلاتی ہے صیانۃ تشغیلیہ، تشغیل کسی چیز کو کسی کام میں استعمال کرنے کو کہا جاتا ہے تو استعمال کے دوران یہ صیانت واقع ہوتی رہتی ہے، تو موجر اجارے میں یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اس عین موجرہ کی صیانت تشغیلیہ متاجر کے ذمہ ہو گی، یعنی مثلاً کار کرائے پر دی ہے اور اس میں یہ شرط لگا دی کہ اس کی سروس تم کراؤ گے اور اس کا آئل اگر چینج کرنا ہو تو وہ بھی تم کراؤ گے، اگر چھوٹے موٹے پرزے بدلنے ہوں تو وہ بھی تم ہی تبدیل کراؤ گے تو یہ شرط موجر لگا سکتا ہے، جہاں تک صیانت اساسیہ کا تعلق ہے، یعنی اس عین کے وہ اجزاء جو انتفاع میں مؤثر ہیں کہ اس کے بغیر انتفاع نہیں ہو سکتا تو ان اجزاء کی تبدیلی بوقت ضرورت یا تبدیلی مؤجر کی ذمہ داری ہے، مؤجر اس کو متاجر کے ذمہ نہیں لگا سکتا، کیوں؟ اس لیے کہ اس نے متاجر کو کیا چیز دی ہے؟ عین کی منفعت دی ہے تو اب منفعت کا مسلسل مدت اجارہ میں فراہم کئے رہنا، یہ موجر کی ذمہ داری ہے، تو اگر اس عین میں ایسی ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ہے کہ جس کے نتیجہ میں منفعت باقی نہیں رہی تو اب یہ ذمہ داری موجر کی ہے کہ اس کی مرمت کرا کے متاجر کو دے تو صیانت اساسیہ کی شرط موجر نہیں لگا سکتا، یہ بھی ایک بہت بڑا فرق ہے جو عام طور سے آج کل ہوتی ہے، اور اسلامی اجارہ میں اس میں یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ بس ہم نے آپ کو دیدیا ہے، اب سب کچھ آپ کو کرنا ہے، کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ہو، چھوٹی یا بڑی ہو، پرزہ بدلنا ہو، سپئیر پارٹس لینے ہوں، کچھ بھی کرنا ہو، سب کچھ آپ کو کرنا ہو گا تو آج کل جو تمویلی اجارے ہوتے ہیں ان کے اندر یہی ہوتا ہے، لیکن شرعی طریقے پر اجارہ کیا جائے گا تو اس میں یہ شرائط نہیں لگائی جا سکتیں، البتہ یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات (خاص کر جو بینکوں کے اندر اجارے ہوتے ہیں، ان کے اندر) یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ بینک نے جو چیزیں اجارے پر دی ہیں، وہ ایک خاص تخصص چاہتی ہے مہارت کا اور بینک والے اس شعبہ سے واقف نہیں ہوتے، تو اگر وہ خود اس کی مرمت کروائیں یا اس کی صیانت کروائیں تو ان کو اس کا پتہ نہیں ہے یا اس کی صحیح نگرانی نہیں کر سکتے کہ وہ صحیح کام کر رہا ہے یا نہیں کر رہا، لہذا ایسی صورت میں دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی اجازت ہے، وہ یہ کہ موجر متاجر سے یہ کہے کہ یہ چیز ایسی ہے کہ اس کی فنی باریکیاں ہیں، وہ آپ ذرا بہتر سمجھتے ہیں، لہذا اگر کسی صیانت کی ضرورت پیش آئے یا مرمت کی ضرورت پیش آئے تو وہ آپ ہی کروائیں، لیکن پیسے ہم دیں گے تو اس کو کرانے کا وکیل بنا دے اور کہے کہ جو کچھ خرچہ ہو گا وہ میں دوں گا تو یہ کرنا ممکن ہے، یہ مقصد ہے کہنے کا،

یہ کہتے ہیں کہ لا یجوز ان یشترط الموجر علی المستاجر الی آخرہ وہ صیانت اساسیہ جس پر منفعت کی بقا موقوف ہے وہ شرط لگانا جائز نہیں ہے ویجوز توکیل الموجر المستاجر ہاں! البتہ موجر متاجر کو وکیل

facebook.com/masimfarooq

بنا سکتا ہے کہ صیانت کے اجراءات کا موجر کے خرچہ پر ہو اور جائز ہے کہ موجر مستاجر پر شرط لگائے کہ وہ تشغیلی صیانت یا دوری (دوری کا مطلب ہے کہ جو کام وقفہ وقفہ سے کیے جائیں، جیسے سروس) کو انجام دے۔

العين المؤجرة تكون على ضمان المؤجر

یہ دوسرا مسئلہ ہے انشورنس کا، عام طور سے لیز نگ میں یہ ہوتا ہے کہ موجر جب اجارہ پر دیتا ہے تو اس بیمہ بھی کراتا ہے، کار ہے، کوئی پلانٹ ہے، فیکٹری کی مشین ہے یا مکان ہے تو ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم ان کو انشورنس کرائیں، اگر یہ ہلاک ہو جائیں تو ہمارا نقصان نہ ہو تو آج کل اجارہ میں جو طریقہ کار چلا ہوا ہے، یعنی تمویلی اجارہ میں سودی بینکرز اور لیز نگ کمپنی جو کرتی ہیں ان کے اندر وہ لازمی طور پر یہ کہتے ہیں کہ انشورنس کی ذمہ داری مستاجر کی ہے اور یہ ذمہ داری اس پر ڈال دیتے ہیں کہ تم لازماً انشورنس کراؤ اپنے خرچہ پر کراؤ اور ہماری منفعت کے لیے کرو، یعنی پریمیر تم ادا کرو، انشورنس کے پیسے تم خرچ کرو، اور اگر وہ عین کبھی ہلاک ہو گیا تو اس انشورنس کی منفعت ہمیں ملے گی، یا اس کا کوئی خاص طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب ہلاک ہو گیا تو کمپنی نے پیسے دیئے تو ہمارا جو اپنا حساب کتاب ہے، یعنی وہ پیسے جو ہم لگائے ہیں وہ ہمیں مل جائیں اور اس کے اوپر سود کے حساب سے جو شرح بنتی ہے وہ منافع کی مل جائے، اس کے بعد ہمیں کوئی غرض نہیں، باقی تمہیں دیدیں گے، یوں کرتے ہیں تو شرعی اجارے کے اندر یہ ذمہ داری مستاجر کے اوپر نہیں ڈالی جا سکتی، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ عین موجرہ پوری مدت اجارہ میں اس میں ضمان موجر کا ہے کہ ہلاک ہو جائے تو نقصان موجر کا ہے اور اسی ضمان کے نتیجہ میں وہ اجرت اس کے لیے حلال ہو رہی ہے، کیونکہ ملکیت اس موجر کی ہے اور ضمان ملکیت سے متعلق ہوتا ہے تو اس واسطے وہ موجر کے ضمان میں ہے اور یہاں جو تقلیدی اجارے ہیں، یعنی جو سودی لیز نگ ہوتے ہیں اس کے اندر وہ موجر کی ملکیت تو مانتے ہیں، لیکن موجر کا ضمان نہیں مانتے، ملکیت تو ہماری ہو گی لازماً اور اجارے پر جب دیں گے تو تم تختی لگاؤ گے کہ یہ ملکیت فلاں بینک کی ہے، لیکن اگر ہلاک ہو گا تو نقصان ہمارا نہیں ہو گا، بلکہ تمہارا ہو گا، لہذا انشورنس بھی تم ہی نے کرانا ہو گا، یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ ضمان لازمی ہے کہ ملکیت کے ساتھ متعلق ہو اور موجر اس ضمان کو قبول کرے، پہلی بات اس ضمان کو قبول کرنے کا ایک حصہ یہ ہے کہ اگر وہ تامین (انشورنس) کراتا ہے تو وہ اپنے خرچہ پر کرائے، وہ ایک الگ معاملہ ہے اگر کوئی شرعی تامین موجود ہے تو اس کے ذریعے اگر کراتا ہے اور اس میں جو کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ خرچ خود کرے مستاجر پر ڈالنا جائز نہیں، البتہ یہ دونوں چیزیں صیانت اور تامین (انشورنس) دونوں میں معاملہ یہ ہے کہ یہ ذمہ داری موجر کی ہے لیکن جیسے صیانت میں ہم نے کہا تھا کہ مستاجر کو وکیل بنا سکتا ہے اس طرح تامین میں بھی وکیل بنا سکتا ہے، شرط صرف یہ ہے کہ پیسے اور خرچہ موجر کا ہو گا، البتہ (ذرا سمجھ لو) یہ جو خرچہ ہے جو موجر کر رہا ہے اس خرچے کو کرائے کی تحدید اور تعیین کے وقت مد نظر رکھ سکتا ہے، جب کرائے کی تعیین کرے گا تو اس میں یہ پیش نظر رکھ سکتا ہے کہ میں بحیثیت

facebook.com/masimfarooq

موجر کے مجھے صیانت بھی کرانا ہوگی اور انشورنس بھی کرانے ہونگے اور آئندہ چھ ماہ کی مدت میں صیانت پر ہو سکتا ہے اتنا خرچہ آئے، اور تامین کے اوپر اتنا خرچہ آئے تو یہ خرچے مجھے برداشت کرنا ہونگے، تو میں کرایہ اتنا مقرر کروں کہ ان خرچوں کی ادائیگی کے بعد بھی نفع ہو جائے، چنانچہ ایک مرتبہ جب کرائے کی تعیین کر دی تو اب وہ کرایہ وہی واجب رہے گا، فرض کرو کہ تخمینہ غلط ہو گیا، اندازہ لگایا تھا کہ تامین پر اور صیانت پر، مثلاً دس ہزار روپے خرچ ہونگے، لیکن ہو گئے پندرہ ہزار تو یہ پانچ ہزار جو زیادہ خرچ ہوئے اس کا مطالبہ وہ مستاجر سے نہیں کر سکتا، بلکہ خود برداشت کرنا ہوگا، ہاں! چھ مہینے کے بعد جب اگلا اجارہ کرے تو اس وقت یہ مدنظر رکھ سکتا ہے کہ صیانت اور تامیں کے اخراجات بڑھ گئے ہیں، لہٰذا میں کرایہ میں اضافہ کر دوں، لیکن جب پچھلی مدت گزر گئی، اس میں جو فرق پڑا، اس فرق کو وہ مستاجر پر نہیں ڈال سکتا، یہ بات اہم بات ہے، کیونکہ جتنے بھی عقود آتے ہیں جو انگریزی اور غیر اسلامی عقود سے متزثر ہوتے ہیں اور ان سے ہم نے یہ کہہ بھی دیا کہ بھئی! صیانت اور تعیین موجر کے ذمہ ہوگی تو وہ کسی نہ کسی طرح ناک کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ مستاجر ہی پر رہے، اس کا طریقہ یہ لوگ اس طرح نکال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم نے تخمینہ کر کے اتنی مدت لگائی ہے صیانت اور تامین کی اپنی رقم لگائی ہے، اگر کوئی فرق ہوا تو وہ مستاجر برداشت کرے یا یوں کر دیتے ہیں کہ یہ کہہ دیا کہ ہم نے اس کو وکیل بنا دیا اور بنا کر اس سے یہ کہہ دیا کہ تو تخمینہ لگا کہ صیانت اور تامین پر کتنا خرچہ آئے گا، اس نے کہا کہ دس ہزار آئے گا تو کہا کہ ہم دس ہزار سے زیادہ لیں گے، چاہے حقیقی اخراجات پندرہ ہزار ہو گئے ہوں تو یہ سب جائز نہیں، یہ مطلب ہے،

ہاں! اس کی طرف سے تعدی یا تقصیر ہوئی ہو تو پھر بیشک مستاجر ضامن ہو جاتا ہے ویجوز لہ ان یومن اور موجر کے لیے جائز ہے کہ وہ تامین حاصل کرے اس عین موجرہ پر مشروع تامین کے ذریعہ، جب کہ ایسا کرنا ممکن ہو اور اس کا خرچہ موجر پر ہوگا، اس کو نگاہ اعتبار میں رکھ سکتے ہیں، جب کہ اجرت کا کیا جائے۔ ولکن لایجوز لہ تحمیل المستاجر لیکن جائز نہیں کہ وہ مستاجر کے اوپر ڈالا جائے، ایسا اضافی خرچہ جو متوقع خرچہ سے زیادہ ہو جائے اس خرچہ سے جو اجرت کی تحدید کے وقت متوقع تھا۔

یہ چند بنیادی فرق ہوتے ہیں اسلامی اور تقلیدی اجارہ میں، ان میں سب سے اہم یہ ہے جو آج پڑھے ہیں، یہ سب سے اہم فروق ہیں اور اگر کوئی ایسا عقد اجارہ آئے جس میں یہ دیکھنا ہو کہ یہ شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں تو ان نکات کو خاص طور سے دیکھنا چاہیے کہ ان میں کوئی گڑ بڑ تو نہیں۔

بات یہ ہے کہ تقریبا عرب کے سارے علماء یہ کہتے ہیں کہ جہاں تامین اسلامی موجود نہ ہو اور معاملہ بڑی رقم کا ہو اور عین بھی بڑا قیمتی ہو تو جب وہ (تامین اسلامی) وجود میں نہ آئے تو اس وقت تک حاجۃً ایسی تامین (عام شرکات تامین) کی بھی گنجائش ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ تامین کی جو حرمت ہے

facebook.com/masimfarooq

وہ در حقیقت ربوا کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ غرر کی وجہ سے ہے اور غرر حاجات کی وجہ سے بعض اوقات مرتفع ہو جاتا ہے، اس واسطے اس کی گنجائش ہوگی۔

مجھے ابھی تک اس پر انشراح اور اطمینان نہیں ہے کہ ایسا عام کمپنیوں سے بھی کیا جائے، لیکن بہر حال یہ ایک بہت بڑے شیخ صدیق امین الضریر صاحب جو اس وقت اس تامین کے معاملات میں سب سے زیادہ قابل آدمی ہیں اور اس معاملہ میں بہت متمسک، یعنی متشدد، انہوں نے بھی یہ فتوی دیا ہے یہ شاید ایسی چیز ہے اور اس وقت جو عام تجار کا عرف ہے اس عرف کے اندر اس کو اس سے باز رکھنا تقریباً ناممکن جیسا ہے تو اگر عقود کے تمام پہلو صحیح ہوں اور یہ بات اس کے اندر موجود ہوں بہر حال اس کو کسی حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے۔

احکام الاجرۃ

1/6 یجوز ان تکون الاجرۃ نقودا اوعینا

یہاں یہ بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اجرت نقود بھی ہو سکتی ہے اور عین بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اجرت میں فلاں سامان دیا جائے گا اور منفعت بھی اجرت بن سکتی ہے۔ اجارہ خود منفعت پر واقع ہوتا ہے اور اسکی ثمن (اجرت) وہ بھی منفعت ہو سکتی ہے اور اجرت معلوم بھی ہو سکتی ہے۔ اور معلوم ہونا ضروری ہے اور جائز ہے کہ پوری مدت کی ایک اجرت مقرر کر دی جائے۔ یا مدت کے مختلف اجزاء کی قسطیں متعین کر لی جائیں کہ فلاں مدت میں اتنا کرایہ فلاں مدت میں اتنا کرایہ۔ یہ بھی جائز ہے کہ مبلغ ثابت ہو یا متغیر ہو۔ مثلاً یہ طے کر لیا گیا کہ ایک سال کے لئے مکان کرایہ پر دے رہے ہیں اس اجرت پر۔ اور ہر سال پانچ فیصد اضافہ ہو گا۔ یہ متغیر ہے لیکن ایسا تغیر ایسی بنیاد پر صحیح ہے جو طرفین کے لئے معروف ہو۔ تو یہ بات ویسے معروف ہے یعنی اجرت کا معلوم ہونا۔ یہ سارے احکام اجارے میں سارے فقہاء کرام نے ذکر کئے ہیں۔ لیکن یہ جو بند ہے اس میں دو باتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں

(1) ایک بات تو اجرت کے متغیر ہونے کی ہے کہ کس صورت میں اجرت متغیر ہو سکتی ہے۔ اس کا تفصیلی بیان انشاءاللہ 3/6 میں آئے گا۔ لیکن یہاں جو دوسری بات قابل ذکر ہے وہ بیان کر دوں وہ یہ ہے کہ منفعت بھی اجرت بن سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کرائے پر نہ مکان دے اور کہے کہ اس کی اجرت یہ ہے کہ تم میری کار چھ مہینے تک استعمال کرو، تو اس کی اجرت کار کی منفعت بنی۔ تو اجرت کا منفعت ہونا بھی جائز ہے اور جس طرح منفعت اجرت بن سکتی ہے اجارے میں اسی طرح بیع میں ثمن منفعت ہو سکتی ہے۔ میں تم کو یہ ڈیسک فروخت کرتا ہوں اور تم مجھے اس کے بدلے اپنی سائیکل دو مہینے تک چلانے کی اجازت دے دو۔ یہ بھی منفعت ہوئی تو منفعت ثمن بن سکتی ہے بیع میں اور اجرت بن سکتی ہے اجارے میں۔ اب اس کے اوپر ایک عقد کا ذکر کر دوں تو اچھا ہے وہ ایک عقد ہے جو آجکل متعارف ہے۔ اس کو کہتے ہیں B.O.T اور یہ مخفف

facebook.com/masimfarooq

ہے اصل میں Built. Operate. And Transfer اس کو عربی میں کہتے ہیں حق الا متیاز۔اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ عام طور سے جو بڑے بڑے پراجیکٹ ہوتے ہیں مثال کے طور پر کہیں بہت بڑی سڑک تعمیر کرنی ہے ہائے وے یا پل تعمیر کرنا ہے مثلاً سڑک سمجھ لو، کسی کمپنی سے جو سڑکیں تعمیر کر دتی ہیں، عام طور سے حکومت یہ کام کرواتی ہے، حکومت معاملہ کرتی ہے،اس سڑک تعمیر کرنے والی کمپنی سے کہ تم اتنی جگہ پر (جو ہماری ہے)ایک سڑک بناؤ،اپنے خرچہ پر سڑک بنا کر دو، سڑک جب بنالو گے تو تیس یا بیس سال تک اس سڑک سے انتفاع کا حق تمہیں اس طرح حاصل ہو گا کہ وہاں سے گزرنے والوں سے تم ٹول ٹیکس وصول کرو۔جو بھی گاڑی گزرے اس سے یہ ٹیکس وصول کرو، بیس سال تک تمہیں یہ حق رہے گا، بیس سال کے بعد تم چلے جاؤ گے پھر یہ سڑک ہماری ہو جائے گی۔اس کی منفعت وغیرہ سب ہماری ہو جائے گی تو Build معنی بناؤ، Operate معنی استعمال کرو، اور پھر Transfer معنی ہے اس کے سارے حقوق ہمیں منتقل کر دو۔اس بنیاد پر بسا اوقات سڑکیں بنائی جاتی ہیں، بسا اوقات پل بنائے جاتے ہیں ایک بہت بڑا پل بنانا ہے، حکومت کے پاس اتنے بڑے پل کے لئے پیسے نہیں ہیں تو کسی کمپنی کو ٹھیکہ دے دیا،اس سے B.O.T کا معاملہ کر لیا۔تو اس عقد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو اس کی فقہی تخریج کیسے ہو گی۔یہ عقد جائز ہے کہ نہیں ہے؟ تو کس خانے میں اس کو فٹ کیا جائے۔تو ظاہر اس میں یہ لگتا ہے کہ یہ در حقیقت استصناع ہے۔سڑک بنانے کا معاہدہ کیا گیا اس کے ساتھ،استصناع ایک قسم کی بیع ہوتی ہے، تو اس کی ثمن منفعت مقرر کی گئی، کہ جو چیز تم بناؤ گے اس کی منفعت وہ تم استعمال کرو بیس سال تک، اور جب بیس سال مکمل ہو جائیں گے تو تمہارے استصناع کی قیمت تمہیں وصول ہو گئی تو اب وہ ہماری ہو گئی اس کو کہتے ہیں Built, Operate, and Transfer تو اب ہوتا یہ ہے کہ کروڑوں اربوں روپے میں سڑک بنتی ہے اور ایک دم سے اس کے اوپر روپیہ لگانا مشکل ہوتا ہے تو کوئی کمپنی جو یہی کام کر رہے ہوتی ہے وہ یہ سمجھتی ہے کہ ہم اتنے میں اپنی قیمت اور اپنا منافع اتنا وصول کر لیں گے۔جس کی وجہ سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہو گا، تو شرعی تخریج اس کی یہ ہے کہ یہ استصناع ہے۔اور پھر منفعت کو اجرت بنایا گیا۔اور منفعت کو اجرت بنا کر جب پوری اجرت حاصل ہو گئی پھر مستصنع کو اس کا پورا اختیار مل گیا۔اس میں صرف ایک اشکال ہو سکتا ہے۔وہ یہ کہ قفیز الطحان میں داخل نہیں ہو گا؟ کیونکہ اجرت میں جو منفعت طے کی جا رہے ہے یہ وہ منفعت ہے جو اس کے عمل سے حاصل ہو گی اور قفیز الطحان میں یہی بات ہوتی ہے۔کہ بھائی تم یہ آٹا پیسو اور پیسنے کے بعد تم جو آٹا تیار کرو گے اس آٹے میں سے ایک قفیز آپ کی اجرت ہو گی۔تو اس کو منع کیا گیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز عمل کے ذریعے تیار ہونے والی ہو اسی میں سے کوئی چیز دینا یہ صحیح نہیں۔قفیز الطحان میں تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ شرط نہ لگاؤ، کہ جو آٹا تم تیار کرو گے اسی میں سے کیا قفیز دیں گے۔بلکہ مطلق قفیز طے کر لو، اور مطلق قفیز طے کرنے کے بعد جب دینے کا وقت آئے، تو چاہے اسی میں سے دے دو تو یہ جائز ہو

facebook.com/masimfarooq

جائے گا۔ لیکن یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ منفعت ہم ایک سڑک کی طے کر رہے ہیں، یہاں تو متعین ہی ہے اس لئے کہ منفعت کوئی اور مطلوب نہیں اس کو، بلکہ اس کو تو یہ منفعت مطلوب ہے۔ تو یہاں یہ بات نہیں چل سکتی۔ البتہ اسکا ایک جواب ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ قفیز الطحان کی ممانعت میں فقہاء کرام نے توسع کیا کہ جہاں عرف ہو جائے تو وہاں اس قسم کی اجازت دے دی۔ جیسے مشائخ بلخ نے یہ کہا کہ غزال کے ہاں ببعض المنسوج جو اجارہ ہوتا ہے اس کو عرف کی وجہ سے جائز کہہ دیا۔ اور یہ عرف خاص تھا، آپ نے عقود شرح المفتی میں پڑھا ہو گا کہ یہ عرف خاص تھا، لہذا یہ مخصوص رہے گا۔ اس سے نص میں تخصیص تو ہو سکتی ہے لیکن نص کو بالکلیہ ترک نہیں کیا جا سکتا۔ تو تخصیص کر دی کہ وہ معاملہ قفیز الطحان کی حد تک ہی محدود ہے۔ اس پر قیاس کر کے غزل وغیرہ میں اس کو جاری نہیں کریں گے۔ تو یہ جو تعامل ہے BOT یہ بھی جاری و ساری ہے۔ تو اس طرح اس عرف کی بنا پر اگر کہا جائے کہ اس میں اس کی اجازت ہے، تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ ایک بات تو یہ ذکر کرنی تھی۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو میں ابھی بیان کر رہا تھا کہ ہائی وے بنانا ایسے ہی کھیل تو ہے نہیں، اس کے لئے اربوں روپے درکار ہیں، تو جب حکومت فراہم کر پا نہیں رہی تو وہ کمپنی اربوں روپے لگائے، اور بیس سال تک انتظار کرے، اصل لاگت اور اس کی منفعت کی وصولیابی کے لئے۔ تو یہ اس کے لئے بھی مشکل ہوتا ہے۔ لہذا اس کا ایک اور طریقہ وہ یہ کرتے ہیں کہ جو عام سودی نظام میں رائج ہے کہ وہ کمپنی بھی اپنی جیب سے یہ رقم ادا نہیں کرتی بلکہ وہ مختلف بینکوں سے معاملہ کر لیتی ہے کہ بھائی تم اتنا پیسہ دو، تو اتنا دو، تم اتنا دو وغیرہ، اور اس پر سود طے کرتی ہے۔ تو بہت سارے بینک مل کر (Syndication) التمویل المجمع کہلاتی ہے۔ سارے بینکوں نے مل کر کہا کہ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ ہے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالو، اور سب ڈال کر سود پر اس کو دے دو، تو وہ کمپنی سود پر قرضہ لیتی ہے اور سوچتی ہے کہ بیس سال کی مدت میں مجھے اتنے ٹول کی وصولیابی ہو گی اتنا نفع ہو جائے گا کہ میں بینکوں کو سود دینے کے بعد اور اپنا خرچہ نکالنے کے بعد بھی مجھے فائدہ ہو گا۔ تو اس حساب سے وہ گورنمنٹ سے معاملہ طے کرتی ہے۔ اب اسلامی طریقہ کار میں یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بینکوں سے سود پر قرض وصول کرے، تو اس کی ایک شکل یہ ہم نے ملائیشیا میں نکالی تھی، ملائیشیا میں اسی طرح ایک ہائی وے تعمیر ہو رہا تھا، اور تقریباً آٹھ سو میل کا ہائی وے، آٹھ سو میل ہائی وے کا مطلب یہ ہے کہ اربوں ڈالر کا منصوبہ تھا، کمپنی سے معاہدہ ہوا تھا، وہ چاہتی تھی کہ ہمیں بینکوں سے کچھ مدد ملے۔ اس میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ سود پر کام نہ کریں۔ تو انہوں نے ہم سے پوچھا کہ ہم کیا طریقہ اختیار کریں تو ہم نے ان کے لئے یہ طریقہ نکالا تھا کہ وہ بجائے بینک سے سود پر لینے کے وہ یہ کرے کہ بینک ہوں یا ادارے ہوں، یا افراد ہوں ان سے کہے کہ یہ معاملہ میں کرنے جا رہا ہوں، حکومت سے تو ہم اس کے اندر مشارکہ کر لیتے ہیں، شرکت کر لیتے ہیں، کیونکہ میں تنہا اپنے پاس سے نہیں کر سکتا، لہذا مختلف بینک مل کر مشارکہ

facebook.com/masimfarooq

کریں، اور مشارکہ کر کے جو حقوق اس کمپنی کو حاصل ہوں گے، کیونکہ وہ حقوق سب کے ہوں گے مشاع طریقے پر، اور جو ٹول حاصل ہوگا وہ ٹول بھی سب کو حصہ رسدی کے طور پر ملے گا، اور ہر ایک کو ایک سرٹیفیکیٹ دے دیا۔ کہ تمہارا اس منصوبے میں اتنا حصہ ہے۔ سرٹیفیکیٹ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ایک ثانوی مارکیٹ بھی بن جائے گی، سیکینڈری مارکیٹ بھی بن گئی، کیا معنی؟ کہ اب اگر کوئی بینک یہ چاہتا ہے کہ میں بیس سال تک اس میں نہیں رہنا چاہتا اور مجھے فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہے تو اپنی جگہ اپنے سرٹیفیکیٹ کو کسی اور کو فروخت کرے، اس کا نام انہوں نے صکوک رکھا تھا اور وہ صکوک کسی اور کو فروخت کردے۔ جو فروخت کرنے والا ہے وہ اس سے نکل کر مشتری اس کا مالک بن جائے گا۔ یہ وہ صورت تھی جب شروع سے کمپنی حکومت کے ساتھ معاملہ کرنے سے پہلے تمویل مجمع اس طرح اختیار کر کے مشارکہ کی بنیاد پر لوگوں سے پیسے لے لے۔ یہ صورت تو وہ تھی، بعض مرتبہ ایسی بھی صورت پیش آتی ہے کہ ایک کمپنی نے جوں توں کر کراکے کسی سے پیسے جمع کر کے یہ BOT کا معاملہ تو کر لیا، معاملہ کرنے کے بعد پھر اب وہ سوچتی ہے کہ بہت پیسے میرے پھنس گئے، اربوں ڈالر میرے پھنس گئے، تو ان کو ایسا ہو کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شریک کریں، تو اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ جب استصناع ہو جائے یعنی سڑک بن جائے تو سڑک بننے کے بعد یہ کمپنی اس منفعت کی مالک ہو گئی اس سڑک کے منفعت کے مالک ہونے کا مطلب یعنی Operate، یہ نہیں ہوتا کہ اس میں بس صرف ٹول ٹیکس وصول کرنا ہے، بلکہ آجکل ہائے وے میں یہ ہوتا ہے کہ بہت سی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں چلنے والوں کے لئے، کہیں ریسٹورینٹ تعمیر کر دئے ہیں، کہیں غسل خانے اور لیٹرینیں بنادی ہیں۔ کہیں ٹیلی فون لگادئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ساری سروسز وہاں فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ سروسز سب فراہم کرتا ہے Operate کرنے والا۔ اب یہ منفعتیں جو لوگوں کو دے رہے ہیں اور ان سے پیسے وصول کر رہے ہیں تو یہ منفعت کے مالک ہیں، تو اب اس منفعت کا حصہ شائعہ یہ دوسرے کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ ایک طرح سے اجارہ من الباطن ہو گیا، کہ ایک طرف ان کو منفعت حاصل ہوئی تھی، جس طرح اصل موجر کو حاصل ہوتی ہے۔ پھر وہ کسی دوسرے کو اجارے پر دے سکتا ہے۔ تو اسی طرح انہوں نے یہ کیا اور پھر باطن میں دوسرے لوگوں کو اجارے پر دے دیا کہ بھائی تم بھی آؤ اور ہمارے ساتھ اس منفعت میں شامل ہو جاؤ اور حصہ شائعہ کا اجرت پر دینا جائز ہے۔ تو حصہ شائعہ کو جب اجرت پر دے دیا تو وہ بھی اس منفعت کے اندر حصہ دار ہو گئے، ان سے اس کے پیسے لے لئے، اور منفعت کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ حصہ رسدی سے تقسیم کیا جائے گا۔ تو اس طرح اس میں یہ گنجائش بھی باقی رہتی ہے۔

نوٹ: منفعت کا حاصل یہ ہے کہ وہ پوری ہائے وے کا استعمال کا حق اس کو ملا ہوا ہے، وہ خود استعمال کرے یا کسی کے ذریعے کرائے، اور اس منفعت کے اوپر قیمت وصول کرے، یا اس میں ریسٹورنٹ بنائے، اس کے

facebook.com/masimfarooq

اندر اشیاء فروخت کرے، ٹیلی فون لگائے، اس پر چارج وصول کرے، یہ ساری چیزوں کا مجموعہ ہے منفعت۔

سوال: بیس سال تک اگر کسی وجہ سے سڑک بند رہی یا جتنی آمدنی متوقع تھی وہ نہ ہو سکی، تب بھی جائز ہو گا؟

جواب: سڑک کے بند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ آمدنی جتنی متوقع تھی اس سے کم ہوئی تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اس کی مثال ایسی ہے کہ میں ایک مکان کرائے پر لوں کسی سے، اور میرا خیال ہے کہ میں اس کو آگے جا کر باطنا اجرت پر دوں گا، لیکن خالی پڑا رہا، اور کوئی کرائے دار نہ ملا، لیکن مجھے تو منفعت حاصل تھی، اس لئے میں اس منفعت پر کرایہ دینے کا ذمہ دار ہوں، ہاں حکومت کی طرف سے اگر ایسی رکاوٹ پیش آگئی جس کی وجہ سے سڑک بند رہی تو پھر حکومت ایسی صورت میں یہ کرتی ہے کہ معاہدے کے اندر اس حصہ کو مدت سے خارج کرتی ہے پھر دوسری مدت آگے بڑھادے گی۔ وہ باہمی معاہدے کے ذریعے طے ہو جاتا ہے۔ تو اس طرح یہ معاملات ہو جاتے ہیں۔ اور یہ جو استنبول کا پل ہے آبنائے باسفورس پر جو بنا ہے، آبنائے باسفورس یورپ اور ایشیا کو ملا رہی ہے، ایک طرف اسکے ایشیا ہے اور ایک طرف یورپ ہے۔ استنبول بھی آدھا یورپ، اور آدھا ایشیا میں واقع ہے تو استنبول شہر کے بیچ میں آبنائے باسفورس گزر رہی ہے۔ وہ سمندر جس میں جہاز چلتے ہیں اس کو ملانے کے لئے ایک پل بنایا گیا ہے، وہ اسی طرح BOT کی بنیاد پر بنا اور اس پر روزانہ دولاکھ گاڑیاں اوسطا گزرتی ہیں، اور ہر گاڑی ٹول ادا کرتی ہے۔ شاید اتنا ٹریفک دنیا کے کسی بھی پل پر نہیں ہے جتنا وہاں ہے۔ استنبول کا پل آبنائے باسفورس کے اوپر ہے، BOT کے بعد پھر اس میں یہی کیا گیا کہ اس میں پبلک کو بھی شامل کیا گیا کہ سرٹیفیکیٹ جاری کئے گئے۔ اور سرٹیفیکیٹ جس طرح بڑی قیمت سے بنائے جا سکتے ہیں چھوٹی قیمت کے بھی جاری کئے جا سکتے ہیں۔ اگر وہ ایک ملین کے جارے کئے جا سکتے ہیں تو سو روپے کے بھی جاری کئے جا سکتے ہیں۔ تو جتنے چھوٹے جاری کئے جائیں گے، اتنے ہی عام آدمی اس میں شریک ہو سکیں گے۔ تو اس میں عام آدمیں کے لئے جاری کیا گیا۔ ان سب نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ تو آج جو حکومت یہ کہتی ہے کہ اگر سود بند کر دیا جائے تو ہم اپنے منصوبے کیسے پورے کریں گے اور اس کے لئے جو عوام سے ہم پیسے لیتے ہیں سود اور سیونگ سکیمز کے ذریعے لیتے ہیں، ان کی جگہ ہم کیا طریقہ اختیار کریں گے۔ تو ایک بہت بڑا سیکٹر وہ اس BOT کے ذریعے طے ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کہیں پل بنانا ہے یا سڑک بنانی ہے تو اس کو اس بنیاد پر کر سکتے ہیں اور اس میں عوام کا حصہ بھی ڈال سکتے ہیں اور اس سے عوام کو بھی فائدہ پہنچے گا اور مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔

تجب الأجرة بالعقد، وتستحق باستيفاء المنفعة أو بالتمكين من استيفائها لا بمجرد توقيع العقد. الخ

یہ بات واضح ہے کہ۔ عبارت کتاب میں نہیں۔

facebook.com/masimfarooq

یہ مسئلہ ہے کہ اجارے اکثر و بیشتر طویل مدت کے ہوتے ہیں خاص طور پر الاجارۃ منتھیۃ للتملیک تو اس ساری مدت کے لئے اگر ایک اجرت مقرر کی جائے تو اس میں موجر کا نقصان ہوتا ہے، لہٰذا اس کا سارا طریقہ جو بے غبار طریقے پر جائز ہے وہ یہ ہے ایک اجرت مقرر کی جائے اس پر کہہ دیا جائے کہ سالانہ اس اجرت پر اتنا اضافہ ہوگا۔ مثلاً یہ کہ پانچ فیصد طے کر لیا گیا تو جب سال پورا ہو گیا تو وہ اجرت بڑھ جائے گی اس حساب سے اس کے جواز میں تو کوئی کلام ہے نہیں، کیونکہ وہ پہلے ہی سے معلوم ہے، لیکن بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ پہلے سے یہ طے کرنا کہ اس وقت بازار کی صورتحال کیا ہوگی؟ یہ مشکل ہوتا ہے۔ ہم نے یہ طے کیا کہ فرض کرو ہر سال پانچ فیصد اجرت بڑھے گی، لیکن بازار میں پانچ فیصد نہیں بڑھے، بلکہ دو فیصد بڑھی تو اس صورت میں مستاجر کا نقصان ہے کہ وہ اگر بازار سے لیتا تو اس کو سستا ملتا اور اب مہنگا ہو گیا ہے۔

یا یہ کہ ہم نے پانچ فیصد طے کی تھی، لیکن بازر میں سات فیصد بڑھ گئی تو اس میں موجر کا نقصان ہے کہ وہ کم لے رہا ہے حالانکہ اس کو بازار سے زیادہ مل سکتا تھا تو ایک متعین تناسب کے ساتھ اجرت پہلے ہی سے طے کرنے میں یہ دشواری ہوتی ہے، لہٰذا کیا یہ جائز ہے کہ اجرت کے اضافے کو کسی ایسی چیز سے وابستہ کر لیا جائے جو تغیر پذیر ہو؟ اس تغیر پذیر چیز کے ساتھ وابستگی آیا درست ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اس بند میں زیرِ بحث ہے۔

اس پر بڑا کلام ہوا اور بالآخر جو فارمولہ اس میں لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اجرت کو اگر کسی معیار کے ساتھ وابستہ کر لیا جائے جو تغیر پذیر ہے، لیکن ساتھ ساتھ اس کا معلوم کرنا کوئی دشوار نہیں، بلکہ منضبط ہے اور معلوم ہے تو پھر جائز ہے۔

معلوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تو معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے؟ لیکن آئندہ جب وقت آئے گا تو اس وقت اس کا معلوم کرنا کوئی دشوار نہیں۔ اس معیار کے تعین میں ایسے معیار کے ساتھ اجرت (آئندہ اُجرتوں) کو وابستہ کرنا جائز ہے۔ اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ کہ جیسے آپ ایک ٹیکسی کرائے پر لیتے ہیں تو اس وقت نہ تو آپ کو اندازہ ہے نہ ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ ہے کہ آپ اس کو کتنے میل استعمال کریں گے تو ہوتا کیا ہے؟ کہ جب آپ نے کرائے پر لی تو پہلے میل کی اجرت متعین ہو گئی اور وہ معلوم ہو گئی، لیکن آگے میٹر چلنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ میٹر بتاتا رہتا ہے کہ کتنے میل چلے۔ اب آخر میں سارا دن چلا کر ٹیکسی میٹر جو کچھ بتائے گا اس کے حساب سے اجرت ادا کی جائے گی وہ اجرت پہلے سے معلوم نہیں تھی اور نہ یہ معلوم تھا کہ کتنے میل چلیں گے، لیکن چونکہ فریقین نے اعتماد کیا تھا ایک ایسے معیار پر جو منضبط ہے اور منضبط ہونے کی وجہ سے وہ مؤدّی الی النزاع نہیں ہے، لہٰذا اجرت کی جہالت اور معقود علیہ کی جہالت بھی (درحقیقت کہ کتنی مقدار ٹیکسی استعمال کی جائے گی) گوارا کر لی گئی تو اس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ اصل مقصود اجرت کی تعیین سے یہ ہے کہ کوئی ایسا فارمولا دونوں کے درمیان طے ہو جائے کہ جس سے یہ

facebook.com/masimfarooq

معلوم ہو جائے کہ دونوں کے درمیان نزاع پیدا نہ ہو۔ایک تو یہ ہے۔دوسرا یہ کہ غرر جہالت کی وجہ سے اتنا شدید نہ ہو کہ جس سے ایک فریق پر ناواجبی بوجھ پڑے یہ دونوں چیزیں ہیں۔

جہاں تک رفعِ نزاع کا تعلق ہے تو اس کے لئے یہ کہا گیا کہ اگر یوں کر لیا جائے کہ پہلی فترۃ(اجارہ) کی مقدار مقرر کر لی گئی، لیکن آئندہ آنے والے زمانوں کے لئے کوئی مؤشّر مقرر کر لیا۔مؤشّر کا معنی یہ ہے کہ اشارہ کرنے والا یعنی کوئی چیز جو معیار ہو یہ دراصل ترجمہ ہے انگریزی زبان کے لفظ Indicator کا یا (Bench Mark) کا کوئی ایسا معیار مقرر کر لیا جائے کہ جس کی بنیاد پر آئندہ اجرتوں کو طے کیا جا سکے۔ اب Financial Leasing میں یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر Bench Mark شرحِ سود کو طے کر لیا جاتا ہے،یعنی شرحِ سود جس حساب سے بڑھتی جائے گی اسی حساب سے اجرت میں بھی اضافہ ہوگا۔اگر شرحِ سود گھٹے گی تو اجرت بھی گھٹے گی تو اگرچہ وہ بد معاش قسم کا معیار ہے، لیکن جہالت کے رفع کرنے کے لئے اس کو بنایا جا سکتا ہے یا کوئی معیار بنا لے مثلا یہ کہ اس میں کسی نزاع کا احتمال نہ ہو تو اس کو معیار بنا لیں تو کسی بھی چیز کو معیار بنا لیا جائے کہ جس کے نتیجے میں اس کے تعیین میں کسی نزاع کا احتمال نہ ہو اس سے پہلا مسئلہ تو دور ہو جاتا ہے۔دوسرا مسئلہ یہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ معیار خود تغیر پذیر ہے تو اگر اس میں اتنا فاحش فرق ہو گیا کہ جس کا پہلے سے کوئی اندازہ نہ موجر کو تھا،نہ مستاجر کو تھا،مثلاً مستاجر کو پتہ نہیں تھا کہ یہ معیار جو میں مقرر کر رہا ہوں،اس میں ڈیڑھ سو فیصد اضافہ ہو جائے گا،وہ سمجھتا تھا کہ تھوڑا بہت اضافہ ہوگا،ہوتا رہے گا،لیکن یک دم موشر اتنا پہنچ گیا کہ ڈیڑھ دو سو فیصد اس نے اضافہ کر دیا تو اس میں غرر فاحش ہو جاتا ہے،یا موجر نے جب دیا تھا تو خیال تھا کہ اگر اجرت میں کمی بھی ہو گی تو ایک معقول حساب سے ہو گی،معلوم ہوا کہ ڈیڑھ دو سو فیصد ہوئی تو اس میں موجر کے ذمہ غرر فاحش لازم آتا ہے،اس خرابی کے تدارک کے لیے ساتھ میں یہ قید لگا دیں گے کہ اگر معیار کے تعین کے ساتھ ساتھ یہ طے کر دیا جائے کہ یہ اضافہ یا کمی ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھے گی،مثال کے طور پر بازاری اجرت مثل کا کوئی فارمولہ طے کر کے یہ کہہ دیا کہ اجرت میں اجرت مثل کے حساب سے تبدیلی ہو گی (اجرت مثل میں تو خیر کوئی بات نہیں،کیونکہ وہ ایک عام اجرت ہے اگر اس کا کوئی معیار مقرر ہے) لیکن میں نے شرح سود کی بات کی تھی،اب شرح سود بہت زیادہ گھٹ بھی سکتی ہے اور بہت زیادہ بڑھ بھی سکتی ہے تو اس میں یہ کرنا چاہئے کہ یہ ایک معیار مقرر کر دیں کہ اس کے مطابق تو اجرت میں کمی یا اضافہ کریں گے، لیکن ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ اگر مثلاً اضافہ پچاس فیصد سے زیادہ ہوا تو پھر پچاس فیصد سے زیادہ اضافہ کو قبول نہیں کیا جائے گا اور پچاس فیصد تک قبول کریں گے،،اسی طرح اگر کہیں پچیس فیصد تک ہوئی تو ٹھیک ہے،وہ قبول کی جائے گی اور اگر اس پچیس فیصد سے زیادہ کمی ہوئی تو وہ کمی قبول نہیں کی جائے گی تو یہ جو آگے کی حد مقرر کی جاتی ہے اس کو کہتے ہیں "السقف" یعنی یہ چھت ہے اور نیچے کی جو حد مقرر کی جاتی ہے اس کو کہتے ہیں "الارض"،یہ اصل میں انگریزی کی اصطلاحات

facebook.com/masimfarooq

کا ترجمہ ہے ،انگریزی میں اوپر کی حد کو کہتے ہیں CEILINGاور نیچے کی حد کو FLOOR کہتے ہیں چھت کا جو نچلا حصہ ہوتا ہے،اس کو CEILING کہا جاتا ہے اور اوپر کے حصہ کو ROOF کہتے ہیں،اس طرح ذکر کرنے سے غرر کا احتمال نہیں رہتا،یہ مقصد ہے۔

یجوز تجدید مقدار معلوم الخ:

پہلی جو فترت ہے،اس کی تو تجدید معلوم مقدار ہی سے ضروری ہے،یعنی ہندسوں میں طے کرنا ضروری ہے کہ پہلی فترت کا اتنا کرایہ ہوگا یعنی(اعتماد کرنا آنے والی فترت کی اجرت کا،ان فترات کی اجرت کا جو بھی بعد میں فترت اولی کے بعد آئیں گی،ایک منضبط موشر INDICATOR کے ذریعہ)۔

ویشترط ان یکون ھذأ۔۔۔الخ:

ضروری ہے کہ یہ موشر منضبط ہو(ایک معلوم معیار کے ساتھ)جس میں نزاع کی کوئی گنجائش نہ ہو کیونکہ وہی اس فترت کی اجرت بنے گی جو اس تجدید کے تحت آئے گی اور اس کی ایک حد اعلی بھی مقرر کی جائے اور حد ادنی بھی مقرر کی جائے تاکہ غرر فاحش لازم نہ آئے۔

4/2/5 يجوز الاتفاق على أن تكون الأجرة مكونة من جزأين محددين أحدهما يسلم للمؤجر، والآخر يبقى لدى المستأجر لتغطية أي مصروفات أو نفقات يقرها المؤجر؛ مثل التي تتعلق بتكاليف الصيانة الاساسية والتأمين وغيرها. ويكون الجزء الثاني من الأجرة تحت الحساب.

اوپر بتایا تھا کہ تامین اور صیانت کے اخراجات موجر پر ہیں،لیکن چونکہ استعمال کرنے والا مستاجر ہوتا ہے اور وہ عین اسی کے قبضہ میں ہوتی ہے،اس واسطے عملاً اس میں آسانی ہے کہ وہ صیانت اور تامین کا عمل مستاجر کرے البتہ خرچہ اس کا موجر برداشت کرے تو اس میں اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ اجرت جو کچھ مستاجر ادا کرے گا تو وہ دو اجزاء سے مرکب ہوگی،ان میں سے ایک جزء موجر کو دے دیا جائے گا اور دوسرا مستاجر کے پاس باقی رہے گا کور(COVER) کرنے کے لیے اور جو بھی خرچے آئیں جس کا موجر اقرار کرے،مثلاً وہ خرچے جو صیانت اساسی کی تکالیف سے متعلق ہیں اور دوسرا اجزء تحت الحساب اجرت ہوگی یعنی ہم ان سے ہیں کہ تم خرچہ کرتے رہو،بعد میں ہمیں بل پیش کردینا تو جو بل پیش کروگے،وہ سمجھا جائے گا کہ تم نے اتنی اجرت ادا کردی۔

5/2/5 يجوز باتفاق الطرفين تعديل أجرة الفترات المستقبلية، أي المدة التي لم يحصل الانتفاع فيها بالعين المؤجرة، وذلك من باب تجديد عقد الإجارة.

طرفین کے اتفاق سے جائز ہے کہ آئندہ کی اجرت میں کچھ ترمیم کی جائے یعنی وہ مدت انقطاع نہیں ہوا آئندہ اس کی اجرت تراضی طرفین سے تبدیل کی جاسکتی ہے،کم یا زیادہ کی جاسکتی ہے۔

دذلک من باب تجدیدعقد الاجارہ: اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عقد اجارہ آئندہ کے لیے از سر نو کیا گیا، پہلے کو فسخ کرکے آئندہ کے لیے عقد اجارہ کیا گیا۔

facebook.com/masimfarooq

أما أجرة الفترات السابقة التي لم تدفع فتصبح دينا على المستأجر، ولا يجوز اشتراط زيادتها.

لیکن جو پچھلی مدتیں گزر گئی ہیں، جس میں مستاجر نے انتفاع تو کر لیا، لیکن اجرت ابھی نہیں دی تو وہ مستاجر پر دین بن گئی ،اس میں تراضی طرفین سے بھی زیادتی کرنا جائز نہیں، کیونکہ اگر پچھلی مدت کی اجرت میں اضافہ کیا جائے اور ساتھ میں اس میں اجل بھی بڑھادی جائے کہ تم نے پہلے دینا تھااور اب ایک مہینے بعد دے رہے ہو، لہٰذا زیادہ کر کے دو تو یہ من قبیل جدولۃ الدیون الممنوعہ ہوگا، یعنی یہ دونوں کو کرنا ہوگا اور یہ مرابحہ میں گزرا ہے کہ ادائیگی کی تاریخوں میں پروگرام تبدیل کرنا اور اس کے ساتھ زیادتی وصول کرنا ، کیونکہ یہ 'ھذا من الربوا' ہے۔

6- ضمانات مديونية الإجارة ومعالجتها

1/6 يجوز أخذ الضمانات المشروعة بأنواعها لتوثيق الحصول على الأجرة أو الضمان في حالة التعدي أو التقصير مثل الرهن والكفالة

کہتے ہیں کہ موجر اجرت حاصل کرنے کی توثیق کے لیے یا اتلاف کے ضمان کے لیے ضمانات بھی لے سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر مستاجر عین موجرہ کو تعدی اور تقصیر کے ساتھ استعمال کرے اور اس کی صحیح حفاظت نہ کرے جیسے کرنی تھی یا اس میں تعدی کرے یا ایسا استعمال کرے جیسا اس کے لیے جائز نہیں تھا اور اس کی وجہ سے اس کو نقصان پہنچ جائے تو اس کا ضمان مستاجر پر آئے گا تو اس ضمان کے لئے بھی توثیق لی جاسکتی ہے، اس میں رہن بھی لیا جاسکتا ہے اور کفالت بھی لی جاسکتی ہے۔

یا یہ کہ مستاجر سے کہا جائے کہ تم ہمارے پاس اپنا اکاؤنٹ کھولو تا کہ اگر ایسے واجبات تمہارے ذمہ لازم آجائیں تو ہم اس سے حاصل کر سکیں، اب اگر مستاجر اکاؤنٹ کھولے گا تو وہ استثماری بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں نفع اس کو جائے گا یعنی اگر اپنے استثماری اکاؤنٹ میں رکھا جس کو گویا استعمال کیا اور استعمال کر کے اس کا نفع اس کے اکاؤنٹ میں آیا تو وہ نفع مستاجر کو جائے گا یا حساب جاری ہو، کرنٹ اکاؤنٹ ہو ، لیکن اگر کرنٹ اکاؤنٹ ہو تو وہ کسی دوسرے مؤسسہ میں ہو، کیونکہ اگر وہ اپنے پاس شرط لگاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اجرۃ اس شرط پر تمہیں دیں گے کہ تم ہمیں قرض دو تو صفقۃ فی صفقۃ ہو جائے گا یا ہمارے ساتھ مضاربت کرو تو یہ بھی صفقۃ فی صفقۃ ہو جائے گا، اس لئے دوسرے مؤسسہ موجر کے پاس اس کا اکاؤنٹ ہو اور اس کو حق دے دیا جائے کہ جب کبھی مستاجر کے ذمہ دین ہو اور یہ ادا نہ کرے تو اس اکاؤنٹ سے وصول کیا جائے گا۔

وحوالة الحق على مستحقات المستأجر لدى الغير، ولو كانت تلك المستحقات تعويضات تأمين مشروع عن شخص المستأجر وممتلكاته.

یا اپنے اس حق کا حوالہ کردے، جو مستاجر کے کسی اور کے ذمہ واجبات ہیں، وہ یہ کہتا ہے کہ فلاں

facebook.com/masimfarooq

کے ذمہ میرے واجبات ہیں، میں اس کا حوالہ کرتا ہوں کہ اگر میں تعدی یا تقصیر کروں تو اس صورت میں آپ اپنے حقوق میرے فلاں مدیون سے وصول کر سکتے ہیں، چاہے وہ تامین کی تعویضات ہی کیوں نہ ہوں، یعنی مستاجر نے اپنی ممتلکات کو بطریق مشروع انشور کرا رکھا ہے اور اس انشور کرانے کی وجہ سے مثلاً تامین المسئولیۃ کرایا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا دعوی آپ کے خلاف ہو گیا تو بیمہ کمپنی کہتی ہے، اگر یہ حوالہ کر دے تو ہم ان کے تعویضات ادا کریں گے یعنی موجر کے، جو تعویضات مجھے فلاں انشورنس کمپنی سے ملنے ہیں، وہ میں آپ کے حوالے کرتا ہوں، جب میں تعدی یا تقصیر کروں تو اس صورت میں آپ لینے کے حقدار ہوں گے تو یہ بھی جائز ہے۔

2/6 یجوز اشتراط تعجیل الأجرۃ الخ:

تعجیلِ اجرت کی شرط لگانا بھی جائز ہے کہ بھئی اجرت پہلے دینی ہو گی، یہ جائز ہے کہ کہہ دے کہ ساری اجرت ہمیں مقدماً دیدو گے، اگر یہ طے کر لیا کہ اجرت موجر استعمال کر سکتا ہے، اپنی ذات میں بھی استعمال کر سکتا ہے اور منافع بھی حاصل کر سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر اجارہ فسخ ہو جائے، اس مدت کے گزرنے سے پہلے، جس مدت کے مقابلہ میں اجرت لی گئی تو پھر فسخ کے وقت میں، جتنی مدت باقی ہو گی، اتنی اجرت واپس کرنی ہو گی، ساتھ میں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ تعجیل کے اندر یہ شرط لگانا بھی جائز ہے کہ اجارہ کی اقساط میں سے مستاجر نے کسی ایک قسط کی ادائیگی میں تاخیر کر دی تو باقی اقساط حال ہو جائیں گی جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ باقی اقساط جب بیع میں حال ہوتی ہیں، وہ قابل واپسی نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں پوری ملکیت چلی گئی ہے تو اس میں واپسی کا تصور نہیں، لیکن جب یہ حال ہوں گی تو اس ما حال ہونا مدت کے تابع رہیں گی کہ جتنی مدت تک انتفاع ہوا، اس کی اجرت لینے کا حق ہو گا، لیکن اگر مدت معینہ سے پہلے اجارہ فسخ ہو جائے تو پھر اتنا حصہ اس کو واپس کرنا ہو گا۔

کما یجوز تقسیطھا الخ:

اسی طرح جائز ہے موجر کے لیے کہ وہ مستاجر پر شرط لگائے کہ باقی اقساط معجل ہو جائیں گی جب کہ وہ تاخیر کر دے، ان میں سے کسی ایک ادائیگی میں، لیکن پہلے نوٹس بھیجے کہ تمہاری قسط ادا نہیں ہوئی، لہٰذا فلاں تاریخ تک ادا کرو، اگر ادا نہیں کرو گے تو باقی اقساط بھی حال ہو جائیں گی۔

والأجرۃ المعجلۃ بالاشتراط الخ:

اور جو اجرت شرط لگا کر جلدی ادائیگی میں وصول کر لی گئی وہ تسویہ کے تابع ہو گی مدت اجارہ کے آخر میں یا فسخ کے وقت جب کہ مدت کے انتہاء سے پہلے فسخ کی گئی ہو، مدت سے پہلے پہلے فسخ کی گئی ہو اس کی مثال میں نے دیدی اور مدت اجارہ کے آخر میں تابع ہو گی تسویہ کے۔ تسویہ کے معنی ہے تصفیہ کہ بھئی کتنا واجب تھا اور کتنا تم نے ادا کیا؟ تو اگر واجبات اس کے کم نکلے اور ادائیگی زیادہ ہوئی تو موجر واپس کرے گا اور

facebook.com/masimfarooq

اگر واجبات زیادہ نکلے اور ادائیگی کم ہوئی تو مستاجر مزید واجبات دے گا، واجبات کیسے زیادہ ہو سکتے ہیں؟ مثلاً یہ کہ اجرت کے علاوہ اس نے کچھ ٹوٹ پھوٹ کر دی عین مستاجرہ میں، جس کا وہ ضامن بن گیا تو اس کا ضمان بھی اس کے اوپر عائد ہوگا، جو اس نے ادا نہیں کیے تو اس صورت میں اس سے وصول کیا جائیگا اور کمی اس طرح ہو سکتی ہے مثلاً کچھ عرصہ ایسا گذرا کہ جس میں وہ عین قابل انتفاع ہی نہیں رہا اور جب قابل انتفاع ہی نہیں رہا تو اس کا کرایہ اس کے ذمہ واجب نہیں ہوا اور اس سے پہلے وصول کر لیا تھا تو آخر میں جا کر وہ اس مدت کو مستثنی کر لے گا۔

وأي إمهال من المؤجر يحصل بعد اشتراط التعجيل يعتبر من قبيل المسامحة عن التعجيل مدة الإمهال وليس حقا للمستأجر. ويراعى ما جاء في البند 2/2/5.

اور اگر اجارہ میں یہ شرط لگائی گئی کہ اجرت پہلے ہی دینی ہوگی، لیکن بعد میں موجر کی طرف سے مہلت دی گئی کہ چلو ایک مہینہ بعد دیدینا تو سمجھا جائیگا کہ یہ تبرع ہے اس کو مستاجر کا حق نہیں سمجھا جائیگا۔

7- طوارئ الإجارة

1/1/7 إذا باع المؤجر العين المؤجرة إلى المستأجر منه، فإنه ينتهي عقد الإجارة بسبب انتقال ملكية للمستأجر وتتبعها ملكية المنفعة.

موجر نے جو عین اجارہ پر دی تھی وہ مستاجر کو فروخت کر دی اور اس نے خرید لی، تو ظاہر ہے کہ اجارہ ختم ہو جائیگا۔

2/1/7 يحق للمؤجر بيع العين لغير المستأجر، وتنتقل ملكيتها محملة بعقد الإيجار؛ لأنه حق للغير، ولا يشترط رضا المستأجر، أما المشتري فإنه إذا لم يعلم بعقد الإيجار فله حق فسخ البيع، وإذا علم وقبل فإنه يحل محل المالك السابق في استحقاق الأجرة عن المدة الباقية.

یہ مسئلہ بیان کیا کہ وہ عین موجرہ جس کی مدت اجارہ ابھی باقی ہے وہ اگر مالک کسی غیر مستاجر کو بیچنا چاہے تو یہ جائز ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب اس میں یہ طے ہو کہ مشتری اس اجارہ کو باقی رکھے گا، اس میں فقہاء کرام کے دو نقطہ نظر ہیں، ایک یہ کہ جب اس نے تیسرے کو بیچ دیا تو بیع کے نتیجے میں اجارہ ختم ہو گیا اب نیا مالک مستاجر کیساتھ نیا معاملہ کرے، لیکن اگر وہ اجارہ ایک مدت کیلئے تھا، تو دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب اجارہ ایک مدت کیلئے تھا اور مدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو مستاجر کا حق اس منفعت میں باقی ہے لہذا بیچنا اس شرط کیساتھ جائز ہے کہ مشتری اجارہ کو باقی رکھ کر مکمل کرایہ پر دیے گا، اور انہی شرائط پر جن پر پہلے مالک نے دیا تھا، تو اس کی ملکیت منتقل ہو جائیگی، اس حالت میں کہ اس کے اوپر عقد اجارہ ہوا ہے، یعنی ملکیت تو مشتری کی طرف منتقل ہو گئی لیکن وہ عقد اجارہ کا پابند ہے، کیونکہ اجارہ مستاجر کا حق ہے اور بیچنے کے باب میں مستاجر کی رضامندی شرط نہیں کیونکہ اس کا حق منفعت سے ہے اور منفعت باقی رہے گی اور ملکیت عین کی

facebook.com/masimfarooq

منتقل ہوتی ہے، لہذا اس پر اس کی رضامندی کوئی ضروری نہیں، اگر مشتری کو معلوم نہ ہو کہ میں جس عین کو خرید رہا ہوں یہ پہلے سے اجارہ پر دی ہوئی ہے تو اس کو بیع کے فسخ کا حق ملے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے استعمال کیلئے خرید رہا ہو، اب اس کو اجارہ پر رکھنے کیلئے باقی رکھنا پڑے گا اور پہلے سے اس کو یہ معلوم نہ تھا تو یہ ایک طرح سے خیار عیب ہوا جو اس کو حاصل ہو گا، اور اگر اس کے علم میں ہے کہ اجارہ پہلے سے ہے اور اس نے قبول بھی کر لیا، تو یہ مالک سابق کے قائم مقام ہو گا۔

3/1/7 في حالة الهلاك الكلي للعين ينفسخ عقد الإجارة إذا كانت الإجارة لعين معينة، ولا يجوز أن يشترط في حالة الهلاك الكلي للعين المؤجرة أداء بقية الأقساط.

یہ بات واضح ہے کہ جب ہلاک کلی واقع ہو جائے تو عقد اجارہ ختم ہو جائیگا، لیکن اس وقت جب اجارہ کسی معین عین کا اجارہ ہو اور اگر وہ موصوفہ فی الذمہ ہے جس کا ذکر ہوا تھا تو پھر اس کے ذمہ لازم ہے کہ انہی مواصفات کی کوئی دوسری عین لاکر مستاجر کو دے اور یہ جو کہا کہ ہلاک کلی کے بعد بقیہ قسطوں کی شرط لگانا جائز ہے تو یہ بالکل بدیہی بات ہے لیکن اس کے ذکر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آجکل financial leasing کے جو عقود ہوتے ہیں ان میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر بیچ میں کہیں وہ عین ہلاک ہو گئی تو بقیہ اقساط بھی دینی ہو نگی کیونکہ حقیقت میں تو وہ سود کے پیسے دینا اور اس پر سود لینا مقصود ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیسے تو گئے وہ ہلاک ہو گیا، ہم نہیں جانتے، ہمارے پیسے تو ہمارے آئے اب ہمیں اصل بھی چاہیے اور سود بھی، اس واسطے بقیہ اقساط بھی لازم رہیں گی اس لئے یہاں اس بات کی صراحت کر دی ہے، ورنہ یہی بدیہی ہے اس کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

5/1/7 في حالة هلاك العين الجزئي المخل بالمنفعة يحق للمستأجر فسخ الإجارة، ويجوز أن يتفقا في حينه على تعديل الأجرة في حالة الهلاك الجزئي للعين إذا تخلى المستأجر عن حقه في فسخ العقد

کہتے ہیں اگر مکمل ہلاکت نہیں ہوئی بلکہ جزئی طور پر اس کی کوئی چیز ہلاک ہو گئی جس کی وجہ سے اس کی منفعت میں خلل آیا، تو مستاجر کو اجارہ کے فسخ کا حق حاصل ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ اس وقت میں یہ اجرت کی تعدیل پر متفق ہو جائے، کیونکہ ہلاکت جزئی ہے اس سے یہ ہوا کہ جو منفعت مقصود تھی وہ مکمل طور پر حاصل نہیں ہو رہی، لیکن کچھ نہ کچھ منفعت باقی ہے تو اس کی وجہ سے اگر نئی اجرت جاری کرے تو یہ جائز ہے، جبکہ مستاجر اپنے حق فسخ سے دستبردار ہو جائے، یعنی اس کو فسخ کا حق تو ہے لیکن کر نہیں رہا بلکہ یہ کہتا ہے کہ چلو میں جاری رکھتا ہوں لیکن اجرت کم کر دو۔

ولا يستحق المؤجر أجرة عن مدة التوقف عن الانتفاع إلا إذا عوضها (بالاتفاق مع المستأجر) بمثلها

facebook.com/masimfarooq

اور موجر کو حق نہیں ہے کہ جتنے عرصہ وہ انتفاع سے متوقف رہے اس زمانہ کی اجرت وصول کرے الا یہ کہ اس نے متاجر کے اتفاق سے اس کو کوئی دوسری عین دیدی جس سے اس کا انتفاع جاری رہا، لیکن اس میں متاجر کا اتفاق ضروری ہے کیونکہ متاجر نے جو عین لی ہے وہ ایک متعین عین تھی، تو اس واسطے وہ اس پر مجبور نہیں ہے کہ موجر یہ کہے کہ بھئی میں کوئی دوسری عین لا دیتا ہے ہوں اس کو استعمال کرو، تو وہ اس کو قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے، کیونکہ یہاں اجارہ عین موصوفہ فی الذمہ پر نہیں ہے بلکہ عین معینہ پر ہے، لیکن اگر وہ راضی ہو جائے تو پھر تعویض میں دوسری چیز لے سکتا ہے۔

عقب انتهاء المدة المبنية في العقد. أما في الإجارة الموصوفة في الذمة فإن على المالك في حالتي الهلاك الكلي أو الجزئي تقديم عين بديلة ذات مواصفات مماثلة للعين الهالكة، ويستمر عقد الإيجار لباقي المدة إلا إذا تعذر البديل فينفسخ العقد (انظر البند 5/3)

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عرصہ تک متاجر عین معینہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکا، ایک مہینہ ایسا گذرا تو اس کی اجرت واجب نہ ہوئی تھی لیکن بعد میں جب مدۃ اجارہ ختم ہونے لگے تو وہ یہ کہے کہ میں اتنی مدت تمہیں انتفاع کیلئے دیتا ہوں، کیونکہ مرمت ہو گئی اور اس کے بعد عین ٹھیک ٹھاک ہو گئی، اس سے انتفاع بھی کیا جا سکتا ہے، تو مدت اجارہ مثلاً اکتیس دسمبر کو ختم ہو گئی تھی، تو اس نے کہا کہ میں اکتیس جنوری تک مزید آپ کے پاس چھوڑتا ہوں آپ استعمال کرتے رہیں تو یہ بھی متاجر کے اتفاق سے جائز ہے۔

لیکن اگر اجارہ موصوفہ فی الذمہ ہے تو موجر کے ذمہ واجب ہے کہ انہی مواصفات کی کوئی دوسری چیز لا کر متاجر کو دے۔

6/1/7 إذا توقف المستأجر عن استخدام العين أو أعادها إلى المالك دون موافقته، فإن الأجرة تستمر عن المدة الباقية، ولا يحق للمؤجر تأجير العين لمستأجر آخر في المدة الباقية، بل يتركها تحت تصرف المستأجر الحالي (انظر البند 1/2/7).

اگر متاجر استعمال عین سے رک جائے کہ میں اس کو استعمال نہیں کرتا اور اٹھا کر مالک کو دے گیا، مالک اس پر راضی نہیں ہے تو بھی اجرت جاری رہے گی، کیونکہ اس کا اپنا فعل ہے موجر کی طرف سے اس کو منفعت دی گئی ہے البتہ جب متاجر گھر پر چھوڑ گیا تو اب موجر کیلئے جائز نہیں کہ کسی اور کو اجارہ پر دیدے، کہ چلو بھئی ڈبل کام ہو گیا، دوسروں کو دینا جائز نہیں ہے۔

3/2/7 لا تنتهي الإجارة بوفاة أحد المتعاقدين، على أنه يجوز لورثة المستأجر فسخ العقد إذا اثبتوا أن أعباء العقد أصبحت بسبب وفاة مورثهم أثقل من أن تتحملها مواردهم أو أنها تجاوزت حدود حاجتهم.

یہ مسئلہ فقہاء کرام نے درمیاں مختلف فیہ ہے کہ احد المتعاقدین کے انتقال سے اجارہ فسخ ہوتا ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فسخ ہو جاتا ہے، یعنی فرض کرو کہ موجر کا انتقال ہو گیا تو اب نئے ورثہ

facebook.com/masimfarooq

آ گئے تو چونکہ ملکیت تبدیل ہوگئی ہے اس لئے نئے مالکوں کو حق ہے کہ وہ اجارہ کو باقی رکھیں یا ختم کر دیں، اسی طرح اگر مستاجر کا انتقال ہو جائے تو اس کے جو ورثہ ہیں وہ نئے مالک بن گئے وہ چاہیں تو باقی رکھیں اور چاہیں تو ختم کر دیں، اس لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ فسخ ہو جائیگا، لیکن جمہورؒ کہتے ہیں فسخ نہیں ہوگا بلکہ جاری رہے گا اور اپنی مدت پوری کریگا یہاں جمہورؒ کا مسلک اختیار کیا گیا ہے کہ اجارہ احد المتعاقدین کی وفات سے منتہی نہیں ہوتا، البتہ مستاجر کے ورثہ کو فسخ عقد کا حق حاصل ہوگا، جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ اس عقد کو باقی رکھنے کی ذمہ داریوں کا بوجھ وہ ان کے مورث کی وفات کی وجہ سے زیادہ بھاری ہو گیا ہے، اس سے کہ اس کے کرایہ کا ہم تحمل کر سکیں، ذریعہ آمدنی اس کے پاس نہیں ہے کہ وہ اس کو باقی رکھ سکیں، یا یہ کہ ان کو اب حاجت نہیں ہے، اور اس اجارہ کو باقی رکھنا ان کی حاجت سے زائد ہے اس صورت میں ان کو فسخ کا حق حاصل ہوگا۔

6/2/7 تنتهي الإجارة بانتهاء مدتها، ولكنها تبقي للعذر درءا للضرر؛ مثل تأخر بلوغ الأماكن المقصودة من استئجار وسائط النقل، وعدم نضج الزرع في الأرض المستأجرة للزراعة. وتستمر الإجارة حينئذ بأجرة المثل. ويجوز تجديد الإجارة لمدة أخرى بعدها، سواء حصل التجديد قبل انتهاء المدة الأصلية أم تلقائيا، وذلك بوضع نص في العقد بالتجديد عند دخول فترة جديدة إذا لم يتم الإشعار برغبة أحد الطرفين في عدم التجديد.

یہ معروف مسئلہ ہے جو فقہاءؒ نے بیان فرمایا ہے ویسے تو مدت اجارہ کے ختم پر اجارہ ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی عذر ایسا پیش آ جائے کہ مستاجر کیلئے اس عین کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو اس ضرورت کے بقدر اجارہ کو باقی سمجھا جائیگا، مثل تاخر بنوک الاماکن المقصودۃ من استیجار وسائل النقد۔۔۔الخ مثلاً نقل و حمل کیلئے تین دن کے واسطے ایک کار کرایہ پر لی تھی اور خیال تھا کہ ہم تین دن میں منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے یا وہاں سے واپس آ جائیں گے، یہاں اس کو واپس کر دیں گے، اتفاق سے کسی وجہ سے پہنچنے میں دیر ہو گئی اور ابھی راستہ یا جنگل میں ہیں اور ابھی مدت اجرہ ختم ہو گیا تو پہنچنے تک عقد اجارہ باقی رہے گا، لیکن عقد اجارہ میں اجرت اجرت مثل ہوگی اجرت متعینہ نہیں ہوگی کیونکہ موجر و مستاجر اجرت معینہ پر مخصوص مدت تک کیلئے راضی ہوئے تھی اب اس سے زائد پر راضی ہونا خود بخود فرض نہیں کیا جائیگا، لہذا یہاں اجرت مثل واجب ہوگی، فقہاء کرامؒ نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ کسی نے سفینہ کو کرایہ پر لیا اور ابھی وسط بحر میں ہیں کہ مدت اجارہ ختم ہو گئی تو اس صورت میں اجارہ باقی رہے گا۔

وعد م نضج الزرع فی الارض...الخ

زمین کاشت کے واسطے کرایہ پر لی تھی اور اس میں کھیتی لگائی اب کھیتی پکی نہیں تھی کہ اجارہ کی مدت مکمل ہو گئی، مدت اجارہ ختم ہو گئی تو کھیتی کے پکنے تک انتظار کیا جائے گا اور یہ بھی جائز ہے کہ باہمی رضامندی سے تجدید کر لیں، چاہے کہ مدت اصلیہ پوری ہونے کے بعد تجدید کر لیں یا پہلے سے طے کر لیں

facebook.com/masimfarooq

کہ چھ مہینے کے بعد خود بخود تجدید ہو جائے گی "تلقائیا" کے معنی خود بخود "وذلک بوضع نص في العقد" یعنی اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ اصل عقد کے اندر لکھدیا جائے کہ اگر فریقین میں سے کسی ایک نے عدم تجدید کی رغبت ظاہر نہ کی تو سمجھا جائے کہ اجارہ خود بخود یعنی اس کی تجدید ہو گئی۔

تمليك العين المؤجرة في الإجارة المنتهية بالتمليك

اب تک احکام مطلق اجارہ کے تھے اب اجارہ منتہیہ بالتملیک کے احکام ہیں جیسا کی میں نے البیع الآجری میں عرض کیا تھا اور اسمیں فرق ہے تو اجارہ میں منتہیہ بالتملیک ضروری ہے کہ جو تملیک واقع ہو وہ انتہائے مدت اجارہ کے بعد نئے عقد سے ہو خود بخود بیع میں تبدیل نہ ہوا اسمیں ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے۔

(أ) وعد البيع بثمن رمزي، أو بثمن حقيقي، أو بتعجيل أجرة المدة الباقية، أو بسعر السوق.

یعنی اجارہ پر دیا اور اجارہ میں تملیک کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن پھر ایک مستقل وعدہ کا ایک ورقہ دے دیا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ نے اجارہ کی مدت پوری کر دی اور تمام شرائط عقد کی پوری کیں تو میں آپکو یہ بیع کر دوں گا ایک روپے میں اور ثمن رمزی کا معنی ہے ٹوکن پرائس یعنی علامتی قیمت معمولی سی قیمت ایک دو یا دس روپے یا ثمن حقیقی کے ساتھ وعدہ کرے یا باقی مدتوں کی قسطوں کی تاجیل کے ذریعہ یعنی یہ کہے کہ اگر تم مجھے باقی مدتوں کی اقساط پہلے دے دو تو وہ ثمن بن جائیں گی اس وقت بیع کی یعنی مثلاً اجارہ تھا پانچ سال کا تو اس نے وعدہ کر لیا کہ اس پانچ سال کے دوران جب بھی تم میرے پاس باقی مدت اجارہ کی اجرت لے آؤ گے تو میں اسکو ثمن بنا کر تمہیں اس وقت بیع کر دوں گا لہذا فرض کرو کہ دو سال کے بعد وہ آیا اور تین سال کی اجرت اسکے ذمہ جو باقی تھی وہ اٹھا کر لے آیا کہتا ہے کہ تین سال کی اجرت باقی ہے یہ میں اسکے عوض عین خریدنا چاہتا ہوں تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہاں میں اس صورت میں تم کو بیع کرتا ہوں اوبسعر السوق یا میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو بھی اس وقت بازاری قیمت ہو گی اسکے حساب سے تمہیں فروخت کر دوں گا تو یہ بیع کا وعدہ ان چاروں صورتوں میں ہو سکتا ہے:

۱۔ ثمن رمزی سے بھی

۲۔ ثمن حقیقی سے بھی

۳۔ ثمن تاجیل اقساط کے ساتھ بھی

۴۔ اور جو اس وقت بازاری قیمت ہو اس پر بھی

لیکن یہ وعدہ کا حاصل یہ ہوا کہ موجر کے اوپر لازم ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق فروخت کرے لیکن مشتری پر لازم نہیں کہ وہ ضرور خریدے چاہے، خریدے چاہے نہ خریدے اس لیے اس کا حکم عقد کا نہیں ہے۔ اس واسطہ صفقہ فی الصفقہ نہیں بنا۔ پہلی بات تو یہ کہ عقد میں شرط نہیں ہے نہ یہ بذات خود مستقل عقد ہے بلکہ یہ ایک وعدہ ہے ایک جانب سے کہ ایک جانب پر لازم ہے ایک جانب پر لازم نہیں تو اس واسطے

facebook.com/masimfarooq

اس پر احکام عقد کے نہیں ہیں۔

ب-وعده بالهبه:

پہلی صورت وعد بالہبہ کی ہے کہ وہ ہبہ کا وعدہ کرے کہہ دے کہ بھائی اگر تم ساری اقساط پوری کر دو تو آخر میں جا کر تم کو ہبہ کر دوں گا۔

(ج) عقد هبة معلق على شرط سداد الأقساط.

تیسرا ہے عقد ہبہ معلق علی شرط سداد الاقساط، کہ عقدِ ہبہ جو معلق ہو اقساط کی ادائیگی کی شرط پر اگر تم نے اقساط کی ادائیگی کی تو میں ابھی سے ہبہ کرتا ہوں ہبہ تعلیق کو قبول کرتا ہے لیکن بیع تعلیق کو قبول نہیں کرتی اس لیے کہ یہ عقد معاوضہ نہیں ہے بلکہ عقد تبرع ہے تو عقد تبرعات مضاف الی المستقبل بھی ہو سکتے ہیں اور معلق بھی ہو سکتے ہیں تو ابھی سے ہبہ کر دے، فرق سمجھیے کہ وعدہ بالہبہ میں کہہ رہا ہے کہ میں ہبہ کر دوں گا۔ اور عقد ہبہ معلق کے معنی یہ ہیں کہ ابھی ہبہ کر رہا ہے لیکن ہبہ معلق ہے اس شرط کے ساتھ کہ کہ تم اقساط پوری کر و تو یہ طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔

وفي حالات إصدار وعد بالهبة أو وعد بالبيع أو عقد هبة معلق بمستندات مستقلة لا يجوز أن يذكر أنها جزء لا يتجزأ من عقد الإجارة المنتهية بالتمليك.

بعض حیلہ یہ کرتے ہیں کہ پرچہ تو بنالیا ابھی وعدہ کا یعنی عقد اجارہ کا حصہ نہیں ہے عقد اجارہ میں کوئی ذکر نہیں ہے وعدہ بالبیع یا وعدہ بالہبہ وغیرہ کا لیکن وعدہ بالوفا کا جو کاغذ ہے اس میں ساتھ میں لکھ دیا کہ یہ جزءلایتجزّیٰ سمجھا جائے گا عقد اجارہ کا تو یہ کہہ رہے ہیں کہ جب وعدہ صادر کیا گیا ہو ہبہ کا یا وعدہ بالبیع ہو یا عقد ہبہ معلق ہو بمستندات مستقلۃ تو ان کاغذات میں یہ ذکر کرنا جائز نہیں ہو گا کہ یہ جز لایتجزیٰ ہے عقد اجارہ منتھیۃ بالتملیک کا۔

جس طرح یہ وعد ہوتا ہے موجر کی طرف سے کہ میں تم کو بیع کر دوں گا یا ہبہ کر دوں گا اسی طرح ایک وعدہ عام طور سے مروجہ اجاروں میں مشتری دیتا ہے کیونکہ اجارہ منتہیہ بالتملیک کے اندر ہوتا یہ ہے کہ وہ عین مستاجر ہی کے کہنے پر خریدی جاتی ہے، اس کے فائدے کیلئے خریدی جاتی ہے (بیچ میں کسی وجہ سے عقد فسخ ہو گیا) تو اب موجر یہ کہتا ہے کہ تم نے تعدی کی ہے اس سے عقد فسخ ہو گیا ہے، تم نے کرایہ پورا نہیں دیا، وغیرہ وغیرہ تو اب سارا کا سارا کیسے اٹھائے پھریں گے کیونکہ یہ تو ہم نے آپ ہی کے کہنے پر منگوایا تھا ہم کہاں اس کو بیچیں گے لہذا کوئی صورت ایسی ہونی چاہیے جس کے نتیجے میں ہم اس ذمہ داری سے بچیں، اس کا حل یہ نکالا ہے کہ مشتری یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر میری کسی تقصیر کی وجہ سے عقد فسخ ہو گیا تو میں اس کے خریدنے کا پابند ہوں، بجائے اس کے کہ آپ بازار میں بیچیں اور گاہک تلاش کریں میں اس کے خریدنے کا وعدہ کرتا ہوں، اور اس کی قیمت کا تعین بھی درحقیقت باقی ماندہ اقساط کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے تو اس میں مشتری خریدنے کا

facebook.com/masimfarooq

اور بائع بیچنے کا پابند ہے، چنانچہ اگر اس کو دوسری قیمت کہیں اور سے مل جائے تو اس کو بیچ سکتا ہے، تو یہ دو مخالف جہتوں کے وعدے ہوتے ہیں، بائع کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ اگر تم نے پورا کام کر دیا تو میں تمہیں بیچ دوں گا، مشتری کی طرف سے یہ وعدہ ہوتا ہے کہ اگر میری کسی تقصیر کی وجہ سے عقد فسخ ہو گیا، تو میں خرید لوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ بات ہو کہ جزلایتجزی من العقد نہ ہو۔

5/8 إذا كانت العين المؤجرة مشتراة من المستأجر قبل إجارتها إليه إجارة منتهية بالتمليك فلابد لتجنب عقد العينة من مضى مدة تتغير فيها العين المؤجرة أو قيمتها ما بين عقد الإجارة وموعد بيعها إلى المستأجر.

مسئلہ یہ ہے کہ اس میں بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کوئی عین مالک سے خرید کر مالک کو اجارہ پر دی جاتی ہے، یہ عام طور سے اس موقع پر کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے کارخانہ لگایا، اس میں مشینری لا کر فٹ کر دی اب کارخانہ صحیح نہیں چل رہا، یا چل رہا ہے لیکن اس کو پیسوں کی ضرورت پیش آئی ہے کہ مجھے کسی طریقہ سے پیسے مل جائیں، تو اپنی مشینری کو وہ بیچ دیتا ہے، تو اس کی ملکیت آپ کی طرف میں بیع کے ذریعہ منتقل کرتا ہوں، تو آپ مجھے اس کو دوبارہ اجارہ پر دیں میں اس کو اجارہ پر رکھوں گا، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یک مشت رقم مل جاتی ہے اور پھر اجارہ چلتا رہتا ہے اگر یہ اجارہ عادیہ ہو تب تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن اگر یہ منتہیہ بالتملیک کہ اسی مالک سے خریدا تھا اسی کو کرایہ پر دیا تھا اور بالآخر اسی کی طرف تملیکاً لوٹ کر جائیگا تو اس میں اتنی مدت گذرنا ضروری ہے تملیک ثانی اور اول میں کہ جتنی مدت میں قیمتیں بازار میں بدل جاتی ہیں تاکہ عینہ لازم نہ آئے، کیونکہ ایک آدمی سے خرید کر اسی کو بیچ دینا عینہ ہے، اگر اجارہ منتہیہ بالتملیک ہو اور مدت تھوڑی ہو مثلاً کہا کہ ایک مہینے بعد واپس کر دوں گا، تو یہ عینہ ہو گا، لیکن اگر اتنی مدت گذر جائے کہ جس میں بازار میں قیمتیں بدل جاتی ہیں تو اس صورت میں عینہ لازم نہیں آئیگا۔ یہاں تو تعین نہیں کیا لیکن عام طور سے سال کا وقت دیتے ہیں کہ دونوں کے درمیان ایک سال کا وقت ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے عام طور پر کہ ایک شخص مثلاً سعودی عرب میں کاوبار کرتا ہے یہ مسئلہ مغربی ممالک میں بہت پیش آتا ہے وہ مکان خریدنے کیلئے سودی قرضہ لیتا ہے، اب اس نے پہلے سودی قرضہ لے رکھا ہے، اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو توبہ کی توفیق دی تو وہ اب اپنے فعل پر نادم ہے، وہ چاہتا ہے کہ بجائے اس کے مثلاً میں بیس سال تک (کیونکہ عام طور سے لمبی چوڑی مدت کیلئے سود لیتے ہیں) سود ادا کرتا رہوں، اور اس گناہ میں مبتلا رہوں تو کوئی شکل ایسی ہو جس سے میں آئندہ کیلئے دستبردار ہو جاؤں اور آئندہ کیلئے مسئلہ درست ہو جائے، اس صورت میں ہم یہ طریقہ تجویز کرتے ہیں کہ وہ یہ کرے کہ جو مکان اس کی ملکیت ہے اگر رہن رکھا ہوا ہے، وہ بینک کو فروخت کر دے، اور فروختگی سے جو قیمت حاصل ہو اس سے اپنے واجبات ادا کرے پھر بینک اس کو کرایہ پر دے، اب جو ادائیگی بینک کو کرے گا وہ اجرتِ منفعت ہو گی سود نہیں ہو گا خوب سمجھ لو تو اس طریقہ سے اس کا حل

facebook.com/masimfarooq

ہو جائیگا،اسی طرح اگر کسی شخص نے کارخانہ یا مشینری لگائی ہے اور کروڑوں روپیہ بینکوں سے سود پر لیا ہے اب اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی تو کیا اس کیلئے کوئی مخلص ہے ؟تو مخلص اس کیلئے یہ ہے کہ اگر کوئی اسلامی ادارہ ہے تو وہ اس کو خریدے اور پھر اس کو کرایہ پر دے۔

8/8 إذا هلكت العين المؤجرة أو تعذر استمرار عقد الإجارة إلى نهاية مدته من دون تسبب من المستأجر في الحالتين، فإنه يرجع إلى أجرة المثل، ويرد إلى المستأجر الفرق بين أجرة المثل والأجرة المحددة في العقد إذا كانت أكثر من أجرة المثل؛ وذلك دفعا للضرر عن المستأجر الذي رضي بزيادة الأجرة عن أجرة المثل في مقابلة الوعد له بالتمليك في نهاية مدة الإجارة.

اب یہ بند در حقیقت ۱۱ ؍ اسے استثناء ہے یہ اس کے ساتھ تضاد رکھتا ہے اور یہ بھی وہ ہے جو اکثریت کی بنیاد پر رکھا گیا ہے، میں ابھی تک اس پر صحیح طرح منشرح نہیں ہوں، وہ یہ کہ عین موجرہ متاجر کی تعدی کے بغیر ہلاک ہو گیا، یا اجارہ کسی اور وجہ سے فسخ ہو گیا، جس میں متاجر کی کسی تعدی یا نقصان کو دخل نہیں تھا تو اب کہتے ہیں کہ جتنی اجرت اس نے موجر کو ادا کی ہے موجر اس میں سے اجرت مثل سے زائد ادا کرے گا جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اجارہ منتہیہ بالتملیک ہوتا ہے اسکے اندر اجرت عام طور سے بازاری ہی ہوتی ہے مثلاً وہی مکان اگر ہم کرائے پر لیتے تو کم اجرت پر ملتا لیکن اس صورت میں زیادہ اجرت پر مل رہا ہے کیونکہ آخر میں جاکر تملیک ہوتی ہے اسی طریقہ سے کوئی کار ہے اس میں اجرت زیادہ ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ چونکہ وہ راضی ہوا تھا زیادہ اجرت پر اس وجہ سے یہ عقد اجارہ ختم ہونے کے بعد پھر میں اسکا مالک بنوں گا لیکن بیچ میں اجارہ ختم ہو گیا اور اسمیں اسکے اپنے عمل کا دخل نہیں ہے تو اس صورت میں کہتے ہیں کہ اسکو اجرت مثل سے زائد جو ادائیگی ہوئی ہے وہ موجر پر لوٹانا لازم ہے یہ اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ جو مرابحہ کے اندر علامہ شامیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مرابحہ مدت سے پہلے مشتری ادا کردے تو ما مضی من الایام کے حساب سے ربوالیا جائے گا اور پورا نہیں ہو گا اسی بنیاد پر یہ بھی کہا گیا ہے البتہ اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ تم نے اجرت مثل سے تجاوز کیا تھا اور تملک عین کی بنیاد پر کیا تھا تملک عین عقد کا تو حصہ تھا نہیں اسکی بنیاد پر تم نے زیادہ کیوں کیا؟ تم جانو لیکن احکام اسکے اوپر اجارہ ہی کے عائد ہونگے تو جتنی اجرت گئی وہ متوقع مدت ہی کی اجرت سمجھی جائے گی یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ بھائی وہ کم کیا جائے۔

اس واسطے مجھے اس میں تامل ہے اسمیں دو اصول جاری کیے ہیں: ایک تو حنفیہ کا وہ اور مالکیہ کا وضع الجوائح والا کہ جیسے درخت کے اوپر پھل لگا ہوا تھا وہ خریدا اور خرید کر مشتری نے درخت ہی پر چھوڑ دیا تو اب اگر وہ ہلاک ہو جائے تو امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ اگر ثلث سے زیادہ ہلاک ہو گیا تو بائع ضامن ہو گا تو وضع الجوائح اور اس بنیاد پر انہوں نے یہ رکھا ہے باقی مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

فقد تمت ''الاجارۃ والاجارۃ المنتھیۃ التملیك'' بفضل اللہ تعالیٰ وھو خیر الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (10)

السلم والسلم الموازي

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلم کی حکمت بھی در حقیقت تمویل ہی ہے کہ زراعت پیشہ افراد کو پیسوں کی ضرورت پیش آتی تھی تو سلم کا طریقہ اختیار کیا جانے لگا، مرابحہ واجارہ وغیرہ اصلاً تمویل کے لیے نہیں، بلکہ آج کل انہیں تمویل کے لیے بنادیا گیاہے، لیکن سلم تو اصلاً ہی صیغۂ تمویل ہے۔

مذکرة التفاهم: باہمی مفاہمت کی یادداشت۔

ويجوز أيضاً أن يكون منفعة عامة لعين معينة كسكنى الدار أو الانتفاع بطائرة أو باخرة لمدة محددة، ويعتبر تسليم العين التي في محل المنفعة قبضا معجلا لرأس المال.

یعنی کوئی منفعت بھی راس المال بن سکتی ہے، یہ شوافع کے نزدیک ہے، حنفیہ کے نزدیک منفعت راس المال نہیں بن سکتی۔

ويجوز تأخيره ليومين أو ثلاثة: حنفیہؒ، شافعیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک سلم کے جواز کے لیے مجلس عقد میں راس المال پر قبضہ شرط ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک اگر سلم کی مدت طویل ہے تو مجلس عقد کے بعد راس المال پر قبضہ تین دن تک مؤخر ہو سکتا ہے تو مالکیہؒ کے مذہب کو اختیار کیا گیا ہے، کیونکہ آج کل مؤسسات کا معاملہ چیکوں کے ذریعہ ہوتاہے اور اس میں تین دن سے کم میں وصولی ممکن ہی نہیں ہوتی۔

بعلامات تجارية: یعنی ٹریڈ مارک وغیرہ کے ذریعہ ممتاز ہوتی ہے۔

ومواصفات قياسية:

یعنی گریڈ کے حساب سے معیار مقرر کئے ہوئے ہوتے ہیں، مثلاً گریڈ اے ون، گریڈ بی وغیرہ۔

والأثريات: یعنی پرانی چیزیں کہ جن کی قیمتیں زمانہ گزرنے کی بناءپر بڑھ جاتی ہیں، جیسے آثارِ قدیمہ۔

يشترط أن يكون المسلم فيه عام الوجود: حنفیہؒ وقتِ عقد سے لے کر حلول اجل تک مسلم فیہ کا بازار میں موجود ہونا ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک عام الوجود کا معنی یہ ہے کہ حلول اجل کے وقت اس کا پایا جانا ممکن ہو تو جائز ہے تو اسی قول کو اختیار کیا گیا اور امداد الفتاویٰ میں بھی حضرت تھانویؒ نے ایسے معاملات میں دوسرے مذہب پر فتاوی دیے ہیں۔

استبدال المسلم فيه:

سلم تو گندم میں ہوا تھا، لیکن حلول اجل سے پہلے یہ طے ہو گیا کہ گندم کے بدلے "جو" دیدو تو کیا حکم ہے؟

مالکیہؒ کے نزدیک غالباً حلول اجل سے پہلے بھی جائز ہے۔

دیگر أئمہؒ کے نزدیک حلول اجل سے پہلے جائز نہیں، البتہ عقد میں شرط لگائے بغیر حلول اجل کے بعد جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ غیر نقد میں ہو یعنی وہ بدل راس المال کے علاوہ ہو، اسی کی جنس میں

facebook.com/masimfarooq

سے نہ ہو۔

لا يجوز الشرط الجزائي: یہ شرط لگانا کہ اگر تاریخ مقررہ پر ادائیگی نہ کی گئی تو ثمن میں اتنی کمی ہو جائے گی تو یہ سلم میں جائز نہیں ہے۔

السلم الموازي:

مؤسسات اگر سلم کا طریقہ تمویل اختیار کریں تو سیدھا طریقہ تو یہ ہے کہ مؤسسہ رب السلم (مشتری) بنے اور پھر جو چیز یعنی گندم وغیرہ آئے، اسے مارکیٹ میں بیچ دے۔

لیکن مؤسسات کو تو بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ بہت سارے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، اب ساری گندم، لوہا، چاول وغیرہ ان کے گودام میں آکر جمع ہو جائے گا تو مشکل ہے تو اب وہ یہ کرتے ہیں کہ اپنا عقد سلم کرنے کے بعد ایک اور گاہک سے عقد سلم کر لیتے ہیں کہ جس میں مؤسسہ مسلم الیہ (بائع) بن جاتا ہے اور وہ تیسرا شخص رب السلم (مشتری) بن جاتا ہے تو یہ سلم موازی ہے اور یہ سلم رب السلم بھی کر سکتا ہے اور مسلم الیہ بھی کر سکتا ہے، دونوں کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

اور اس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ سلم موازی اور اصل سلم میں سے کسی کی کوئی بات دوسری سلم پر معلق نہ ہو۔

اور اگر ایک سلم کا معاملہ فسخ ہو جائے تو دوسرے پر اس کا اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح سلم اول والے کو اپنے مال پر قبضہ کرنا ضروری ہے، اس کے بعد سلم موازی والے کو حوالہ کرے گا، اس سے پہلے نہیں کر سکتا اور عام طور پر بینکار اس کو سمجھتے نہیں ہیں، بلکہ ربط کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

کمپنی کے شیئرز میں سلم: ایک بات اور قابل غور ہے کہ کمپنی کے شیئرز میں سلم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دونوں پہلو نظر آتے ہیں۔

عدم جواز کا پہلو:

کہ کسی کمپنی کے شیئرز کو کسی خاص کھیت یا کسی خاص باغ کے پھل پر قیاس کیا جائے اور یہ خاص کرنے میں سلم جائز نہیں ہوتی لہٰذا خاص کمپنی کے شیئرز میں سلم جائز نہیں۔

جواز کا پہلو:

ابھی پڑھا ہے کہ ایک کمپنی کے ایک معروف برانڈ پر سلم ہو سکتی ہے، مثلاً باوجود مخصوص کمپنی ہونے کے لپٹن چائے پر سلم کی، چونکہ پیداوار عام ہے اور اس کو کسی معین باغ سے مشابہت نہیں دیتے تو اب جب لپٹن کی چائے پر سلم جائز ہے تو اس کے شیئرز پر کیوں جائز نہیں۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ کمپنیاں صرف لپٹن تو نہیں، بلکہ بے شمار چھوٹی چھوٹی کمپنیاں ہیں کہ

facebook.com/masimfarooq

معلوم نہیں کب بند ہو جائیں تو یہ کسی خاص معین باغ کے مشابہ ہو جائیں گے تو ہم بالکل معین نہیں کر سکتے کہ کس کمپنی کے شیئرز میں سلم جائز ہے اور کس کمپنی کے شیئرز میں جائز نہیں۔

دوسرا اہم پہلو: شیئرز قیمیات میں سے ہے، عددیاتِ متقاربہ (مثلیات) میں سے تو نہیں ہے اور اس کی قیمت ہر لمحے بدلتی رہتی ہے اور قیمیات میں سلم جائز نہیں ہے، لہٰذا شیئرز میں بھی سلم جائز نہیں۔ اور یہ اہم پہلو ہے۔

اور ویسے بھی سیاسۃ اقتضائیۃ اسلامیۃ کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ پتہ نہیں اس سے سٹہ بازی اور سود کے کتنے دروازے کھل جائیں گے۔

اس پر مجلس میں خوب بحث ہوئی تھی اور دونوں طرف آراء تھیں اور اختلاف بہت شدید تھا تو اسلئے اس کو اس معیار میں شامل نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو مؤخر کر دیا گیا۔

فقد تمت ''السلم و السلم المتوازي'' بفضل الله تعالیٰ وهو خير الموفق و المعين

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (11)

الاستصناع والاستصناع الموازي

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احناف ؒ کے نزدیک یہ عقد مثل بیع ہے، مستصنع مشتری اور صانع {buyer} ہے، باقی ائمہ کے نزدیک یہ عقد نہیں ہے بلکہ وعدہ ہے جو لازم نہیں ہوتا۔

احناف ؒ میں اختلاف: طرفین رحمہااللہ کے نزدیک بیع تو ہو جاتی ہے لیکن چونکہ مشتری نے اسے دیکھا نہیں ہے اس لئے اس کو خیار رؤیۃ حاصل ہو گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ: اگر مستصنع وہ شی طے شدہ مواصفات کے مطابق بنا کر لایا ہے تو اس کو کوئی اختیار نہیں ملے گا، خلافت عثمانیہ کے آخری دور میں جب مجلہ مرتب کیا گیا، جس میں علامہ شامیؒ کے پوتے بھی موجود تھے، اس میں سب نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہی فتوی دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل صانع کو بہت زیادہ خرچہ کرنا پڑتا ہے اگر مستصنع کو رد کا اختیار دیا جائے تو اس میں صانع کا بہت ضرر ہے۔

استصناع اور اجارہ:

آجکل دو قسم کے عقد ہوتے ہیں:

۱۔ ٹھیکہ دیا کہ سارا مکان تم تیار کرو باقی سامان سب کا سب مستصنع کا ہے تو یہ اجارہ ہے۔

۲۔ سامان بھی ٹھیکہ دار کا اور عمل بھی ٹھیکہ دار کا ہے تو اس کو استصناع کہیں گے۔

یہ استصناع عام قواعد بیع سے مستثنی ہے، کیونکہ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ بیع قبل وجود الشی جائز نہیں ہے، اور یہاں بیع اس طرح ہو رہی ہے لیکن اس کی اجازت استحساناً لحاجات الناس دی گئی ہے اور اس پر استدلال نبی کریم ﷺ کے استصناع المنبر سے کیا گیا ہے۔

سلم اور استصناع میں فرق: سلم میں بھی مبیع موجود نہیں ہوتی البتہ وہاں راس المال پہلے دینا ضروری ہے جبکہ استصناع میں پہلے یا بعد کی کوئی قید نہیں ہوتی، کیونکہ استصناع میں اجارہ اور بیع سلم دونوں کی مشابہتیں پائی جاتی ہیں، اگر سلم کو دیکھیں تو تعجیل ثمن ہونا چاہیے اور اگر اجارہ کو دیکھیں تو تعجیل شرط نہیں ہونی چاہیے، تو حاجات الناس کی بنا پر تعجیل کو شرط قرار نہیں دیا گیا۔

استصناع میں مؤسسہ کا کردار:

ایک شخص کو مکان بنوانا ہے لیکن اس کے پاس پیسے نہیں ہیں اب مروجہ طریقہ تو سود پر قرض لینے کا ہے، مؤسسہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ عمیل کو مکان بنانے میں آسانی ہو، اب عمیل مستصنع بن جائے اور مؤسسہ صانع بن کر قیمت طے کر لے اور چونکہ تعجیل ضروری نہیں لہذا اقساط مقرر ہو سکتے ہیں، اب مؤسسہ چونکہ خود تو ٹھیکہ داری نہیں کرتا، اس لئے وہ کسی اور سے استصناع موازی کرتا ہے، اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ ایک عقد دوسرے سے مربوط نہ ہو اور ایک کے فسخ ہونے سے دوسرے پر کوئی اثر نہ پڑے، فقہاء

facebook.com/masimfarooq

احناف نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ صانع پر یہ ضروری نہیں کہ وہ خود ہی تیار کرے بلکہ وہ کسی اور سے بھی تیار کرواسکتا ہے، اس لئے گنجائش نکل آئی۔

يجوز أن تستفيد المؤسسة من عرض الأسعار :

اب یہاں بھی مرابحہ کا طریقہ ہوتا ہے کہ عمیل جس ٹھیکہ دار سے مال بنوانا چاہتا ہے اس کے نرخ نامہ لاکر مؤسسہ کو پیش کردیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ پہلے سے عمیل اور ٹھیکہ دار میں کوئی معاملہ نہ ہوا ہو۔

حتى لو تم ذلك عن طريق المناقصة:

چاہے وہ مناقصہ ہو یعنی ٹینڈر طلب کرتے ہی کہا گیا ہو کہ ٹینڈر طلب کرکے فیصلہ اس کمپنی کے حق میں کیا، کہ جو مستصنع ہے وہ مستصنع ہی کی مملوکہ ہوگی یا تو پوری ہوگی یا آدھی یا کم از کم تہائی ہوگی۔

كما لا يختص المستصنع بملكية المواد القائمة لدى الصانع :

یعنی جو خام مال صانع نے لاکر رکھا اس پر مستصنع کی ملکیت ثابت نہیں ہوئی الا یہ کہ صانع نے یہ وعدہ کیا ہو کہ اس مال کو صرف تمہارے کام میں لگاؤں گا۔

وفي المدة المتفق عليها، أو في المدة المناسبة:

حنفیہؒ کے نزدیک استعجال کیلئے مدت مقرر ہو سکتی ہے، تعجیل کیلئے نہیں، یعنی مشتری تو مقرر کرسکتا ہے کہ فلاں تاریخ تک مجھے دیدینا لیکن صانع مدت مقرر نہیں کرسکتا۔

يجوز تحديد مدة لضمان عيوب التصنيع:

یعنی تیاری کے جو عیوب ہیں ان کی ضمانت لے، اس سے گارنٹی مراد ہے۔

يجوز الاستصناع في المباني :

یعنی تعمیرات کیلئے استصناع کسی ارض معینہ پر بھی ہو سکتا ہے۔

ثمن الاستصناع: استصناع کی قیمت مقرر ہونی ضروری ہے اور منفعت بھی استصناع کا ثمن بن سکتی ہے، تو اب ایک عقد معروف ہے جسے B O T کہتے ہیں، یعنی build operate transfer یعنی حکومت کو مثلاً ہائی وے بنانے کی ضرورت ہے اب یہ ایک خاص انداز سے بنائے جاتے ہیں، حکومت کسی کمپنی کو ٹھیکہ دیتی ہے کہ تم اپنے پیسوں سے بناؤ اور اس کام کے بدلے میں ہائی وے کی منفعت تمہاری ہے کہ تم خود اسے استعمال کرنے کا حق رکھتے ہو، اور اس کے اوپر سے گذرنے والوں سے کرایہ وصول کرنا بیس سال تک مثلاً تمہارا حق ہے وغیرہ، اس کے بعد یہ ہائی وے میرے پاس چھوڑ کر چلے جاؤ، تو بناؤ، چلاؤ، ہماری طرف منتقل کردو، یہ تین چیزیں ہوئیں، تو اولاً تو کمپنی کیساتھ استصناع ہے، اس میں قیمت اس کی منفعت مقرر کردی گئی ہے، اس پر مکمل بحث مقالہ ''عقود البناء والتشغیل'' میں موجود ہے، اس میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ قفیز

facebook.com/masimfarooq

الطحان کے مشابہ ہے، یہ مقالہ میں نے سعودیہ کے ایک کانفرنس میں بڑے بڑے علماء کی موجودگی میں پیش کیا تھا، اب یہ چھپا نہیں ہے۔

في حال منح الجهات الرسمية عقود امتياز نظير الانتفاع بالمشروع لمدة معينة:

عقود امتیاز اس کو concession contract کہتے ہیں، کہ بہت سے کام جو اصل حکومت کے کرنے ہوتے ہیں مثلاً نہر بنانا ہائی وے بنانا، تو وہ یہ حق کسی کمپنی کو دے کر کہتی ہے کہ اس کے بنانے کا حق میں نے تمہیں دیدیا، ہم نہیں تم بھی یہ کام کر سکتے ہو، لہذا اجازت ہے، اس کی بھی بے شمار صورتیں ہیں جن میں ایک صورت B O T بھی ہے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ بی او ٹی ہی عقد امتیاز ہے یہ غلط فہمی ہے۔

ويجوز ربط الأقساط بمراحل الإنجاز :

یعنی پروجیکٹ کے مکمل ہونے کے مراحل مقرر کیے جائیں۔

ولا مانع من التفاوض على عروض متعددة:

یعنی مختلف کوٹیشنز پر بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں، مثلا ایک مہینے میں دوگے تو اتنے پیسے ہیں، دو مہینے میں اتنے ہیں وغیرہ، یہ بات چیت کر سکتے ہیں، لیکن مدت عقد میں کسی ایک کو متعین کرنا ضروری ہے۔

إيقاف السحب من الأرصدة :

ایقاف کا معنی ہے موقوف کرنا، سحب معنی رقم نکالنا، ارصدۃ رصید کی جمع ہے جس کا معنی اکاؤنٹ ہے یعنی بطور ضمانت اکاؤنٹ منجمد کردے کہ آپ پیسے نہیں نکال سکتے، یہ بھی ضمانت ہوسکتی ہے۔

فيجوز إذا كان غير مشترط في العقد:

کیونکہ اگر عقد میں شرط ہو تو یہ ضع وتعجل کے قبیل سے ہوگا جو راجح قول کے مطابق جائز نہیں ہے۔

إذا وجدت ظروف طارئة :

ایسی چیزیں جن کے بنانے میں کافی وقت لگتا ہے مثلاً بلڈنگ وغیرہ تو قیمت اسی وقت کے لحاظ سے مقرر کریں گے، پھر اچانک ایسے حالات پیش آگئے مثلاً سیمنٹ مہنگا ہوگیا یا کوئی اور حالات پیش آئے تو باہمی رضامندی سے ثمن میں کمی یا زیادتی کی جاسکتی ہے، اور اگر کچھ کام ہوچکا ہے اور فسخ کرنے میں صانع کو نقصان ہے تو اب یا تو تحکیم کے ذریعہ فیصلہ کرواکے قیمت طے کرلے، یا پھر عدالت سے رجوع کرلے۔

يجوز الاستصناع لإتمام مشروع:

یعنی کسی صانع نے کام شروع کیا مگر کام ادھورا تھا کہ معاملہ ختم ہوگیا، تو اب وہاں تک کا حساب کرکے نئے صانع سے آگے کے مرحلے کا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔

مشروع: یعنی منصوبہ۔

facebook.com/masimfarooq

يجوز النص على حق المستصنع :

ایک صانع سے کام شروع کروایا اور اس نے بیچ میں کام روک دیا اور دوبارہ شروع کرنے میں تاخیر کر رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کا نقصان مستصنع کو پہنچتا ہے تو مستصنع صانع کے خرچہ پر کسی اور صانع سے کام کرواسکتا ہے، لیکن اس میں ضروری ہے کہ یہ بات عقد استصناع میں صراحۃ بیان کی گئی ہو۔

3/2/4 يجوز النص على حق المستصنع في تنفيذ الاستصناع على حساب الصانع في حال امتناعه عن التنفيذ أو الإتمام خلال مدة محددة تبدأ منذ التوقف عن العمل في حالة استصناع مبان أو منشآت على أرض المستصنع.

اولا سرکاری قوانین کے مطابق نقشہ بنادیا گیا لیکن بعد میں قوانین یا پابندیوں کی تبدیلی کی بناء پر صانع کا خرچہ زیادہ ہو گیا تو اسکا خرچہ صانع برداشت نہیں کرے گا، بلکہ یہ مستصنع پر ہو گا۔

جهات مختصه کا معنی ہے سرکاری ادارے۔

1/5 يجوز للمؤسسة بصفتها مستصنعا أن توكل مكتبا فنيا للنيابة عنها بموافقة الصانع للتحقق من التقيد بالمواصفات المشروطة، والموافقة على تسليم الدفعات وفقا لذلك، والتسليم، والتسلم.

عمیل نے مؤسسہ سے استصناع کی اور مؤسسہ نے آگے استصناع موازی کر لیا تو اب ان منصوبوں کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے کہ کام صحیح ہو رہا کہ نہیں، تو مؤسسہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی فنی ماہر سے رابطہ کر کے اس کی خدمات حاصل کرے اور پھر چونکہ مؤسسہ یہ منصوبہ اپنے مستصنع کو حوالہ کرے گا جو کہ اسے دوبارہ چیک کرے گا، اب اس تکرار سے بچنے کیلئے یہ جائز ہے کہ مؤسسہ اپنے مستصنع ہی کو نگرانی کیلئے وکیل بنائے کہ تم خود نگرانی کرو، اور اس وقت جو چیز تم منظور کروگے وہ بعد میں تم پر لازم ہو گی

يجوز النص في عقد الاستصناع على توكيل المستصنع :

یہ شرط گویا کہ توکیل معلق ہے اور اس کو اگر رہن قرار دیا جائے تو بلا قضائے قاضی اس کو بیچ نہیں سکتا لیکن توکیل میں کر سکتا ہے، اب توکیل تعلیق کو قبول کرتی ہے اور یہ شرط عقد کی ملائم ہے اس لئے یہ شرط قابل قبول ہو گی۔

يجوز أن يتضمن عقد الاستصناع شرطا جزائيا :

شرط جزائی یعنی یہ کہے کہ اگر میں نے اپنا فریضہ وقت پر ادا نہیں کیا تو مجھ پر اتنے پیسے لازم ہونگے، اس میں کافی اختلاف رہا، علماء سعودیہ نے اولاً اجارہ اور مقاولات (ٹھیکہ داری) میں اس کی اجازت دی تھی اور بعد میں مجمع الفقہ میں اس کو بحث کے بعد جائز قرار دیا ہے، حنفیہ کے نزدیک اس کی نظیر وہ جزئیہ ہے کہ ان خطتہ الیوم فلک درہمان وان خطتہ غدا فلک درہم۔

إلى عملاء الصانع لصالح المؤسسة:

facebook.com/masimfarooq

یعنی صانع کے جو مستقل گاہک وغیرہ ہیں ان کو بیچنے کا وکیل بنادے۔

يجوز أن تجري المؤسسة بصفتها صانعًا :

یعنی یہ ضروری نہیں کہ ایک استصناع میں اگر ثمن مؤجل ہو تو استصناع موازی میں بھی مؤجل ہو، بلکہ ایک میں مؤجل اور دوسرے میں معجل ہو سکتا ہے، وبالعکس بشرطیکہ دونوں عقد ایک دوسرے سے مربوط نہ ہوں۔

صانعًا تبعات المالك :

یعنی مالک ہی کئی ساری ذمہ داریاں اور کئی سارے خرچے برداشت کرے گا، جب تک مؤسسہ نے اپنے صانع سے چیز اٹھانے کے بعد اپنے مستصنع کے حوالے نہیں کی ہے اس وقت تک مؤسسہ اور اس کے ضمان میں یہ چیز رہے گی۔

فقد تمت ''الاستصناع والاستصناع الموازي'' بفضل الله تعالیٰ

وهو الموفق والمعين

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (12)

الشركة (المشاركة) والشركات الحديثة

facebook.com/masimfarooq

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۔۔۔کیونکہ پتہ نہیں کہ دین حاصل ہوگا یا نہیں، تو جب تک وہ دین مل نہ جائے اس وقت رأس المال علی خطر ہے، یہ تو صحیح نہیں ہے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ دو الگ الگ کاروبار ہیں وہ آپس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، اب ان میں سے ہر ایک کے دوسرے پر کچھ دیون ہیں اب اگر ان کو شرکت کا حصہ قرار دینے کا ناجائز کہا جائے تو بڑا مشکل ہے، اسی طرح جب دو کمپنیاں آپس میں ضم ہوجاتی ہیں تو ان میں بھی یہ مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے، تو کیا کیا جائے؟

تو یہاں بحث کے بعد یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ اگر دیون غیر دین کے تابع ہیں تو اس صورت میں ان کو رأس المال بنایا جاسکتا ہے، مثلاً کوئی آدمی اپنا "مکمل کارخانہ بمالہ وماعلیہ" شرکت میں راس المال بناتا ہے تو اس کا کوئی صریح جزئیہ تو نہیں مل سکا تھا، لیکن متعدد نظائر سے یہ بات معلوم ہورہی تھی مثلاً درخت پر کچھ پھل آگئے ہیں اور کچھ نہیں آئے یعنی پکے نہیں، تو اب معدوم تابع ہوتا ہے موجود کے، اسی طرح اموال ربویہ اور غیر ربویہ مخلوط ہوں تو ربویہ کو غیر ربویہ کے تابع بنایا جاتا ہے، تو واللہ اعلم اس لحاظ سے گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اس کو مزید دیکھنا چاہیے، تو اب اگر کارخانہ میں نقد اور عروض غالب ہوں اور دیون مغلوب ہوں تو اس کی گنجائش ہوگی۔

5/2/1/3 المبالغ المودعة في الحسابات الجارية – مع إنها في التكيف الشرعي قروض إلى المؤسسات – يجوز جعلها رأس مال للشركة مع المؤسسة نفسها أو غيرها.

کرنٹ اکاؤنٹ میں جو رقمیں رکھی گئی ہوں وہ اگرچہ شرعی لحاظ سے قرض ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ راس المال نہ بن سکیں، لیکن اس کا استثناء کیا کہ یہ جائز ہیں، چاہے جہاں یہ اکاؤنٹ ہیں اس مؤسسہ کیساتھ شرکت کررہا ہو یا مع غیرہا۔

اوغیرھا :اس میں بھی مجھے تأمل ہے کہ اس کی کیا ضرورت ہے، بلکہ جب دوسری کمپنی کیساتھ شرکت کررہا ہے، تو ان دیون کو تو ایک چیک کاٹ کر اپنی شریک کمپنی کی اکاؤنٹ میں منتقل کیا جاسکتا ہے، تو ان دیون کو راس المال بنانے کی کوئی ضرورت تو نہیں۔ واللہ اعلم۔

أو الإقراض إلا بإذن الشركاء أو بالمبالغ اليسيرة وللمدد القصيرة حسب العرف.

جو سودی بینک ہیں وہ اگر اپنے رقوم کسی کو چندہ یا تبرعاً دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں کیونکہ ان کے پاس موجود رقوم ان پر قرضہ ہوتی ہیں، لیکن مؤسساتِ اسلامیہ کے پاس رقوم شرکت کی بنیاد پر آتی ہیں، لہذا وہ قرضہ یا تبرعاً چندہ نہیں دے سکتے الا بمبلغ یسیر۔

حافزاً له، ای مشجعا له، کہ اگر تم نے اچھا کام کیا تو تم کو تنخواہ مقررہ کے علاوہ مزید نفع دیا جائے گا۔ (اس پر صدر صاحب کا ایک مستقل رسالہ ہے)۔

facebook.com/masimfarooq

او محدد فی عقد الشرکۃ: اگر کوئی شریک ہی کوئی کام کر رہا ہے تو اسے کوئی مقرر اجرت نہیں دی جاسکتی، البتہ اس کا حصہ زیادہ کیا جاسکتا ہے۔

يجوز تكليف احد الشركاء ---الخ

بڑی فرم میں شئیر ز ہولڈر خود ملازم بھی ہوتا ہے ڈائریکٹر وغیرہ، تو یہاں جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ شرکت کے وہ اعمال جن کیلئے کسی باہر کے آدمی کو اجرت پر رکھنا پڑتا ہے، تو ان کیلئے کسی شریک کو بھی اجرت پر رکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ یہ اجرت پر اسے رکھنا عقد شرکت کے علاوہ ایک عقد منفصل کے ذریعہ ہو، اس کا عقد شرکت سے کوئی تعلق نہ ہو، نہ عقد شرکت سے اس پر کوئی فرق پڑے۔ اس کیساتھ بالکل اس طرح معاملہ کیا جائے جس طرح کسی باہر کے آدمی کو ملازم رکھ کر کیا جاتا ہے، مثلاً عزل و نصب کا معاملہ ، تنخواہ کا معاملہ وغیرہ۔

2/4/1/3 يجوز أن يشترط أحد الطرفين في الشركة على الطرف الأخر تقديم كفيل أو رهن لضمان التعدي أو التقصير أو مخالفة قيود الشركة.

ابھی تو ضمان متحقق نہیں، لیکن آئندہ تعدی و تقصیر کا امکان ہے، تو اس شریک سے کفالت وغیرہ مانگے تو جائز ہے، کہ حلت ضمان پر مجھے پریشانی نہ ہو اور ضمان فوراً ادا ہو جائے تو یہ "کفالت بالدرک" کی طرح ہو جائیگا۔

3/4/1/3 يجوز التعهد من طرف ثالث منفصل في شخصيته وذمته المالية عن أطراف الشركة بتحمل الخسارة، شريطة أن يكون التعهد التزاما مستقلا عن عقد المشاركة، من دون مقابل وشريطة ألا يكون الطرف الثالث (المتعهد بالضمان) جهة مالكة أو مملوكة بما زاد عن النصف للجهة المتعهد لها وعليه لا يحق للشريك المستفيد من التعهد الدفع ببطلان الشركة أو الامتناع عن الوفاء بالتزامه بسبب عدم قيام المتبرع بالوفاء بما تبرع به بحجة أن هذا الالتزام كان محل اعتبار في عقد الشركة.

بعض ادارے شرکت کی بنیاد پر کام شروع کرتے ہیں، تو کوئی تیسرا فریق مثلاً حکومت چاہتی ہے کہ لوگ اس کاروبار میں شریک ہوں تو حکومت ضمانت دیتی ہے کہ اگر کاروبار میں نقصان ہوا تو ہم پورا کریں گے، اور یا یہ کہ نقصان بھی بھریں گے اور اس کے ساتھ نفع بھی دیں گے مثلاً آجکل حکومت کی جانب سے این، آئی، ٹی، یونٹ میں ہے۔

اس کا فقهي حکم : شرعی نقطہ نظر سے یہ کفالت تو ہے نہیں اور نہ ہی ضمان ہے، کیونکہ "ضمان الخسران" تو جائز نہیں اور کفالت تو دین پر ہوتا ہے اور یہاں "دین" ہے نہیں بلکہ شرکت ہوتی ہے، اب صرف یہ وعدہ ہے تو یہ چند شرائط کیساتھ جائز ہے۔

ا۔ تیسرا فریق اس کا شریک نہ ہو۔

facebook.com/masimfarooq

۲۔اس کا مالک نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔

یہ چونکہ وعدہ ہے اس لئے اس کا عقدِ شرکت سے کوئی تعلق نہ ہوگا، یعنی اگر کسی وجہ سے یہ وعدہ پورا نہ کرے تو اس کی وجہ سے شرکت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور نہ ہی اس کو بنیاد بنا کر دوسرے شرکاء اپنا حصہ واپس مانگ سکتے ہیں کہ ہم نے تو اس کے وعدہ کی بنیاد پر شرکت کی تھی اب وہ پورا نہیں کر رہا، لہذا ہم اس کو فسخ کرتے ہیں، ایسا نہ ہو۔

المستفيد من التعهد الدفع ببطلان الشركة أو الامتناع عن الوفاء بالتزامه بسبب عدم قيام المتبرع بالوفاء بما تبرع به بحجة أن هذا الالتزام كان محل اعتبار في عقد الشركة.

یعنی عدالت کے ذریعہ مقدمہ اور دعوی کرنا۔

2/5/1/3 لا يجوز تأجيل تحديد نسب الأرباح لأطراف الشركة إلا ما بعد حصول الربح، بل يجب تحديدها عند إبرام الشركة. ولا مانع من الاتفاق عند التوزيع على تعديل نسب الأرباح أو تنازل أحد الأطراف عن جزء منها لطرف آخر.

یہ بہت اہم مسئلہ ہے کہ جس وقت عقدِ شرکت ہو رہا ہے اسی وقت ہر شریک کو اپنے نفع کا حصہ معلوم ہو یہ نہیں کہ شروع میں مجمل بات اور آخر میں جب نفع تقسیم ہو تو طے کر لیا کہ کس کا کتنا نفع ہے۔

اس کے متعلق اسلامی مؤسسات میں بہت گڑبڑ ہو رہی تھی اس کو بڑی مشکل سے روکا گیا تو یہ کسی قیمت پر قابل قبول نہیں ہے۔ اصل میں یہ اسلئے کرتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے سرمایہ پر ایک خاص مقدار میں نفع ہو اور وہ بعد میں ہی پتہ چلتا ہے۔

ولا مانع من الاتفاق عند التوزيع على تعديل نسب الأرباح أو تنازل أحد الأطراف عن جزء منها لطرف آخر:

یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ نفع کا تناسب تو متعین ہے لیکن تقسیم کے وقت ایک شریک اپنے حصہ کو کم کر سکتا ہے یا دستبردار ہو سکتا ہے، اور اسلامی مؤسسات میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مؤسسہ یہ نہیں چاہتا کہ ہمارے شریک کو نقصان ہو تو وہ اپنے نفع کو کم کر دیتا ہے۔

3/5/1/3 الأصل أن تكون نسبة الربح متوافقة مع نسبة الحصة في رأس المال ولأطراف الشركة الاتفاق على نسبة مختلفة عنها، على ألا تكون النسبة الزائدة عن الحصة لمن يشترط عدم العمل. أما من لم يشترط عدم العمل فله اشتراط الزيادة ولو لم يعمل.

شافعیہ اور مالکیہ کے ہاں نسبتِ راس المال پر ہی نسبتِ ربح ہو سکتی ہے۔

حنابلہ وحنفیہ کے ہاں نسبتِ ربح زائد ہو سکتی ہے بشرطیکہ زائد نفع لینے والا عقدِ شرکت میں عمل نہ کرنے کی شرط نہ لگائے، اگر یہ شرط نہیں لگائی چاہے عملاً کام نہ کرے تو بھی جائز ہے، لیکن شرط لگا کر جائز نہیں، البتہ خسارہ ہر ایک کے راس المال کے بقدر ہو گا۔

facebook.com/masimfarooq

5/5/1/3 يجب الاتفاق على أي طريقة لتوزيع الربح ثابتة أو متغيرة لفترات زمنية: بنسبة كذا للأولى وكذا للثانية تبعا لاختلاف الفترة

مختلف زمانوں یعنی پہلی سہ ماہی، دوسری سہ ماہی، کے حساب سے ہر شریک کے نفع کے تناسب میں تبدیلی کی جاسکتی ہے کہ پہلی سہ ماہی میں ''الف'' کا چالیس فیصد اور ''ب'' کا ساٹھ فیصد ہوگا، اور دوسری میں برعکس، تو یہ جائز لکھا ہے، کیونکہ اس میں قطع شرکت یعنی ایک فریق بالکل نفع سے محروم ہو جائے، یہ نہیں ہو رہی ہے، اور شرکت کے قطع ہونے کا اصول فقہاء کرام نے لکھا ہے۔

بحسب كمية الأرباح المحققة، شريطة ألا تؤدي إلى احتمال قطع اشتراك أحد الأطراف في الربح.

یا اسی طرح نفع مثلاً پانچ لاکھ ہوا تو اس کے ننانوے فیصد ''الف'' کا اور جب نفع پانچ لاکھ سے بڑھ جائے تو اس کا ننانوے فیصد ''ب'' کا ہوگا اور ایک فیصد ''الف'' کا ہوگا۔

قابلِ نظر بات:

۱۔ اس میں ایک تو یہ بات قابل نظر ہے کہ اگرچہ اصول موجود ہے لیکن اس کا جزئیہ کم از کم فقہاء کی کتابوں میں نہیں ملا، البتہ ایک زیدی کی کتاب ہے ''البحر الذخار فی مذاہب فقہاء الامصار'' اس میں یہ مذکور ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس طریقہ کو آجکل حصولِ سود کا حیلہ بنایا جاتا ہے مثلاً سود کی شرح بازار میں پانچ فیصد ہے کہ ایک لاکھ پر پانچ ہزار ملتے ہیں، تو اب مستقرض یہ چاہتا ہے کہ بس پانچ فیصد میں دو، تو اب مشارکۃ میں یہ شرط لگادی کہ جب تک ہمارے نفع کی مقدار پانچ فیصد ہے تو ننانوے فیصد تمہارا اور ایک فیصد میرا، لیکن جب پانچ فیصد سے بڑھ گیا تو اس بڑھے ہوئے کا ننانوے فیصد میرا اور ایک فیصد تمہارا ہے، تو بس معاملہ وہی سود والا ہوا کہ مستقرض نے مقرض کو بس پانچ فیصد دیا باقی اپنے پاس رکھا، جس طرح سود میں ہوتا ہے تو یہ ناجائز ہے کہ سود کا حیلہ ہے، اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ کوئی بھی ننانوے فیصد اور ایک فیصد کے تناسب پر شرکت نہیں کرتا، تو یہ اس طرح کیوں کر رہے ہیں؟ صرف سود کا حیلہ کرنے کیلئے۔

مزید بات یہ ہے کہ فقہاء نے جو لکھا ہے کہ رضامندی سے تقسیم ہو تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ عرف کے مطابق عادلانہ تقسیم ہو۔

اب آجکل سرمایہ دارانہ نظام میں قوم کے روپوں سے تجارت کر کے خوب نفع کماتے ہیں، پھر سود بینک کو ادا کرتے ہیں، اور وہ اپنے ڈیپازیٹر کو دیتا ہے تو عوام کا جو پیسہ ہوتا ہے ان کو تو پانچ فیصد اور سرمایہ دار کو پچانوے فیصد ملا، اور باقی پانچ فیصد بھی اپنی مصنوعات کی قیمت میں شامل کر کے عوام سے وصول کر لیتا ہے تو سرمایہ دارانہ نظام نے یہ ظلم ڈھایا ہوا ہے، جبکہ شریعتِ اسلامیہ میں یہ نہیں ہے، بلکہ نفع کی عادلانہ تقسیم

facebook.com/masimfarooq

شریعتِ اسلامیہ کا تقاضا ہے، اور اگر یہی معاملہ شرکت کے ذریعہ ہوتا تو یہی پیسہ اوپر کے بجائے نیچے کی جانب آجاتا، لیکن اب اگر اس شرکت کو اسی سودی نظام کا حیلہ بنادیا تو اب شرکت کی حقیقی حکمت تو ختم ہوگئی، تو یہ عملی خرابی ہوگئی، اس میں فقہی خرابی بھی ہے اور عملی خرابی بھی ہے۔

3/5/1/3 يجوز الاتفاق على أنه إذا زادت الأرباح عن نسبة معينة فإن أحد أطراف الشركة يختص بالربح الزائد عن تلك النسبة. فإن كانت الأرباح بتلك النسبة أو دونها فتوزيع الأرباح على ما اتفق عليه.

یعنی اگر مثلاً پانچ لاکھ کا نفع ہوگا تو وہاں تک تو "علی مااتفقا" ربح تقسیم ہوگا اس کے بعد سارا نفع صرف ایک فریق کا ہوگا۔

میرا اختلاف:

میرے نزدیک یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی قطع شرکت ایک خاص حد کے بعد پائی جارہی ہے، باقی مجوزین کا کہنا یہ ہے کہ بات دراصل اگلے کی تشجیع کیلئے ہے، اس میں قطع شرکت نہیں ہوتی۔

دکان چل رہی ہے، ایک سال تک شرکت کی تھی اب سال ختم ہوگیا لیکن دکان کا مکمل سامان تو بکا نہیں، حقیقی نفع کا تعین سارے سامان کے فروخت ہوجانے کے بعد ہوتا ہے کہ نقد روپے ہاتھ آجائیں جس کو "تنضیضِ حقیقی" کہتے ہیں، لیکن یہ بات عملاً کسی بھی دکان میں تقریباً ناممکن ہے، تو اب کیسے تقسیم ہو؟

تنضیض دو قسم کی ہے:

۱۔ **تنضیضِ حقیقی:** یہ تو بہت شاذ و نادر ہوتی ہے۔

۲۔ **تنضیض حکمی:** کہ سال کے آخر میں تمام سامان کی قیمت لگائی جائے اور دیکھا جائے کہ سال کی ابتداء میں کتنا سامان تھا، تو جو باقی بچا وہ نفع ہوا اس کو تقسیم کرلیں، اس طریقہ سے تقسیم ہوسکتی ہے، اور یہ ہر کاروبار میں الگ الگ طریقہ سے ہوتا ہے، اگر دکان میں شرکت کی تو اس کی ایک شکل یہ ہوسکتی ہے کہ نقود کو بھی تقسیم کرلیں، اور اعیان کو بھی تقسیم کرلیں، لیکن اگر وہ ابھی تک کا حساب کرکے دوبارہ عقد شرکت کرنا چاہیں، تو اب اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ نقود اور اعیان میں سے ہر ایک میں ہر ایک نصف نصف کا حقدار ہے، تو اگر ایک آدمی نقد لے رہا ہے تو گویا اس نے اعیان میں سے اپنا حصۂ نفع دوسرے کو بیچ دیا اور دوسرے نے اس کو بیچ دیا اور پھر اس کو دوبارہ راس المال بنادیا، تو اب اس میں درحقیقت دو چیزیں ہیں۔

۱۔ تقویم مال۔

۲۔ بیعِ حصہ نفع، تو اب جن جن چیزوں میں بیع ہوسکتی ہے ان میں تنضیض حکمی ہوسکے گی ورنہ نہیں۔

وتقاس الذمم المدينة بالقيمة النقدية المتوقع تحصيلها، أي بعد حسم نسبة الديون المشكوك

facebook.com/masimfarooq

في تحصيلها ولا يوجد في قياس الذمم المدينة القيمة الزمنية للدين (سعر الفائدة)، ولا مبدأ الحسم على أساس القيمة الحالية (أي ما يقابل تخفيض مبلغ الدين بتعجيل سداده).

شرکت کے دوسروں پر کچھ دیون ہیں، تو وہ کیسے تقسیم ہونگے اور نفع کی تقسیم کیسے ہوگی؟ اب آگے کی بات دو (۲) مقدمات پر موقوف ہے۔

۱۔ دیون، غیر دیون کے تابع ہو کر راس المال بن سکتے ہیں۔

۲۔ دیون کی بیع جائز نہیں اگرچہ برابر سرابر ہو، بیع الدین من غیر من ہو علیہ۔

اس میں بھی یہی ہے، کہ اصلاً تو یہ جائز نہیں لیکن تبعاً جائز ہے، مثلاً میں اپنا کاروبار مکمل طور پر کسی کو بیچ رہا ہوں، اب میرے دوسروں پر کچھ دیون بھی ہیں، تو میں اپنا کاروبار مالہ وماعلیہ کیساتھ بیچ رہا ہوں، تو اب یہ دین بِک رہا ہے لیکن تابع بن کر، اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ کل ثمن دیون سے زائد ہو، تاکہ کچھ ثمن غیرِ دین کے مقابلہ میں ہو جائے، اب اگر یہ دو باتیں تسلیم نہ ہوں تو آگے کی بات نہیں چلے گی۔

اصل بات: تنضیض حکمی کے موقع پر جو دیون متوقع الحصول ہوں ان کی قیمت کا اندازہ لگایا جائیگا، اور وہ "تنضیضِ حکمی" میں شامل ہو جائیں گے۔

کمپنی کے اساسوں کی تقویم کا طریقہ:

تین قسم کی قیمتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ القیمۃ الدفتریہ/التاریخیۃ (book /historical value) یعنی جس قیمت پر خریدی گئی۔

۲۔ القیمۃ الصافیۃ (breakup /depreciatede value) اس میں حسابی طریقہ سے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس چیز کی قیمت میں سالانہ دس فیصد کی کمی ہو رہی ہے، تو اتنی قیمت "القیمۃ الدفتریہ" سے منہا کر دی جاتی ہے اور اس قیمت اور بازاری قیمت میں اکثر فرق ہوتا ہے، تو چونکہ ہر ہر چیز کی قیمت ہر وقت بازار سے معلوم نہیں ہو سکتی تو پوری کمپنی کے اساسوں کی تقویم اب عرفاً "القیمۃ الصافیہ" سے ہی لگائی جاتی ہے تو شرعاً اگرچہ "قیمتِ سوقیہ" سے تقویم ہونی چاہیے، لیکن بدرجہ مجبوری اسی قیمت کے حساب سے تقویم کر سکتے ہیں البتہ جہاں ممکن ہو وہاں قیمت سوقیہ سے کرنی چاہیے۔

۳۔ القیمۃ السوقیہ (market value) کہ بازار میں اس وقت اس چیز کی کیا قیمت ہوگی۔

ایک مسئلہ مہمہ:

تنضیض میں دیون کی قیمت کو شامل کرنے کا حکم بتایا ہے، تو اب بعض دیون تو کئی سال بعد ملنے ہوتے ہیں، تو اب تنضیض کے نتیجے میں ابھی جو نفع لے رہا ہے اس کا فائدہ ہے، اور جو اس سے دین خریدے گا اس کو تو کئی سال بعد ملے گا، تو اس کا نقصان ہے، پھر اس کا حل کیا ہے؟

facebook.com/masimfarooq

اس کا حل تجویز کیا گیا ہے کہ مرابحہ مؤجلہ میں مدت اور ایام کی زیادتی سے نفع میں بھی زیادتی ہوتی ہے تو اب سال میں سے جتنے ایام گذر چکے ہیں ان کا نفع تو دے دیا جائے، اور جو باقی ہیں ان کا حساب اگلے شخص کی طرف منتقل ہو جائیگا، اس کو accrual کہتے ہیں، یعنی "علی اساس الوجوب" کہ جو نفع واجب الاداء ہو چکا ہے۔

13/5/1/3 إذا كانت الشركة محلها موجودات مقتناة للتأجير (مستغلات) تحقق غلة، أو خدمات تحقق إيرادا، فإن ما يوزع من عائدها الدوري على الشركاء يعد مبلغا تحت الحساب ويكون خاضعا للتسوية النهائية.

شرکاء نے مل کر مشینری خریدی اور اسے کرایہ پر دیدیا، مقصود تو "استرباح" ہی ہے لیکن کرایہ حاصل کر کے، تو اب اس کی آمدنی سے جو تقسیم بین الشرکاء ہو گی وہ علی الحساب ہو گی، اور مکمل حساب آخری تصفیہ پر ہو گا، مثلاً آخر میں جو مشینری بچی اور بہت کم میں بکی جس سے الٹا کچھ نقصان ہو گیا، تو اب جو پیسے پہلے زائد دیے گئے ہیں وہ واپس لینے کا حق ہو گا، یہ وہ صورت ہے جب شرکتِ عنان ہو، کہ باقاعدہ عقد کر کے شرکت کی گئی ہو اور اگر یہ شرکتِ ملک ہو تو اس صورت میں ہر ایک کے حصہ کا جو کرایہ آرہا ہے وہ خود "نہائی" ہے۔

من عائدها...الخ

یعنی مختلف مقامات اور موقعوں پر جو تقسیم کیا جائیگا۔

14/5/1/3 يجوز النص بالاستناد إلى نظام الشركة أو إلى قرار من الشركاء على الاحتفاظ بأرباح الشركة دون توزيع أو حسم نسبة معينة من الأرباح بشكل دوري تقوية لملاءة الشركة، أو لتكوين احتياطي خاص لمواجهة مخاطر خسارة رأس المال، أو المحافظة على معدل توزيع الأرباح.

آج کل مروج ہے کہ سارا نفع تقسیم نہیں کرتے بلکہ کچھ حصہ (ریزرو) محفوظ رکھا جاتا ہے، تاکہ آئندہ اگر کوئی خسارہ ہو تو اس کے ذریعہ پورا کیا جائے اس کے عموماً تین مقاصد ہوتے ہیں:

۱۔ شرکت کی ساکھ برقرار رہے، کیونکہ جتنا احتیاطی نفع زیادہ ہو گا، اتنی ساکھ اچھی ہو گی۔

۲۔ خسارہ کی صورت میں اس سے پورا کیا جائے۔

۳۔ کمپنی یہ چاہتی ہے کہ شرکاء کو ہر سال ایک خاص تناسب سے نفع دیا جائے، تو اب اگر نفع کسی سال کم ہوا ہے تو اس احتیاطی نفع کو کم میں لا کر اس کی مقدار پوری کر دی جاتی ہے۔

وجہ جواز:

اب اس کی وجہ جواز یہ ہے تمام شرکاء اس پر راضی ہیں۔

اشکال: شرکاء تو آج کل کمپنیوں میں آتے جاتے ہیں، تو اب موجودہ شرکاء کے حصہ کا نفع آئندہ آنے

facebook.com/masimfarooq

والوں کیلئے رکھا جاتا ہے، جبکہ یہ تو ان کا حق ہے یہ کیسے جائز ہے؟

جواب: اس پر شرکاء راضی ہیں کہ ہم اپنے نفع کا ایک حصہ آئندہ شرکاء کیلئے بھی رکھ رہے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود ہی اگلے سال بھی شرکاء رہیں، تو کوئی حرج نہیں، نیز یہ کمپنی کے نظام میں لکھا ہوا ہوتا ہے، لہذا جو بھی شریک ہوتا ہے وہ اس کو مان کر ہی شریک ہوتا ہے۔

كما يجوز أن يتعهد الشركاء تعهدا ملزما لهم ببقاء الشركة مدة معينة، ويجوز في هذه الحالة الاتفاق على إنهائها قبل انتهاء مدتها. وفي جميع الأحوال لا أثر للفسخ على التصرفات القائمة قبله، حيث يستمر أثرها وينطبق هذا على الشركات غير المساهمة.

ایک خاص مدت تک یہ عہد کر لینا کہ اتنی مدت سے پہلے شرکت سے نہیں نکلیں گے تو یہ جائز ہے

اشکال: یہ بعض عبارات کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ جن میں ہے کہ ہر شریک کو ہر وقت فسخ کا حق حاصل ہے،؟

فی زمانہ مسئلہ: آج کل مشکل یہ ہے کہ مثلاً اگر قموں کو جمع کر کے ایک بڑا پروجیکٹ شروع کیا گیا ہے، اب ابتدا میں کچھ شرکاء اپنا حصہ نکال کر بھاگ رہے ہیں تو دوسروں کو ضرر ہوگا لہذا مدت طے کر سکتے ہیں۔

عبارات کا جواب: ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ شرکت کی طبیعت میں یہ ہے کہ ہر شریک کو عقد کے فسخ کا ہر وقت حق ہو، البتہ اگر آپس میں کوئی خاص مدت طے کر لیں تو یہ صحیح ہے، اس پر میرا مقالہ بھی ہے "المضاربۃ المشترکۃ" اس میں یہ بحث موجود ہے۔

2/3/3 ليس لشركة الأعمال رأس مال نقدي؛ لأن محل المشاركة فيها هو العمل أو تقبله، ولا مانع من تفاوت ما يؤديه أطرافها من أعمال بأنفسهم أو بمن ينيبونهم عنهم، أو تقسيم الأعمال المختلفة بينهم بما يحقق التكامل لإنجاز ما تقبلوه.

شرکۃ الاعمال میں کام تو سب کا برابر کرنا شرط نہیں، لیکن مطالبہ اور ضمان میں سب شریک برابر ہونگے، کہ سب سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

4/3/3 إذا اقتضت شركة الأعمال توافر موجودات ثابتة (مثل المعدات أو الأدوات)

آج کل مروجہ سروسز فراہم کرنے کے ادارے بغیر سرمایہ کے شروع نہیں ہوتے ہیں بلکہ خطیر سرمایہ چاہیے ہوتا ہے مثلاً بس سروس، ائیر لائنز وغیرہ، تو اب ان میں "شرکۃ الاعمال" کیسے ہوگی؟ سرمایہ ہوتا نہیں، جب کہ اس میں سرمایہ لازم ہے؟ لیکن دوسرے لحاظ سے یہ اعمال کی شرکت ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ تو اس بند میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

مثل المعدت۔ یعنی مشینری۔

facebook.com/masimfarooq

فيجوز أن يقدم كل طرف ما يحتاج إليه مع بقاء ما يقدمه مملوكا له أو شراء ذلك من أموال الشركاء على أساس شركة الملك.

یعنی مثلاً دو بڑھئی ہیں اب سامان چاہیے تو ایک شریک کہتا ہے کہ سامان میں اپنا لے آتا ہوں، استعمال دونوں کریں گے لیکن ملکیت میری ہی رہے گی۔

كما يجوز تقديم الموجودات الثابتة من أحد أطراف الشركة بأجرة تسجيل مصروفات على الشركة.

یعنی اس طرح کہ وہ اجرت، شرکت کے خرچوں میں شامل ہو، جس میں کرایہ پر دینے والا شریک بھی شامل ہوگا۔

1/1/1/4 شركة المساهمة هي الشركة التي يكون رأس مالها مقسما إلى أسهم متساوية قابلة للتداول، ولا يكون كل شريك فيها مسئولا إلا بمقدار حصته في رأس المال، وهي من شركات الأموال، ولها أحكام شركة العنان إلا ما يتعلق بتحديد مسئولية الشركاء وامتناع الفسخ من أحد الشركاء. (انظر البندين **1/2/1/4**، **9/2/1/4**).

محدود ذمہ داری اور شخص قانونی:

یعنی اس میں شرکاء کی ذمہ داری محدود یعنی لمیٹڈ ہوتی ہے، کیونکہ اگر دیون زائد ہوگئے تو بس جس کا جتنا حصہ ہے اس کا اتنا ہی ضبط ہوگا، اس کے اپنے ذاتی حصہ ضبط نہیں ہونگے، جبکہ عام شرکت یعنی پارٹنرشپ میں ذمہ داری غیر محدود ہوتی ہے، سارے ملکیتی اساسے ضبط ہو سکتے ہیں، اب اسکی شرعی حیثیت محل غور ہے کہ اس میں دائنین کا ذمہ خراب ہو جاتا ہے۔

۱۔ بعض علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ دائنین کے ساتھ ناانصافی ہے۔

۲۔ بعض دیگر کے ہاں جائز ہے۔ کیونکہ اس نے تو لمیٹڈ کا اعلان کر دیا تھا، تو اس نے دیکھ بال کر کے معاملہ کیا تو وہ یہ خطرہ قبول کر کے معاملہ کرتا ہے کوئی دھوکہ تو نہیں کیا، مثلاً کسی کو قرضہ دیا، اور مقروض نے یہ کہا کہ بھئی وقت ادائیگی جو کچھ میرے پاس ہوگا وہ تمہیں لینے کا حق ہوگا، اس سے زائد کا نہیں اور دائن یہ منظور کرلے تو کیا اشکال ہے؟

۳۔ میرے نزدیک اس کے حکم کا مدار اس پر ہے کہ کمپنی ایک شخص قانونی ہے جس کو (legal/juridical/fictiteous person) اور عربی میں ''الشخص الاعتباریہ/القانونیہ/المعنویہ'' کہتے ہیں، یعنی یہ کمپنی ایک شخص کی حیثیت رکھتی ہے کہ یہ مدعی بھی بنتی ہے مدعی علیہ بھی، مدیون بھی اور دائن بھی، میری سوچ یہ ہے کہ اگر شخصیت قانونیہ کا اعتبار کیا جائے تو اس کی ذمہ داری محدود ہو سکتی ورنہ نہیں، کیونکہ شخص حقیقی بھی اگر مفلس ہو جائے تو اس وقت بھی دائنین کا ذمہ خراب ہو جاتا ہے، لہذا شخص قانونی بھی اسی طرح ہوگا۔

facebook.com/masimfarooq

اب شخص قانونی کا ذکر تو ''فقہ'' میں اس عنوان کے تحت تو نہیں، البتہ اس کے نظائر موجود ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **وقف**۔ کہ مالک بھی ہے مملوک بھی، مدعی مدعی علیہ، دائن مدیون، سب بنتا ہے، اگرچہ اس کی نمائندگی اس کا متولی کرتا، اب وقف اگر مدیون ہو جائے تو بس اس کو بیچ کر جتنا حاصل ہو گا اسی سے دیون پورے ہونگے

۲۔ **بيت المال**۔

۳۔ **تركه مستغرقه بالدين**۔

۴۔ **عبد ماذون فى التجارة** ۔ اس کی محدود ذمہ داری ہوتی ہے، (ان سب باتوں کی مکمل تفصیلات، حضرت کی تصنیف اسلام اور جدید معیشت و تجارت میں دیکھیں)

لیکن پرائیویٹ کمپنی کے لمیٹڈ ہونے کے جواز میں مجھے تامل ہے، کیونکہ ان میں لوگ اس سے ناجائز فوائد اٹھا رہے ہیں جبکہ پاٹنر شپ تو کوئی شخص قانونی ہے نہیں، لہذا اس کے لمیٹڈ ہونے کا میرے نزدیک کوئی جواز نہیں، لہذا صرف پبلک کمپنیوں کے لمیٹڈ ہونے کی گنجائش ہے اور پرائیویٹ میں قباحت ہے کیونکہ اس میں فراڈ بکثرت ہوتا ہے اور پاٹنر شپ میں تو کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔

ويكون لها حق التقاضي من خلال من يمثلها،

یعنی عدالتی کاروائی کرنا کمپنی کا حق ہو گا اپنے ممثل یعنی نمائندہ کے ذریعہ، اور یہ سب عہدوں اور ڈائریکٹرز کا تقرر سالانہ اجلاس میں مساہمین کے ووٹوں سے طے ہوتا ہے، تو اسی اجلاس میں کمیٹی یہ بھی طے کرتی ہے کہ عدالت میں کمپنی کی نمائندگی کون کریگا۔

وتكون العبرة في الاختصاص القضائي بموطن تسجيل الشركة.

جہاں کمپنی رجسٹرڈ ہے، اسی مقام کی عدالتوں کی حدود میں داخل ہو گی۔

الأحكام الشرعية لشركة المساهمة

1/2/1/4 عقد شركة المساهمة لازم طيلة المدة المحددة لها بالتعهد في نظامها بعدم حل الشركة إلا بموافقة غالبية الشركاء، وعليه لا يملك أحد الشركاء حل الشركة (الفسخ) بالنسبة لحصته، ولكن يحق له بيع أسهمه أو التنازل عنها لغيره.

شركة المساہمة کا جواز: اہل علم کیلئے قابل غور بات یہ ہے کہ شرکۃ کی چار اقسام قرآن وسنت سے منصوصاً ثابت نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور قسم جائز نہ ہو اور نہ ہی عقلاً صرف چار ہو سکتی ہیں، لہذا فقہاء نے جو چار قسمیں بنائی ہیں، وہ صرف اور صرف استقراء اور تتبع کا نتیجہ ہیں۔ کہ فقہاء کے زمانے میں یہی چار قسمیں رائج تھیں، للہذا نئی قسم بھی موجود میں آسکتی ہے بشرطیکہ اس میں شرکۃ کے بنیادی اصولوں کی رعایت

facebook.com/masimfarooq

ہو کسی اصول کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، توبظاہر محض اس بناءپر کسی شرکت کی قسم کو ناجائز نہیں کہاجائے گا کہ وہ پہلے فقہاءؒ نے نہیں لکھی جبکہ شرکت کے اصولوں کو پامال نہیں کیاجارہاہے۔

تواب اگرچہ "شرکۃ المساہمۃ" میں ہر شریک کو فسخ کااختیار نہیں، کیونکہ یہ تو بہت مشکل ہے البتہ اس کو اپنا سرمایہ نکالنے کا حق ہے، لہٰذااس کیلئے راستہ موجود ہے کہ کسی دوسرے کو بیچ دے تو صرف اس بناءپراس کو ناجائزقرار دینادرست معلوم نہیں ہوتا۔

عقد شركة المساهمة لازم طيلةالمدة ---الخ

یہ بات نئی ہے فقہ میں نہیں ملتی، فقہ میں تو ہے کہ ہر شریک کو فسخ کا حق حاصل ہوگا، لیکن یہاں جب شرکاءنے طے کرلیاتوایک مدت تک فسخ کاحق نہیں ہوگا،البتہ دوسرے کو بیچ سکتے ہیں۔

يجوز إضافة نسبة معينة مع قيمة السهم عند الاكتتاب،

شرکت کو قائم کرنے کاارادہ کرنے والی ابتدائی اخراجات کرتے ہیں جو کہ قائم کرنے تک کافی زیادہ ہوتے ہیں مثلاً قانونی کارروائیاں اوراشتہارات وغیرہ ودیگر،تواب ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے ہر حصہ (سہم) پرمزید کچھ اضافہ وصول کرسکتے ہیں مثلاًدس روپئے کا شیئر ایک روپیہ کااضافہ ان اخراجات کی مد میں وصول کرلیں لیکن شرط یہی ہے کہ حقیقی اخراجات ہی وصول کرلیں اوراضافی اخراجات کو"علامۃ الاصدار"اورانگریزی میں(issue charges)کہتے ہیں،اور لوگوں کو شرکت کی دعوت دینے کو"اکتتاب"کہتے ہیں۔

شرکۃ کے راس المال کی اقسام :

۱۔جتنا سرمایہ منظور ہوا کمپنی کیلئے اس کو"رأس المال المسموح بہ" یعنی(authorized capital)کہتے ہیں۔

۲۔جتنے کے شیئرز جاری کرنے ہیں وہ"راس المال المصدر"یعنی(issued capital)کہتے ہیں۔

۳۔لوگوں نے جتنے کے شیئرز اپنے لئے لکھوائے اسے"راس المال المکتتب" یعنی (subscribed capital)کہتے ہیں۔

۴۔اور پھر حقیقۃًجتنے کے شیئرز خریدے گئےاسے"راس المال المدفوع"یعنی(paid up capital)کہتے ہیں۔

يجوز إصدار أسهم جديدة

یعنی جب منظور شدہ سرمایہ پرمزید اضافہ کرکے مزید شیئرز جاری کرتے ہیں تواسکی تین صورتیں ہوتی ہیں:

facebook.com/masimfarooq

۱۔پرانے شیئرز کی قیمت پر جاری کرتے ہیں۔

۲۔پرانے شیئرز کی قیمت سے زیادہ پر جاری کرتے ہیں۔

۳۔پرانے شیئرز کی قیمت سے کم قیمت پر جاری کرتے ہیں۔

تو قانونی اعتبار سے اسمیں کوئی قید و بند نہیں ہے البتہ شرعی لحاظ سے قابل غور ہے۔

قابل غور بات:

شرعی اعتبار سے یہ بات ہے کہ نئے شرکاء جو آرہے ہیں یہ کسی سابق حصے کو خرید نہیں رہے ہیں، بلکہ نئے حصے خرید رہے ہیں، اور نئے حصہ دار بن رہے ہیں، تو اب اگر زائد رقم دے رہا ہے کہ مثلاً بارہ روپے دے رہا ہے اب وہ دے تو بارہ (۱۲) روپے رہا ہے لیکن مالک وہ دس (۱۰) روپے کے بقدر حصہ کا ہوگا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اختیار کردہ موقف:

یہاں سے خلاصۂ بند یہ ہے کہ یہ نئے شرکاء دراصل کمپنی میں سے ایک حصۂ شائعہ کی اقتضاءً خریداری کر رہے ہیں، تو اب جو دو (۲) روپے کا اضافہ ہے، یہ دراصل اس کے حصۂ شائعہ کے مقابلہ میں ہے جو کہ بڑھ چکا ہے یعنی کمپنی کے تمام اثاثوں (اعیان+دیون سب ملا کر) کی قیمت اتنی ہے کہ اس کو تقسیم کیا جائے تو ہر شیئرز زیادہ روپے کا بنتا ہے۔

اسی طرح اگر اثاثے کم کے ہوگئے ہوں تو کم قیمت کا شیئر جاری کیا جائے گا تو اس میں دراصل اثاثوں کی قیمتِ عادلانہ لگانا ضروری ہوگا۔

<u>يجوز ضمان الإصدار إذا كان بدون مقابل الخ</u>

ضمان الاصدار/ضمان الاکتتاب

یعنی (under writing) یہ ہے کہ جب کمپنی شیئر جاری کرتا ہے تو اب بینک یہ ضمانت دیتا ہے کہ اگر یہ شیئرز نہ بکے تو میں خرید لوں گا، اور بینک اس پر فیس بھی وصول کرتا ہے، تو بتایا کہ ضمانت لینا تو جائز ہے بشرطیکہ فیس نہ لے، البتہ اگر کوئی اور عمل کرتا ہے تو کوئی دراسات یعنی (study) وغیرہ کرتا ہے کہ میں آپ سے خریدنے کا وعدہ کرتا ہوں لیکن اس کیلئے مجھے رپورٹ تیار کرانی پڑے گی (study) کرنی ہوگی، تو اس کا خرچہ اگر آپ اٹھالیں تو میں ضمانت دیتا ہوں، یا یہ کہ "تسویق الاسہم" کہ میں بازار میں بکواؤں گا اور اس کی اجرت لوں گا تو یہ اجرت لے سکتا ہے لیکن "ضمان الاکتتاب من حیث ھُوَ ھُوَ" جائز نہیں۔

<u>عدم جواز شراء الأسهم بقرض ربوي من السمسار أو غيره لقاء رهن السهم</u>

آج کل شیئر کسی کے پاس رہن رکھوا کے اس پر سودی قرضے لیتے ہیں تو اس کا ممنوع ہونا بیان کیا ہے۔

facebook.com/masimfarooq

اس کا حیلہ شیئرز مارکیٹ میں لوگوں نے نکالا ہوا ہے "بدلہ کا کاروبار" کہتے ہیں کہ آج شیئرز بیچے نقد پر اور مشتری سے وعدہ کیا کہ مثلاً دو ماہ کے بعد تم سے خرید لوں گا اور اس کی قیمت بھی مقرر کر لیتے ہیں تو یہ بھی دراصل "عینہ" ہے، اور درحقیقت سودی کام ہے جو کہ جائز نہیں۔

لا يجوز بيع الأسهم لا يملكها البائع، ولا أثر لتلقي وعد من السمسار

اس کو (short sell) کہتے ہیں کہ شیئرز ابھی تو نہ لیں لیکن وقتِ مقررہ پر میں تم کو حوالہ کر دوں گا اور بیع ابھی کر لی، بعض ممالک میں تو اس کی بالکل اجازت ہے اور بعض نے اس پر پابندی لگائی کہ اگرچہ ابھی ان کے پاس نہ ہوں لیکن وہ اس پر قادر ہو کہ وہ اس تاریخ پر وہ شیئر اس مشتری کے حوالہ کر سکیں تو پھر اجازت ہے۔

اب یہ کیسے قادر ہوتا ہے؟ کسی بروکر سے یہ ضمانت لے لیتا ہے کہ تم مجھے کمپنی کے شیئرز قرضہ دو گے یعنی نقد قرضہ دو گے میں اس سے شیئر خریدوں گا، تو یہ ضمانت بروکر فیس لے کر دیتا ہے جو کہ ظاہر ہے کہ ناجائز ہے یہ مراد ہے۔

يجوز بيع الأسهم مع مراعاة ما يقضي به نظام الشركة

یعنی کمپنی کے نظام و قواعد کے تحت شیئر کی خرید و فروخت کی جا سکتی ہے۔

مثل أولوية المساهمين

یہ مثال شریعت کے مخالف ہونے کی نہیں بلکہ موافق ہونے کی ہے۔

يجوز أن يكون السهم للأمر

۱۔ السہم العادی: کہ جس کیلئے سرٹیفیکیٹ بنایا جاتا ہے جس کا نام ہو گا وہ مالک ہو گا

۲۔ السہم لحاملہ: کہ جس کے ہاتھ میں ہو، اسی کا ہوتا ہے، نام لکھوانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۳۔ السہم للآمر: کہ مالک جس کا نام لے لے گا شیئر اسی کا ہو گا، یہ اوپر والی دونوں قسموں کا بین بین ہے۔

ويجوز إعطاء بعض الأسهم خصائص تتعلق بالأمور الإجرائية أو الإدارية، بالإضافة إلى حقوق الأسهم العادية مثل حق التصويت.

یعنی بعض شیئرز کو دیگر بعض کے مقابلے میں ووٹ کا حق دیا گیا ہو، تو اب صورت یہ ہوئی کہ جس کو ووٹ کا حق نہیں، وہ شریک نہیں ہوں گے، بلکہ رب المال ہوں گے اور جن کو ووٹ کا حق ہو گا وہ مضارب ہوں گے۔

facebook.com/masimfarooq

شركة التضامن

اس سے مراد عام شرکت یعنی(partnership)ہے اس کے عام احکام ہیں کوئی فرق نہیں، لہٰذا ان کے پڑھنے کی میرے خیال میں ضرورت نہیں۔

المشارکة المتناقصه الخ یہ شرکت بھی بینکنگ کی وجہ ہی سے سامنے آئی ہے، یہ زیادہ تر ہاؤس فنانسنگ کیلئے استعمال ہوتا ہے، طریقہ یہ ہے کہ بینک اپنے عمیل سے مل کر مشترکہ طور پر خرید لیتا ہے مثلاً بینک ۸۰ فیصد اور عمیل ۲۰ فیصد خرید لیتا ہے پھر بینک اپنے اسی فیصد حصۂ مشاع عمیل کو کرایہ پر دے دیتا ہے، اور کرایہ کے بعد عمیل کو حق دیا جاتا ہے کہ تم کچھ مدت کے بعد اس کے کچھ حصے خریدتے رہو، اب جب مثلاً دو فیصد حصے خرید لئے تو بینک کا ۷۸ فیصد رہ گیا اور عمیل کا ۲۲ فیصد ہو گیا تو پھر کرایہ بھی کم ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ مکمل عمیل کی ملکیت میں آجاتا ہے، اب اس میں تین عقود متعاقبہ یعنی پے در پے ہوتے ہیں:

(۱)شرکۃ الملک۔(۲)اجارہ۔(۳)بیع۔

تو اب اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ان میں سے ہر عقد منفصل ہونا چاہئے، کوئی عقد ایک دوسرے سے مربوط و معلق نہ ہو، بس اگر ایک تفاہم ہو آپس میں کہ آئندہ ہم اس طرح کریں گے اور اس کی حیثیت ایک وعدہ کی سی ہو گی اور اس وعدہ پر بحث پہلے گزر چکی ہے۔

ثم البيع والشراء بين الشريكين: یہاں اجارہ کے مرحلہ کا ذکر نہیں، تو دراصل یہاں مراد وہ صورت ہے کہ جس میں شرکت سے مقصود استرباح ہو، کہ دونوں مل کر خریدیں اور یہ تفاہم ہو کہ کچھ عرصہ بعد عمیل بینک کے حصوں کو خریدتا جائیگا، تو یہاں یہ صورت بیان ہوئی ہے۔

اختلاف اور فرق بین الصورتین:

میرے نزدیک اس میں فرق ہے کہ جب شرکۃ استرباح کیلئے ہو رہی ہے تو یہ ''شرکۃ عنان'' ہے، تو اس میں اگر عمیل نے ''قیمتِ اسمیہ'' پر لینے کا وعدہ کیا، تو گویا کہ وہ اس کے ''راس المال'' کا ضامن بن رہا ہے جو کہ جائز نہیں، کیونکہ وہ نفع کیلئے شرکت کر رہا تو نقصان بھی برداشت کرے گا، البتہ اجارہ والی صورت میں یہ نہیں کیونکہ وہ ''شرکتِ عقد'' نہیں، بلکہ ''شرکتِ ملک'' ہے، اور مقصود استرباح نہیں بلکہ یہ ہے کہ عمیل اس کا مالک بن جائے، اور ''شرکۃ ملک'' میں ہر ایک اپنے شریک کے حق میں اجنبی ہوتا ہے لہذا وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی اجنبی سے وعدہ کرلے کہ میں تمہارا حصہ ''قیمتِ اسمیہ'' پر خرید لونگا تو یہ درست ہے۔ لہذا اگر استرباح والی صورت ہے تو ''قیمتِ سوقیہ'' پر ہونی چاہیے، مجھ سمیت بعض حضرات کے نزدیک۔

المعدات التي يتطلبها نشاط الشركة:

ایسی مشینریاں کہ جن کا شرکۃ کی سرگرمیاں تقاضا کرتی ہیں۔

facebook.com/masimfarooq

ولا يجوز اشتراط البيع بالقيمة الاسمية.

لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اگر مقصود استرباح نہ ہو اور ''شرکۃ ملک''ہو جیسا کہ ہاؤس فائنانسنگ میں ہوتا ہے، تو وہاں میری نزدیک ''قیمتِ اسمیہ''پر بھی خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔

فقد تمت ''الشركة (المشاركة) والشركات الحديثة'' بفضل الله تعالیٰ وهو الموفق و المعين

facebook.com/masimfarooq

المعيار الشرعي رقم (13)

المضاربة

facebook.com/masimfarooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسابات الاستثمار المشترکة

اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات مختلف فنڈز جمع کئے جاتے ہیں اور انکاایک نگران ہوتا ہے اور پھران فنڈز کو کسی نفع بخش کاروبار میں لگایا جاتا ہے۔

حسابات الاستثمار المخصصة

اس سے بھی وہی فنڈز مراد ہیں ،البتہ اس میں ایک تخصیص کیجاتی ہے کہ یہ فنڈز فلان قسم کے کاروبار میں لگائے جائیں گے۔

لایجوز الاتفاق بموجب اطار عام

اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ جو ہم مختلف عقود مضاربۃ کریں گے وہ ان شرائط اور اصول کے تحت ہوں گے جو ہم اس ''اطار عام'' میں طے کر رہے ہیں تو اس طرح کا اطار عام بنانا جائز ہے جیسا کہ مرابحہ میں گزر چکا ہے۔

عملیات دوریة و منفصلة

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات معاملات کرنے لئے ایک مدت مقرر کی جاتی ہے کہ مثلاً ہم ہر تین ماہ میں معاملہ کریں گے یہ عملیات دوریہ کہلاتے ہیں اور اگر کوئی مدت مقرر نہ کی جائے بلکہ یہ کہ پانچ سال کے دوران معاملات کریں گے اب ہر معاملے کے بعد دوسرے معاملہ تک جتنا زمانہ ہوگا یہ طے نہیں کیا تو یہ منفصلہ ہے۔

اذاتفق الطرفان علی تاقیت المضاربة

یہ مسئلہ خاص طور پر زیر بحث رہا ہے کہ آیا یہ (توقیت مضاربۃ) کی شرط لگا سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ فقہاء کی عبارات سے عدم جواز تاقیت معلوم ہورہا ہے، لیکن میں تحقیق کے نتیجے میں اس بات تک پہنچا ہوں کہ مقصود یہ ہے کہ اس طرح کی توقیت نہیں ہو سکتی کہ بس دو مہینے کے بعد تمہاری مضاربۃ ختم! چاہے مال بکا ہو یا نہیں بس رب المال اپنا مال اٹھا کرلے جائے گا یہ درست نہیں کیونکہ مضارب کا حق اس سے متعلق ہو گیا ہے لیکن اگر وہ یہ طے کرلے ہم اس سے پہلے فسخ نہیں کریں گے تو یہ بظاہر جائز ہے اس کی تفصیل میرے مقالے ''المضاربۃ المشترکہ'' میں دیکھ لیں۔

السلطات التقدیریة اختیارات اتھارٹی

النشاط الاستثماری، یعنی استثماری سر گرمی

یجوز ان تکون بعض العروض رأس مال

یہ مالکیہ کے نزدیک تو جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے لیکن حیلہ یہ ہے کے آدھے عروض آدھے نقود کے بدلے بیچ دے۔

facebook.com/masimfarooq

3/8 يجب أن يتم الاتفاق على نسبة توزيع الربح عند التعاقد، كما يجوز باتفاق الطرفين أن يغيرا نسبة التوزيع في أي وقت مع بيان الفترة إلى يسري عليها هذا الاتفاق.

بعض اوقات بینک والے مضاربہ کے آغاز میں نہیں بتاتے کہ مضارب اور رب المال کا کتنا کتنا نفع ہوگا بس بعد میں نفع جاری کرتے ہیں یہ جائز نہیں بلکہ شروع میں بتانا ضروری ہے۔

7/8 لا ربح في المضاربة إلا بعد سلامة رأس المال، ومتى حصلت خسارة في عمليات المضاربة جبرت من أرباح العمليات الأخرى، فالخسارة السابقة يجبرها الربح اللاحق، والعبرة بجملة نتائج الأعمال عند التصفية. فإذا كانت الخسارة عند تصفية العمليات أكثر من الربح يحسم رصيد الخسارة من رأس المال، ولا يتحمل المضارب منه شيئًا باعتباره أمينا ما لم يثبت التعدي أو التقصير، وإذا كانت المصروفات على قدر الإيرادات يتسلم رب المال رأس ماله وليس للمضارب شيء. ومتى تحقق ربح فإنه يوزع بين الطرفين وفق الاتفاق بينهما.

ہماری کتابوں میں راس المال کے ضامن ہونے کا ایک حیلہ لکھا ہوا ہے، درمختار وغیرہ میں:

حیلہ: ایک روپے میں مضاربۃ کرلیں اور ۹۹ روپے قرض دیدے تو قرض تو مضمون ہو جائے گا اور باقی ایک روپے میں مضاربۃ ہو جائے گا اور یہ حیلہ امام محمد کی طرف منسوب ہے، لیکن اول تو یہ کہ امام محمد کی طرف نسبت بھی معلوم نہیں درست ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ اگر درست بھی ہو تو بھی یہ جب ہے کہ دونوں معاملے الگ الگ ہوں، لہذا بینکوں کے لئے اس کی اجازت دیدینا بالکل درست نہیں اور حیلوں کو ہی پکڑ لینا مقاصد شریعت کو باطل کرنے والی بات ہے۔

9/8 إذا خلط المضارب مال المضاربة بماله، فإنه يصير شريكا بماله ومضاربا بمال الآخر ويقسم الربح الحاصل على المالين فيأخذ المضارب ربح ماله، ويقسم ربح مال المضاربة بينه وبين رب المال على الوجه الذي شرطاه.

اپنا مال مخلوط کرنے کے لئے رب المال کی اجازت ضروری ہے۔

كفائته العملية: یعنی اس کی مہارت اور تجربہ کہ نفع بخش کام کرسکے۔

مباشرة العمل بنفسه:

یہ بڑی دقت نظر سے فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کونسے کام مضارب کی ذمہ داریوں میں سے ہیں اور اسی کو کرنے ضروری ہیں اور کونسے کام ایسے ہیں کہ اس کے لئے مضارب کسی اور کو بھی وکیل بنا سکتا ہے اور یہ ہر کاروبار کے عرف سے بدلتا ہے مثلاً مارکیٹنگ کا کام وغیرہ۔

يجوز ان يضم الى المضاربة الشركة

یعنی مضارب رب المال کی اجازت یہ کرسکتا ہے، کہ دوسرے بہت سارے لوگوں سے بھی پیسے لے کر کاروبار کرلے تو اب وہ سارے رب الاموال شرکاء ہوگئے اور یہ ان کا وکیل مضارب ہوگیا اور یہ

facebook.com/masimfarooq

بھی ہو سکتا ہے کہ مضارب ان کے ساتھ ساتھ اپنا پیسہ بھی لگالے تو خود بھی شریک ہو جائے گا، اسی کو المضاربہ المشترکہ کہتے ہیں جس پر میرا مقالہ ہے۔

يتولى المضارب ولا يستحق اجراً على

کون کونسے اخراجات مضاربۃ پر ڈالے جائیں گے اور کون سے مضارب پر ہونگے یہ بھی باریک کام ہے مثلاً کمپنی جیسے بینک ہے مضارب ہے اب وہ شخص حقیقی تو ہے نہیں اب اس کا کام اس کے ملازمین یا ڈائریکٹرز وغیرہ کرتے ہیں تو اب ان کی تنخواہیں مضاربہ پر نہیں ڈال سکتے بلکہ یہ تو خود مضارب ہی کا کام ہے ورنہ وہ کس لئے بیٹھا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مضاربہ پر مندرجہ ذیل اخراجات نہیں ڈالے جاسکتے۔

(۱) مضارب اگر کمپنی ہو تو ملازمین کی تنخواہیں۔

(۲) بالواسطہ اخراجات مثلاً بجلی، دفتر کا کرایہ، اسٹیشنری وغیرہ کے البتہ براہ راست جو اخراجات عملیات مضاربہ پر ہوں وہ مضاربہ سے وصول کئے جاسکتے ہیں۔

مروجہ مضاربہ اور شرکہ میں وزن کے اعتبار سے نفع کی تقسیم

آج کل یوں کیا جاتا ہے کہ جس نے سرمایہ لگایا ہے اس کے سرمایا کو ایک وزن دیتے ہیں کہ اس کا جو روپیہ ہے وہ بارہ آنے کے برابر ہے اب جب نفع تقسیم ہو گا تو بقدر الاموال تقسیم ہو گا، مثلاً کل روپے پچھتر تھے اب بعض روپوں کو دو روپے کے برابر تسلیم کیا گیا تھا اور کل وزن سو بنا اب نفع اس پر سو ہوا تو ہر روپے کو ایک روپیہ نفع دیا جائے گا تو جس نے ایک روپیہ لگایا تھا لیکن اس کا وزن دو روپے مانا گیا تو اس کو تو دو روپے نفع ملے گا اور جس کا وزن ایک ہی روپیہ ہے اس کو ایک روپے ملے گا۔

اب اگر یہ فرق صرف نفع کی حد تک ہو تو ٹھیک ہے کہ ایک روپے والے کو دو روپے والے کے برابر نفع مل رہا ہے لیکن اگر یہ نقصان پر بھی اثر انداز ہو اور ایک روپے والے پر دو روپے کے برابر نقصان ڈالا جائے تو یہ غلط اور ناجائز ہے، اور روپے کو وزن دینا یہ مختلف وجوہ کی بنا پر ہو سکتا ہے، مثلاً کوئی زیادہ سرمایا لگاتا ہے تو اس کو زیادہ وزن دیتے ہیں یا مثلاً کوئی زیادہ مدت کے لئے لگاتا ہے اس کو زیادہ وزن دیتے ہیں وغیر ذالک۔

المضاربة المشتركة المروجة فی البنوک الاسلامیه:

کئی لوگوں سے پیسے لے کر مؤسسہ یا بینک کام کرتا ہے تو اس میں سارے ارباب الاموال شریک بن جاتے ہیں اور پھر مجموعی طور پر ارباب الاموال مضاربہ کر رہے ہیں اور مؤسسہ مضارب ہے، اور اب یہ جو ارباب الاموال کی شرکت ہے یہ کونسی شرکت ہے، عند المالکیہ یہ شرکت ملک ہے کیونکہ مضارب کے لئے کسی اور شخص کا مال شامل کرنے کے لئے پہلے رب المال سے اجازت ضروری ہے، جب اجازت نہیں تو شرکت عقد بھی نہیں بلکہ شرکت ملک ہے، اور اس میں چونکہ عقد نہیں ہوا تو لہذا ربح کی بقدر الاموال تقسیم

facebook.com/masimfarooq

ضروری ہے ربح متفاوت نہیں ہوسکتا، لیکن اس کو شرکت عقد کہنے کی بھی گنجائش ہے اور اسی بناء پر اس میں عندالحنفیہ والحنابلہ ربح میں تفاوت جائز ہے اگرچہ مالکیہ کے نزدیک شرکت عقد میں بھی ربح بقدر الاموال ہونا ضرور ہے۔

معروف مضاربہ کے نفع کا حساب

مضاربہ کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ایک وقت میں سب کے اموال جمع ہوں اور ایک وقت میں مضاربہ شروع ہو اور ایک ہی وقت میں ختم ہو اور نفع تقسیم کیا جائے، لیکن آجکل بینکوں میں یہ بہت مشکل ہے، آجکل ایک طریقہ رائج ہے جسے حساب الانتاج الیومی (daily product) کہتے ہیں کہ ہر روز کچھ کچھ پیسے آرہے ہیں۔ اب کچھ عرصہ بعد یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے پاس جو پیسے آئے تھے ان پر روز کتنا نفع ہوا اور ہر روپے کے حصے کتنا نفع آیا تو جس نے جتنے دن تک رکھے ہوئے ہوتے ہیں اس کو اسی کے حساب سے نفع دیدیتے ہیں۔

فقد تمت ''المضاربة'' بفضل اللہ تعالیٰ وھو الموفق و المعین

facebook.com/masimfarooq